تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی

شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یا ایہا المزمل یا ایہا المدثر یٰس والقرآن الحکیم

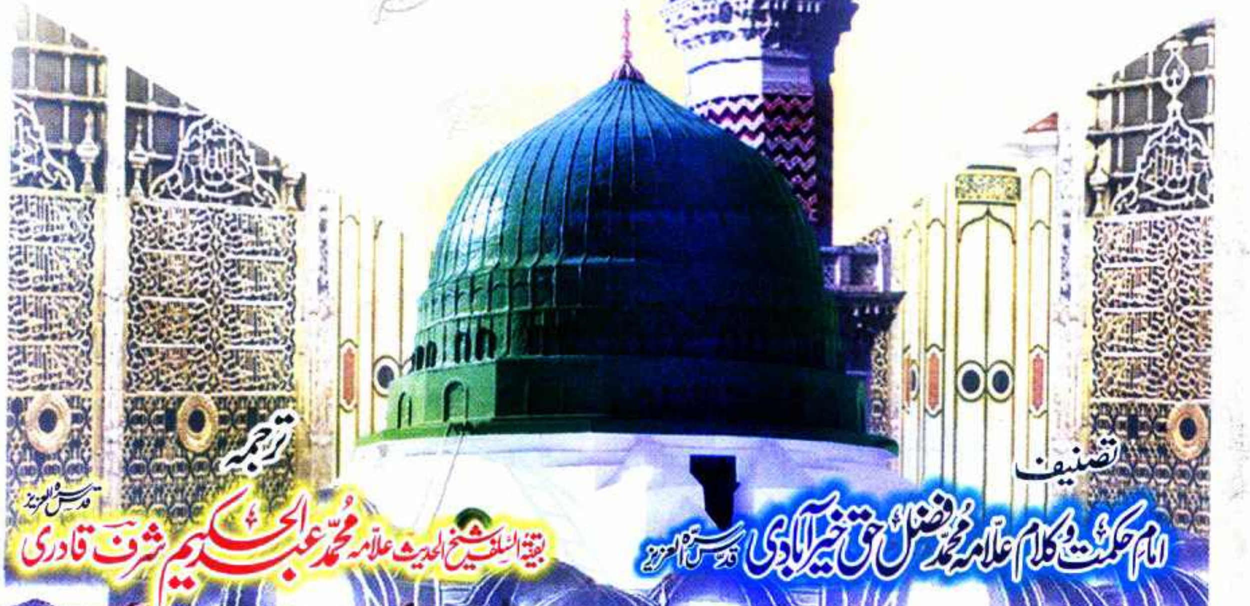

تصنیف

امام حکمت و کلام علامہ محمد فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز

ترجمہ

بقیۃ السلف شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری قدس سرہ العزیز

مکتبہ زین العابدین

تحقیق الفتوی فی إبطال الطغوی

شفاعتِ مُصطفیٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مع ضمیمہ

تحریر اوّل از: علامہ محمد فضل حق خیر آبادی

بردِّ عبارت "تقویۃ الایمان"

تصنیف: امام حکمت وکلام علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ وتقدیم: شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ۔لاہور

مکتبہ زین العابدین

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب .... تحقیق الفتوٰی فی ابطال الطغوٰی
ترجمہ .... شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تصنیف .... علامہ محمد فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ
اردو ترجمہ .... علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
پروف ریڈنگ .... جناب محمد عالم مختار حق صاحب
سن تصنیف .... ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء
اشاعت سوم .... رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ/ 2000ء
کتابت .... مولانا شاہ محمد چشتی نظامی
تعداد .... گیارہ سو
اشاعت چہارم 2011ء
قیمت .... =/300

ملنے کا پتا

مکتبۂ قادریہ۔ لاہور
مکتبۂ زین العابدین

فہرست (اُردو ترجمہ)

کلمۂ افتتاح	۷
استفتاء	٦۷
جواب	۷۱
مقام اول	۷۲
شفاعت کے اقسام	//
شفاعتِ وجاہت	//
شفاعتِ محبت	۷۴
شفاعت اور دعا	۷۸
انبیاءؑ و اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت	۷۹
شفاعتِ بالاذن	۸۲
ایک شبہ کا ازالہ	۸۳
محبوبِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت	۸۵
مقامِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم	//
آیاتِ مبارکہ	//
احادیثِ طیبہ	۹٦
شفاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱۱۱
تقویۃ الایمان کی عبارت پر گفتگو (چودہ وجوہ سے)	۱۳۴
ایک سوال اور اس کا جواب	۱۳٦
مقامِ ثانی (تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارت کے رد میں)	۱۵۲

امکان نظیر کا مطلب	۱۵۲
وجہ اول (سے تردید)	۱۵۳
امتناع نظیر پر دلیل	۱۵۵
امکان کذب کی دلیل اور اس کا رد	۱۵۷
محمد قاسم نانوتوی کا عقیدہ ختم نبوت سے انحراف (حاشیہ)	۱۵۸
محمود حسن کا اللہ تعالیٰ کے لئے تمام قبائح کا امکان ماننا (حاشیہ)	۱۵۹
وجہ ثانی (امتناع نظیر کی دوسری دلیل)	۱۶۲
ممتنع بالذات قدرت کے تحت داخل نہیں اس قاعدہ پر ایک شبہ اور اس کا جواب	۱۶۳
"ان اللہ علی کل شیئ قدیر" کا مطلب	۱۶۴
امکان نظیر کی عقلی دلیل اور اس کا جواب	۱۶۷
ایک اعتراض کا جواب	۱۶۹
امکان نظیر کی نقلی دلیل اور اس کا جواب	۱۷۰
امکان نظیر کی دوسری نقلی دلیل اور اس کا رد	۱۷۳
ایک شبہ کا ازالہ	۱۷۵
مقام ثالث (تقویۃ الایمان کی عبارت تنقیص شان ہے)	۱۷۷
تعظیم یا توہین پر کلام کی دلالت کا معیار	″
تقویۃ الایمان کی عبارت میں توہین کے چودہ پہلو	۱۸۶
عذر گناہ اور اس کا رد	۱۹۷
ایک اور قلابازی اور اس کا علاج	۱۹۹
اہل ایمان کا عقیدہ	۲۰۶

مقامِ رابع ۲۰۹

حبِّ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر ایمان متصور نہیں ۲۱۰

علاماتِ محبت ۲۱۱

نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے ۲۱۴

امامِ مالک کا ابوجعفر منصور سے مکالمہ //

ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ۲۱۵

صحابۂ کرام اور تعظیمِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۲۱۶

تابعین اور تعظیمِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۲۲۰

نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی اشیا کا احترام صحابہ کی نظر میں ۲۲۱

سنگ و شجر کی سلامی ۲۲۷

استنِ حنانہ کی فراق میں آہ و زاری ۲۲۸

نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۳۱

اتباعِ رسول تقاضائے محبت ہے ۲۳۲

بے حبِّ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اتباع معتبر نہیں ۲۳۴

تنقیصِ شان کے مرتکب کا حکم //

بلا ارادہ تنقیص کے مرتکب کا حکم ۲۳۹

اعتراض اہلِ قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے اور اس کا جواب ۲۴۲

خلاصۂ فتویٰ ۲۴۶

خاتمہ ۲۴۸

علمائے اعلام کی تائیدی مہریں ۲۵۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۂ افتتاح

سرزمینِ ہند (متحدہ پاک وہند) وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں سے پیدا ہونے والے عظیم رجال کے افکار و تعلیمات نے ایک عالم کو روشنی بخشی، ان کے علوم و معارف رہتی دنیا تک قلوب و اذہان کو تابندگی اور ایمان و عمل کو تازگی بخشتے رہیں گے۔ متحدہ پاک وہند کی تاریخ میں دانش و حکمت کے مینار بھی دکھائی دیں گے، علم و عرفان کے بحرِ بیکراں بھی ملیں گے اور حریت و آزادی کے پیکر بھی نظر آئیں گے اور بعض ایسی جامع الصفات ہستیاں بھی سامنے آئیں گی کہ انہیں جس پہلو سے بھی دیکھا جائے، منفرد اور یگانہ معلوم ہوں گے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امامِ ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ فضلِ حق خیرآبادی، امام احمد رضا بریلوی، مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی، پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی اور پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری (قدست اسرارہم) وہ حضرات ہیں جن کی علمی فضیلت اور قائدانہ بصیرت سے کوئی باخبر شخص انکار نہیں کرسکتا اور کوئی انصاف پسند مؤرخ ان حضرات کی دینی و سیاسی خدمات کو نظرانداز نہیں کرسکتا۔

درج ذیل سطور میں بطلِ حریت، امامِ منطق و حکمت مولانا شاہ محمد فضلِ حق خیرآبادی کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے اس کے بعد پیشِ نظر کتاب "تحقیق الفتویٰ" کے بارے میں کچھ عرض کیا جائیگا۔

شاہ فضلِ حق خیر آبادی

۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب بتیس واسطوں سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ تک پہنچتا ہے اسی لئے آپ کفار مبتدعین اور بدمذہبوں سے کسی قسم کی رواداری کے قائل نہ تھے۔ آپ کے والدِ ماجد مولانا فضلِ امام خیرآبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہم عصر اور اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ دہلی میں صدر الصدور تھے، ہاتھی کی پالکی پر کچہری آتے جاتے، شاہ فضلِ حق خیرآبادی کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہو گئی تو انہیں درسِ حدیث کے لئے شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے سپرد کر دیا، علامہ نے ان کے علاوہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بھی استفادہ کیا۔

جب مولانا فضل امام خیرآبادی، علامہ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سپرد کرنے گئے تو انہوں نے دورانِ گفتگو فرمایا: فضلِ حق کو شعر و شاعری کا بھی شوق ہے، شاہ صاحب نے فرمایا: کچھ اپنا کلام سناؤ، علامہ نے امرؤالقیس کی زمین میں ایک قصیدہ سنایا، شاہ صاحب نے ایک لفظ کے بارے میں فرمایا: یہ غریب ہے یعنی کلامِ عرب میں کم استعمال ہوتا ہے۔ علامہ نے برجستہ مسلّم شعراء کے بیس ایسے اشعار سنائے جن میں وہی لفظ استعمال کیا گیا تھا، ابھی کچھ اور سنانے کا ارادہ تھا کہ والدِ ماجد نے منع کر دیا اور فرمایا: بس حدِ ادب! علامہ نے عرض کیا یہ تفسیر و حدیث کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، یہ شعر و شاعری ہے اس میں بے ادبی کا کیا سوال؟ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: صاحبزادے تم صحیح کہتے ہو مجھے سہو ہوا ہے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ اس وقت پیش آیا جب شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی نے شیعہ کے رد میں تحفہ اثنا عشریہ لکھا تو ہندوستان سے ایران تک دنیائے رفض میں زلزلہ آگیا، میر باقر داماد کی اولاد سے ایک شیعہ مجتہد کتابوں کا انبار لے کر شاہ صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے ایران سے دہلی پہنچا اور شاہ صاحب کے ہاں فروکش ہوا، علامہ فضل حق خیرآبادی کو پتہ چلا تو وہ بھی مجتہد صاحب سے ملاقات کرنے پہنچ گئے۔ خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد جو باہم گفتگو ہوئی وہ کچھ اس طرح تھی :-

مجتہد : صاحبزادے! (اس وقت علامہ کی عمر بارہ سال تھی) کیا پڑھتے ہو؟

علامہ : شرح اشارات اور افق المبین وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا کرتا ہوں۔

مجتہد : (حیرت سے) کیا تم افق المبین کے فلاں مقام کی تقریر کر سکتے ہو؟

علامہ : ہاں! اور نہ صرف اس مقام کی تقریر کر دی بلکہ اس پر چند اعتراض بھی کر دئے۔

مجتہد : جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔

علامہ : جواب کو کئی وجہ سے رد کر دیتے ہیں اور پھر افق المبین کی ایسی تقریر کرتے ہیں کہ تمام اعتراضات کا جواب بھی اس میں آجاتا ہے۔

مجتہد : تعجب سے اس نوعمر منطقی کو دیکھتا رہ جاتا ہے۔

علامہ : (رخصت ہوتے ہوئے) میں شاہ صاحب کے ادنیٰ تلامذہ میں سے ہوں۔

ایرانی مجتہد نے سوچا کہ جہاں نوعمر بچوں کا مبلغ علم یہ ہے وہاں شیخ مکتب کا حال کیا ہوگا اور پھر صبح سویرے ہی اپنا سازوسامان سمیٹ کر رخصت ہو گیا۔ صبح ہوئی تو شاہ صاحب نے خادم بھیج کر مہمان کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ رات ہی کو جا چکا ہے، جب صورتِ حال معلوم ہوئی تو علامہ کو شفقت آمیز عتاب سے فرمایا کہ تمہیں مہمان سے ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیئے تھا، وہ ہمارا مہمان تھا ہم

خود سمجھ لیتے تھے۔ [1]

۱۲۲۵ھ/۱۸۰۹ء میں علامہ فضل حق خیرآبادی، تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہو گئے، بعد ازاں چار ماہ اور کچھ دنوں میں قرآن پاک حفظ کیا اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں حضرت دھومن شاہ دہلوی کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی علومِ عقلیہ و نقلیہ میں تمام معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔ علمِ کلام، اصولِ فقہ اور علومِ ادبیہ میں انہیں تخصص حاصل تھا، منطق و حکمت میں درجۂ اجتہاد پر فائز تھے اور کوئی ہمعصر ان کا ہم پلہ نہ تھا۔

سرسید لکھتے ہیں :-

" جمیع علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انھیں کی فکرِ عالی نے بنا ڈالی ہے، علمائے عصر بل فضلائے دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگروہِ اہلِ کمال کے حضور میں بساطِ مناظرہ آراستہ کر سکیں۔ بارہا دیکھا گیا کہ جو لوگ آپ کو یگانۂ فن سمجھتے تھے، جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا، دعوائے کمال کو فراموش کر کے نسبتِ شاگردی کو اپنا فخر سمجھے " [2]

منشی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں :-

" مولوی فضلِ حق معقولی خیرآبادی جو اس زمانے میں حاکمِ اعلیٰ شہر دہلی کے سر رشتہ اور علمِ منطق کے پتلے اور افلاطون و سقراط و

---

[1] عبدالشاہد خاں شروانی : باغی ہندوستان (مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۸ - ۷۷

[2] سرسید : مقالاتِ سرسید حصہ شانزدہم (مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور) ص ۱۴۸

بقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے تھے" [1]

حکیم عبدالحی لکھنوی مؤرخ لکھتے ہیں :-

"احد الاساتذۃ المشھورین لم یکن لہ نظیر فی زمانہ فی الفنون الحکمیۃ و العلوم العربیۃ" [2]

(علامہ فضل حق خیرآبادی) مشہور استاذ تھے فنونِ حکمیہ اور علومِ عربیہ میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی علومِ دینیہ کے متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و ادب کا نہایت گہرا ذوق رکھتے تھے، ان کے چار ہزار سے زائد اشعار، عربی ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں، اگرچہ خود اردو میں طبع آزمائی نہیں فرماتے تھے تاہم بحیثیت نقاد کے آپ کی رائے سند کا درجہ رکھتی تھی، مرزا غالب ان کے مشوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، غالب کا موجودہ اردو دیوان علامہ فضل حق خیرآبادی اور مرزا خانی ہی کا انتخاب ہے۔

مولانا محمد الدین فوق لکھتے ہیں :

"قصائد غرا آپ کے امرأ القیس اور لبید کے قصائد پر فوقیت رکھتے ہیں، نظم و نثر میں آپ کو اس قدر مہارت تھی کہ بلا مبالغہ شاید سلف و خلف میں چند آدمی آپ کے ہم پلہ ہوئے ہوں گے۔" [3]

پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں :-

---

[1] محمد جعفر تھانیسری، منشی : حیات سید احمد شہید (سوانح احمدی) مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۳۰۴

[2] عبدالحی لکھنوی، حکیم مؤرخ : نزہۃ الخواطر (مطبوعہ حیدرآباد دکن) ج ۷، ص

[3] محمد الدین فوق : روضۃ الادبار، ص ۱۴۸

"ادب و حکمت کی جن بلندیوں پر مولانا فضل حق خیرآبادی پہنچے، غالب ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، ان کی حیثیت مولانا کے سامنے سامنے طفلِ مکتب سے زیادہ نہیں ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

...... سچ تو یہ ہے کہ جب تک فضلِ حق شامل نہ ہو انسان مولانا کے مرتبہ سے آگاہ نہیں ہو سکتا" ؎۱

خود غالب نے علامہ کی جلاوطنی اور غریب الوطنی کی شہادت پر جس رنج و غم اور عقیدت کا اظہار کیا ہے، دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے:۔

"فخرِ ایجاد و نحو بین مولانا فضلِ حق ایسا دوست مر جائے، غالب نیم مردہ، نیم جاں رہ جائے ؎

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی
موت آتی ہے پر نہیں آتی
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی ؎۲

علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد علامہ دہلی، جھجر، ٹونک اور الور میں بلند مناصب پر فائز رہے، لکھنؤ اور رامپور میں منصبِ صدارت کو زینت بخشی، اس کے باوجود فارغ اوقات میں تشنگانِ علم کو سیراب کرتے۔ آپ کے فیض یافتہ بیشمار علماء آسمانِ علم و فضل پر مہر و ماہ بن کر چمکے اور ایک عالم کو فیضیاب کیا۔ آج ہند و پاک کا

؎۱ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر : مقدمہ شرح دیوانِ غالب ، ص ۲-۱۶۱

؎۲ نادم سیتاپوری : غالب نام آورم (مطبوعہ لاہور) ، ص ۹۴

شاید ہی کوئی مدرسہ ہوگا جہاں آپ کا فیض جاری نہ ہو۔

آپ کے چند تلامذہ کے اسماء پیش کئے جاتے ہیں :۔

۱۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی (فرزند)

۲۔ مولانا علامہ ہدایت اللہ خاں جونپوری (استاذ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی صاحب بہارِ شریعت)

۳۔ محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی

۴۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری

۵۔ مولانا ہدایت علی بریلوی

۶۔ مولانا محمد عبداللہ بلگرامی

۷۔ مولانا عبدالعلی رامپوری (استاذ امام احمد رضا بریلوی)

۸۔ نواب یوسف علی خاں رامپوری

۹۔ نواب کلب علی خاں رامپوری

علامہ فضلِ حق خیرآبادی نے مختلف مناصب کی مصروفیات اور درس و تدریس کے اشغال کے باوجود تصانیف کا قابلِ قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا۔ یہ تصانیف اپنے مصنف کے علمی تبحر، قوتِ استدلال، زورِ بیان اور کمالِ فصاحت و بلاغت پر شاہدِ عادل ہیں۔ انہوں نے اپنی نگارشات میں ایسی تحقیقات پیش کی ہیں جن کے مطالعہ سے اہلِ علم کو وجد آتے، پھر لطف یہ کہ وہ زیادہ تر اپنے ذہنِ رفیع کے نتائج قلم بند کرتے ہیں، بعض لوگوں کی طرح یہ نہیں کرتے کہ دوسروں کی عبارتیں نقل کر کے نیچے اپنا نام لکھ دیں۔

علامہ اسمٰعیل باشا بغدادی فرماتے ہیں :۔

الخیرابادی : محمد فضل الحق العمری

الخیرآبادی الھندی الحنفی الجشتی الماتریدی ولد سنۃ ۱۲۱۲ھ و توفی سنۃ ۱۲۷۸ھ ثمان وسبعین ومائتین والف۔

من تالیفات۔ تاریخ فتنۃ الھند فارسی (بل عربی)، الجنس الغالی فی شرح الجوھر العالی، حاشیۃ علی افق المبین لباقرداماد، حاشیۃ علی تلخیص الشفاء لابن سینا، حاشیۃ علی شرح القاضی المبارک للسلم، رسالۃ فی تحقیق الاجسام، رسالۃ فی تحقیق الکلی الطبعی، الروض المجود فی تحقیق حقیقۃ الوجود، الھدیۃ السعیدیہ فی الحکمۃ الطبعیۃ [1]

ان کی تصانیف یہ ہیں :۔

۱ : تاریخ فتنۃ الھند (فارسی) : جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے اسباب و واقعات پر عربی میں الثورۃ الھندیہ، نثر اور قصائد فتنۃ الھند، نظم میں، یہ دونوں کتابیں ترجمہ اور مبسوط مقدمہ کے ساتھ باغی ہندوستان کے نام سے مکتبہ قادریہ لاہور کی طرف سے چھپ چکی ہیں (شرف قادری)

۲ : الجنس الغالی فی شرح الجوہر العالی۔

۳ : حاشیہ افق المبین، مصنفہ میر باقرداماد۔

۴ : حاشیہ تلخیص الشفاء لابن سینا۔

۵ : حاشیہ قاضی مبارک شرح سلم۔ (سیال شریف سے چھپ چکا ہے)

---

[1] اسمٰعیل باشا البغدادی : ہدیۃ العارفین بتکملہ کشف الظنون (مکتبۃ المثنیٰ، بغداد ۱۹۵۵ء) ج ۲، ص ۳۷۷

۶ : رسالہ فی تحقیق الاجسام ۔
۷ : رسالہ فی تحقیق الکلی الطبعی ۔
۸ : الروض المجود (مسئلۂ وحدۃ الوجود پر یہ معرکۃ الارا کتاب مع ترجمہ مکتبہ قادریہ سے چھپ چکی ہے)
۹ : الہدیہ السعیدیہ ، حکمتِ طبعیہ میں (بلکہ حکمتِ طبعیہ و الٰہیہ دونوں پر مشتمل ہے) شرف قادری

ان کے علاوہ یہ تصانیف ہیں :-
۱۰ : تحقیق الفتوےٰ فی ابطال الطغویٰ ، فارسی (تفصیلی تعارف آئندہ صفحات میں پڑھئے)
۱۱ : امتناع النظیر (فارسی)

حضرتِ علامہ ، ظاہری شان و شوکت اور علمی فضیلت کے باوجود شریعتِ مطہرہ اور سنتِ مبارکہ پر عمل پیرا اور عابدِ شب زندہ دار تھے ۔ مولانا عبداللہ بلگرامی فرماتے ہیں :-

" اللہ تعالےٰ کے دئے ہوئے طاقتور ہاتھی اور عمدہ گھوڑے انہیں اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی کی اطاعت سے باز نہیں رکھ سکتے تھے ، وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں بیع اور تجارت اللہ تعالےٰ کے ذکر سے نہیں روک سکتی ، ان کا جسم بادشاہ کی صحبت میں اور دل یادِ الٰہی میں مصروف ہوتا تھا ۔

علامہ باقاعدگی سے ہر ہفتہ قرآنِ پاک ختم کیا کرتے تھے ، رات کے وقت نوافل میں مصروف ہوتے جب دوسرے لوگ سو رہے ہوتے تھے جس شخص کا نوافل میں یہ حال ہو اس کے فرائض کا اندازہ کیا جا سکتا ہے " [۱]

---

[۱] عبداللہ بلگرامی ، مولانا : خطبہ حاشیہ ہدیہ سعیدیہ

علامہ فضلِ حق خیرآبادی کو اللہ تعالے نے دلِ درد مند اور عقلِ بیدار عطا فرمائی تھی، وہ چشمِ بصیرت سے تغیر پذیر حالات میں آئندہ پیدا ہونے والے حوادث اور واقعات دیکھ لیتے تھے۔ سرزمینِ ہند پر انگریز کے مکارانہ تسلّط اور مسلمانوں کی شوکت کے زوال کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس امر کو شدت سے محسوس کرتے تھے کہ انگریز طرح طرح کے حیلے بہانے سے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے درپے ہیں۔ علامہ نے الثورۃ الہندیہ میں ان کی بعض سازشوں کی نشاندہی کی ہے :-

۱ :- انگریزوں نے مسلمان بچوں کو عیسائیت کی تعلیم دینے کے لئے شہروں اور دیہاتوں میں سکول کھولے اور اسلامی مدارس کو تباہ کرنے کی پوری سعی کی۔

۲ : نقد قیمت ادا کر کے تمام غلہ اور اجناس خرید لیتے تاکہ لوگ ایک ایک دانے کے لئے ان کے محتاج ہو جائیں اور کسی کو مجالِ سرکشی نہ رہے۔

۳ : بچوں کے ختنے پر پابندی عائد کر دی اور عورتوں کا پردہ ختم کرا دیا اور اس طرح اہلِ ایمان کو فتنہ میں ڈالنے اور احکامِ اسلامیہ کے مٹانے کی مذموم کوشش کی۔

۴ : کارتوس استعمال کرتے وقت مسلمان فوجیوں کو سؤر کی چربی اور ہندوؤں کو گائے کی چربی چکھنے پر مجبور کیا [۱]

نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اور ہندو فوجی مشتعل ہو گئے اور انگریز کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، ابتدا میرٹھ چھاؤنی سے ہوئی، بہت سے انگریزوں کو قتل کر کے تمام فوجی دہلی پہنچے اور سلطنتِ مغلیہ کے آخری تاجدار سراج الدین بہادر شاہ ظفر کو

---

[۱] فضلِ حق خیرآبادی، علامہ مولانا : باغی ہندوستان (مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۲۵۵-۲۵۶

بادشاہ بنالیا اور استخلاص وطن کے لئے انگریزی افواج سے ٹکرا گئے۔

علامہ اس وقت الور میں تھے وہاں سے دہلی پہنچنے اور جہادِ آزادی میں قائدانہ شان سے حصہ لیا، بادشاہ سے سابقہ روابط کی بنا پر خصوصی مشوروں میں شریک ہوتے اور اپنی صوابدید کے مطابق راہنمائی کرتے [۱] علامہ کی تجویز کے مطابق مختلف والیانِ ریاست کو خطوط لکھے گئے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیرآبادی گوڑگانوہ کے کلکٹر مقرر کئے گئے، بہت سے حکام براہِ راست علامہ نے مقرر کئے [۲] آپ کے حکم سے لال قلعہ کے دارالانشاء (سیکریٹریٹ) سے پروانے جاری ہوتے [۳] آپ نے سلطنت کا دستورالعمل مرتب کیا [۴] اور فوجیوں اور شہریوں کو حکومتِ برطانیہ کے خلاف بھڑکاتے رہے [۵] بلکہ بعض اوقات شاہی فوج کی کمان بھی کی، بادشاہ نے ایک کنگ کونسل قائم کی جو تین ارکان پر مشتمل تھی، جنرل بخت خاں، مولوی سرفراز علی اور مولوی فضلِ حق [۶]

۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی پر انگریزوں کا مکمل تسلط ہوگیا تو علامہ اہل وعیال کو خیرآباد چھوڑ کر سیتاپور (لکھنؤ) پہنچ گئے جہاں ملکۂ عالیہ حضرت محل انگریزی فوجوں سے نبرد آزما تھیں، یہاں بھی علامہ مجاہدین کی مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ) کے خصوصی

---

[۱] عبدالشاہد خاں شروانی : باغی ہندوستان ، ص ۱-۱۴۰

[۲] محمود احمد برکاتی، حکیم سید : فضلِ حق خیرآبادی اور سن ستاون ، ص ۴۰-۳۹

[۳] ایضاً : ص ۴۱

[۴] ایضاً : ص ۴۴

[۵] ایضاً : ص ۴۹

[۶] ایضاً : ص ۶۲

رکن تھے، حضرت محل کے وزیر ممو خاں سے آپ کے خصوصی مراسم تھے، علامہ کو ممو خاں کا مشیر سمجھا جاتا تھا، مجاہدین آپ کے مدبرانہ مشوروں سے مستفید ہوتے رہے [1] تمام تر کوششوں کے باوجود مجاہدین کو ہر محاذ پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا لہٰذا جہاں کسی کا سینگ سمایا، چلا گیا اور انگریز اپنا اقتدار بحال کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ انہی دنوں ملکۂ برطانیہ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ علامہ اس اعلان پر اعتماد کرتے ہوئے خیر آباد چلے گئے، ابھی چند دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا، مقدمہ چلا اور فیصلہ یہ دیا گیا کہ ان کی تمام جائداد ضبط اور انہیں تازیست جزیرۂ انڈمان (کالے پانی) بھیج دیا جائے چنانچہ حضرتِ علامہ نے ۱۲ صفر، ۲۰ اگست ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء کو انڈمان میں جامِ شہادت نوش کیا [2]

مشہور فاضل عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں :

محمد فضل الحق العمری الخیرابادی الهندی الحنفی الجشتی الماتریدی حکیم، ولد فی خیرا باد وقاوم الحکومۃ الانجلیزیۃ فاعتقلتہ وارسلتہ الیٰ جزیرۃ رنکون فتوفی بہا [3]

" محمد فضل حق عمری خیرآبادی ہندی حنفی چشتی ماتریدی حکیم (فلسفی) خیرآباد میں پیدا ہوئے، انگریزی حکومت سے مقابلہ کیا تو حکومت نے آپ کو گرفتار کر کے جزیرۂ رنگون (بلکہ انڈمان) بھیج دیا، آپ نے وہیں وفات پائی "

---

[1] محمود احمد برکاتی، حکیم سید : فضل حق خیرآبادی اور سن ستاون ، ص ۶۲

[2] ایضاً : ص ۶۴ - ۶۵

[3] عمر رضا کحالہ : معجم المؤلفین (مطبوعہ بیروت) ج ۱۱ ، ص ۱۳۰

پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہونے والے اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ میں بزمی انصاری لکھتے ہیں :-

"۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف مسلح بغاوت ہوئی تو مولوی فضل حق نے اس بغاوت میں نمایاں حصہ لیا، بغاوت کے الزام میں ان پر مقدمہ چلا اور عمر قید کی سزا پائی۔" [1]

سعید احمد اکبر آبادی فاضلِ دیوبند لکھتے ہیں :-

"اس وقت ہمارے سامنے فتوے کی جو نقل ہے اس پر ۳۸ دلّی کے علماء و مشائخ کے دستخط ہیں، مولانا فضل حق خیر آبادی کے اس پر دستخط نہیں ہیں لیکن ان کا ایک الگ مستقل فتوٰئے جہاد تھا جس کا ذکر ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی اسلامی تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

مولانا بلند پایہ عالمِ دین ہونے کے ساتھ رئیسانہ طور طریقِ زندگی رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی ایمانی جرأت و جسارت اور دینی حمیت و غیرت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ہر چیز سے بے نیاز ہو کر دلّی کی جامع مسجد میں نمازِ جمعہ کے بعد جہاد کے واجب ہونے پر ایک نہایت ولولہ انگیز تقریر کی اور اس کے بعد جہاد کے ایک اور فتوے کا اعلان ہوا جس پر صدر الصدور مفتی صدر الدین خاں آزردہ، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی اور دوسرے علماء کے دستخط تھے۔" [2]

---

[1] بزمی انصاری : اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ (مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی) ج ۱۵ ص ۳۷۵

[2] سعید احمد اکبر آبادی : ہندوستان کی شرعی حیثیت (مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۶۸ء) ص ۲-۴۱

یہ امر مسلّم ہے کہ " اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِّاَبِیْہِ " انگریزوں سے علّامہ کی نفرت و عداوت اور ان کے ناپاک قدموں سے سر زمینِ ہند کے پاک ہونے کی آرزو کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے فرزندِ جلیل علامہ عبدالحق خیرآبادی نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب انگریز چلے جائیں تو میری قبر پر آکر اطلاع دے دینا۔

مولانا عبدالشاہد خاں شروانی لکھتے ہیں :۔

" مولانا (عبدالحق خیرآبادی) نے آخر وصیت بھی فرمائی کہ جب انگریز ہندوستان سے جائیں تو میری قبر پہ خبر کردی جائے چنانچہ ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کو رفیقِ محترم مولوی سید نجم الحسن صاحب رضوی خیرآبادی نے مولانا کے مدفن (درگاہ مخدومیہ) پر ایک جم غفیر کے ساتھ حاضر ہوکر میلاد شریف کے بعد قبر پہ فاتحہ خوانی کی اور اس طرح پورے پچاس سال کے بعد انگریزی سلطنت کے خاتمہ کی خبر سنا کر وصیت پوری کی، جزاہ اللہ خیر الجزاء " [۱]

علامہ فضلِ حق خیرآبادی کے مجاہدانہ کارناموں کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے درجِ ذیل کتابیں خاص طور پر ملاحظہ کی جائیں :۔

۱ : فضلِ حق خیرآبادی اور سن ستاون : مطبوعہ برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۷۵ء از حکیم سید محمود احمد برکاتی (مکتبہ قادریہ لاہور سے دستیاب ہے)

۲ : باغی ہندوستان : (مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور) تصنیف علامہ فضل حق خیرآبادی ، ترجمہ و تقدیم عبدالشاہد خاں شروانی۔

۳ : امتیازِ حق : (مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۹۷۹ء) از راجا غلام محمد

---

[۱] عبدالشاہد خاں شروانی : مقدمہ زبدۃ الحکمۃ (مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۴۹ء) ص ۱۲

ذیل میں مولانا عبدالشاہد خاں شروانی (مؤلف باغی ہندوستان) کے مکتوب کا عکس پیش کیا جاتا ہے جو امتیازِ حق پر ان کے تاثرات کے علاوہ نہایت وقیع معلومات پر مشتمل ہے۔

۱۵/۹/۷۹ء   زاویہ علمیہ (دفتر جمہور) محمد علی روڈ (اوپر کورٹ) علی گڑھ

۷۸۶

محترم المقام دام لطفکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مرسلہ کتابوں کا پیکٹ ۶/۹/۷۹ء کو اور مکرمت نامہ مورخہ ۷/۹/۷۹ء اسکے بعد ملا
پیکٹ میں باغی ہندوستان اور امتیاز حق کی دو دو جلدیں تھیں۔ آپ نے باغی ہندوستان کی
۳ جلدیں خط میں لکھی ہیں۔ غالباً سہواً باغی ہندوستان کے بجائے امتیاز حق کی مزید جلد
رکھ دی گئی۔

سرکاری ملازم شوکت علی صاحب کا ایک خط عرصہ ہوا آیا تھا انہوں نے مزار علامہ کی
نشاندہی کی تھی وہ خود مزار پر حاضر ہوئے ہیں۔ علامہ کے مزار کے ساتھ مولوی
لیاقت علی صاحب کی قبر بھی ہے۔

یہ مزار سمندر کے کنارے ساؤتھ پائنٹ میں ہے جو عرف عام میں نمک بھٹہ
کہلاتا ہے۔ یہ بستی Ross جزیرہ کے قریب ہے جہاں لاکر علماء کو جہاز سے
اتارا جاتا تھا۔

اب تک میں نے رائلٹی کی طرف آپکی توجہ مبذول نہیں کرائی تھی کیونکہ ضرورت نہ تھی
اب ریٹائر ہونے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی۔ کیا آپ توجہ کریں گے؟

میں نے گزشتہ سال رامپور رضا لائبریری میں علامہ کا وہ خط دیکھا جو

عرشی صاحب نے اپنے مضمون میں دیا تھا۔ اس پر نہ تو علامہ کے دستخط ہیں نہ ان کا رسم خط
میں رسم خط اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ مولانا آزاد لائبریری میں خود نوشت
نسخے موجود ہیں۔

المبین کی اشاعت بڑی علمی خدمت ہے پہلا ایڈیشن ملتا نہیں مجھے خود مولانا مرحوم نے
امتناع النظیر کے ساتھ دی تھی۔

امتیاز حق، راجہ صاحب کی تتبع و تلاش کا شاہکار ہے۔ تاریخ تناولیاں نے یہ مسئلہ
پہلے ہی صاف کر دیا تھا۔ امتیاز حق، نے یہ پہلو بھی صاف کر دیا کہ وہ انگریزوں کے مخالف
نہیں بلکہ موافق و حامی تھے۔ ہٹلر کے دست راست گوئبلز کا قول تھا کہ جھوٹ اتنی بار
بولو کہ سچ معلوم ہو۔

بلا شبہ باغی ہندوستان کا جدید ایڈیشن
نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول کا مصداق ہے۔ جزاکم اللہ

تاخیر جواب کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ سفر حج کی چار ماہ کی غیر حاضری نے
کام بہت بڑھا دیا پھر واپسی پر شدید بیماری نے ڈیڑھ ماہ معطل رکھا۔

رفقاء کی خدمت میں سلام شوق۔

مہربانی ہوگی اگر دونوں کارڈوں پر ٹکٹ لگا کر پوسٹ فرما دیں۔
دونوں حکومتوں نے ڈاک محصول اتنا بڑھا دیا ہے کہ خط لکھنے کے لئے کئی بار
سوچنا پڑتا ہے۔ والسلام

خیر اندیش
شاہد سترلالی ۱/۵/۷۹ء

مصنفِ تقویۃ الایمان

مولوی اسمٰعیل دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے،
حضرت شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی کے بھتیجے ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء
کو دہلی میں شاہ عبدالغنی کے گھر پیدا ہوئے [۱] تعلیم اپنے والد اور شاہ عبدالعزیز
محدثِ دہلوی سے حاصل کی۔ صراطِ مستقیم، تقویۃ الایمان، تنویر العینین، رسالہ
اصول فقہ، رسالہ توحید، ایضاح الحق، منصبِ امامت، رسالہ بے نمازاں اور
رسالہ یکروزی وغیرہ کتابیں لکھیں [۲]

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے سید احمد بریلوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور
انہیں ساتھ لے کر "جہاد" کا منصوبہ بنایا، ہندوستان پر انگریز کی حکومت تھی،
پنجاب پر سکھ حکومت کر رہے تھے، ان میں سے کسی ایک سے ٹکر لئے بغیر
صوبہ سرحد کا رُخ کیا اور سب سے پہلے یاغستان کے مسلمان حکمران یار محمد خاں
سے "جہاد" کیا [۳] پھر سکھوں کے سب سے بڑے مخالف سرحد کے
جیالے مسلمان پٹھان پائندہ خاں سے محاذ آرائی کی، اسے اپنی بیعت پر مجبور کیا

---

[۱] مرزا حیرت دہلوی : حیاتِ طیبہ (مکتبۃ السلام، لاہور، ۱۹۵۸ء) ص ۳۲

[۲] رحمٰن علی، مولانا : تذکرہ علماءِ ہند اردو ترجمہ (مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۴۱۲

[۳] عاشق الٰہی میرٹھی : تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۲۷۰

اور جب اس نے بیعت سے انکار کر دیا تو اس پر کفر کا فتوے لگا کر اس پر چڑھ دوڑے، پائندہ خاں نے (جو تمام عمر سکھوں سے جنگ کرتا رہا) مجبوری کی حالت میں سکھوں سے صلح کر لی اور دو پلٹن فوج لے کر "مجاہدین" کو شکستِ فاش دی اور اپنے علاقے سے نکال باہر کیا، چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے ساتھیوں نے پنجتار کا رخ کیا ؎۱

سرحدی مسلمان سکھوں کے ساتھ جہاد کے نام پر مجاہدین کا ساتھ دے رہے تھے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے ساتھیوں کے وہابیانہ عقائد، بات بات پر کفر کے فتوے اور مجاہدین کے ساتھ پٹھان خواتین کے جبری نکاح ؎۲ وغیرہ ذالک، وہ امور تھے جنہوں نے سرحد کے غیرت مند پٹھانوں کو مشتعل کر دیا، چنانچہ پشاور میں مجاہدین کی خاصی بڑی جماعت کو تہِ تیغ کر دیا گیا۔ سر سید تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء میں انہی کے ہاتھوں بالاکوٹ میں مولوی اسمٰعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کا خاتمہ ہوا،

سر سید لکھتے ہیں :

"۱۸۲۴ء میں وہابیوں نے پہاڑوں میں جا کر قیام کیا اور انہوں نے اس بات کا قصد کیا کہ سکھوں پر ہم لوگ جہاد کریں اور شہید ہوں لیکن چونکہ پہاڑی قومیں ان کے عقائد کے مخالف تھیں اس لئے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہر گز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھنے مگر چونکہ وہ سکھوں کے جور و ستم

؎۱ مراد علی، سید : تاریخ تناولیاں ، (مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۴۷ تا ۵۴

؎۲ حیرت دہلوی، مرزا : حیاتِ طیبہ ، ص ۳۵۶

سے نہایت تنگ تھے اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبہ میں شریک ہو گئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جاوے اور آخر کار وہابیوں اور پہاڑیوں نے متفق ہو کر سکھوں پر حملہ بھی کیا لیکن چونکہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کیا"[1]

اسی لئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلائے نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے "جہاد" کا مقصد متعین کرتے ہوئے مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں :-

"سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے، اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے بدیسی لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے، اس کے بعد حکومت کس کی ہو گی؟ اس سے آپ کو غرض نہیں ہے، جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے ہندو یا مسلمان یا دونوں، وہ حکومت کریں گے۔" (نقش حیات ج ۲، ص ۱۳)

---

[1] سرسید : مقالات سرسید، حصہ نہم، (مجلس ترقی ادب، لاہور) ص ۱۳۹، ۱۴۰

اس پر علامہ ارشد القادری نے یہ نوٹ لکھا :

" آپ ہی انصاف سے بتایئے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضاکاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم کرنے کے لئے اٹھا تھا ۔" (ص ۱۰۰)

اس پر عامر عثمانی ایڈیٹر ماہنامہ تجلی دیوبند نے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، لکھتے ہیں :-

" ہم کتنی ہی جانب داری سے کام لیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ریمارک میں لفظاً تلخی آگئی ہے لیکن معنوی اور منطقی اعتبار سے بھی اس میں کوئی نقص ہے؟ کوئی افترا ہے؟ کوئی زیادتی ہے ؟

کوئی شک نہیں اگر استادِ محترم حضرتِ مدنی کے ارشادِ گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسمٰعیل کی شہادت محض افسانہ بن جاتی ہے، مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لئے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں، اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں، اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اس شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجہ میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا اجرِ آخرت کا موجب کیوں ہوگا ؟" (تبصرہ بر زلزلہ، ص ۱۸۷)

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے مزاج میں ابتدا ہی سے آزادخیالی اور لاابالی پن پایا جاتا تھا، تعلیم کے دوران بقول مرزا حیرت دہلوی یہ عالم تھا کہ :

"نہ آپ مطالعہ کرتے، نہ گھر میں جا کے سبق یاد کرتے تھے تو اکثر یہ ہو جاتا تھا کہ جب آپ دوسرے دن سبق پڑھنے کیلئے کتاب کھولتے تھے تو یہ بھول جایا کرتے تھے کہ کل سبق کہاں تک پڑھا تھا۔" [۱]

اپنے آباء واجداد جو علم وفضل اور تقویٰ و دیانت میں مسلم الثبوت تھے، کے مذہب کے خلاف رفع یدین کیا کرتے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ایماء پر حضرت شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کے ذریعے پیغام دیا کہ رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہوگا، مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت پر عمل کرے گا اُسے سو شہید کا ثواب ملے گا۔

اس پر شاہ عبدالقادر نے فرمایا :-

"بابا ہم تو سمجھتے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا، یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلافِ سنت ہو اور مانحن فیہ (جس مسئلہ کے متعلق گفتگو ہے) میں سنت کا مقابل خلافِ سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یونہی ارسال (ارفع یدین

---

[۱] حیرت دہلوی، مرزا : حیاتِ طیبہ ، ص ۳۹

نہ کرنا، بھی سنت ہے۔" [1]

اس جواب پر مولوی اسمٰعیل دہلوی خاموش ہو گئے مگر رفع یدین ترک نہ کیا اور جب پشاور میں پٹھان علماء نے اعتراض کیا تو رفع یدین ترک کر دیا اور رسوخ شہید کے ثواب سے دستبردار ہو گئے۔

آزاد روی اور دین سے بے قیدی یہاں تک بڑھی کہ جب محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تصانیف مطالعہ سے گزریں تو دل و جان سے ان پر فریفتہ ہو گئے اور ان افکار و نظریات کو اردو میں ڈھال کر تقویۃ الایمان کے نام سے فتنۂ عوام کے لئے پیش کر دیا، دونوں کی ہم آہنگی معلوم کرنے کے لئے سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ کی تصنیف سیف الجبار کا مطالعہ مفید رہے گا۔

قرآن و حدیث کی تعلیم کے مطابق راہِ راست وہ صحیح طریقہ ہے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور سلف صالحین چلتے رہے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے پوری کوشش کی کہ امتِ مسلمہ کا تعلق سلف صالحین اور بارگاہِ رسالت سے منقطع کر دیا جائے اور جو مسلمان اس تعلق کا تحفظ کرنا چاہیں انہیں بلا دریغ کافر و مشرک قرار دے دیا جائے۔

آج اگر مسلمان اس ظلم و ستم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں تو اسے "فرقہ واریت" قرار دیا جاتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جو شخص اپنے اور عامۃ المسلمین کے ایمان کے تحفظ کی کوشش کرے وہ گردن زدنی قرار دیا جائے اور جو بیک جنبشِ قلم تمام امتِ مسلمہ کو کافر و مشرک قرار دے ڈالے،

---

[1] اشرف علی تھانوی : حکایاتِ اولیاء (ارواحِ ثلاثہ) مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، ص ۱۱۹، ۱۲۱

اللہ تعالیٰ، تمام انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کی تنقیصِ شان کا مرتکب ہو، اس پر کوئی قدغن نہ ہو، اس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اندر غیرت ایمانی نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔

محبوبانِ الٰہی کی شان میں تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارات پڑھنے سے پہلے دل پہ ہاتھ رکھ کر صراطِ مستقیم کی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے:

"صرفِ ہمت بسوئے شیخ و امثالِ آں از معظمین گو جنابِ رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورتِ گاؤ و خرِ خود است۔" لہ

(ترجمہ) شیخ اور اس جیسے بزرگ حضرات کی طرف توجہ لگا دینا اگرچہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، اپنے گدھے اور گائے کی صورت میں غرق ہونے سے بدرجہا بدتر ہے۔"

معاذاللہ! ثم معاذاللہ! کیا ایسے کلمات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی اذیّت کا سبب نہ ہوں گے؟ کیا ایسے نازیبا کلمات استعمال کرنا غضبِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے؟ ارشادِ الٰہی ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔

"بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

لہ اسمٰعیل دہلوی: صراطِ مستقیم (مکتبہ سلفیہ، لاہور)، ص ۸۶

خدا و محبوبانِ خدا کی شان میں خوفناک جسارت

۱ : سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے ۱؎

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو بھی ہمیشہ غیب کا علم نہیں ہوتا، البتہ اس کے اختیار میں ہے کہ جب چاہے دریافت کر لے، حالانکہ اللہ تعالےٰ کا علم اور دیگر صفاتِ حقیقیہ قدیم ہیں، کبھی معدوم نہیں ہوتیں اس عبارت میں واضح طور پر اللہ تعالےٰ کے علم کو حادث قرار دیا گیا ہے جو کھلم کھلا گمراہی ہے۔" اللہ صاحب" کا استعمال بھی قابلِ توجہ ہے کیونکہ تمام مسلمان اللہ تعالےٰ یا اللہ جل مجدہ العظیم کہتے ہیں۔

۲ : یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے ۲؎

استغفر اللہ! ایک ہی جملے میں تمام انبیاء، اولیاء اور ملائکہ کی منہ بھر توہین کی گئی ہے کیا توحید کا یہی تقاضا ہے ؟

۳ : دوسری جگہ تو اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ کہتا ہے :

" اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں" ۳؎

۱؎ اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان (مرکنٹائل پرنٹنگ دہلی)، ص ۲۳

۲؎ ایضاً : ص ۱۶

۳؎ ایضاً : ص ۶۳

جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا، اللہ تعالےٰ کے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دیگر محبوبانِ الٰہی کی بارگاہ میں اس قدر دریدہ دہنی کی جرأت نہیں کر سکتا، اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :-

لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

" اللہ ہی کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول اور ایمانداروں کیلئے "

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

" قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود پر فائز فرمائے "

اللہ تعالےٰ قیامت کے دن جنہیں مقامِ محمود پر فائز فرمانے کا وعدہ کرے اور جن کے طفیل دنیا و آخرت میں غلاموں کو بھی عزت عطا فرمائے اس ذاتِ کریم کے بارے میں خدا کی پناہ "ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر" اور "چمار سے زیادہ ذلیل" ایسے الفاظ استعمال کرنا ایسی جسارت ہے جس کا نتیجہ ایمان کی بربادی کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا ۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ایک موقع پر کہا تھا :

لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۔

" اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا "

تقویۃ الایمان میں اس سے بھی زیادہ شدت اختیار کی گئی ہے ۔ اس نے " اذل " کا لفظ استعمال کیا جس کا معنی ہے بہت ذلیل ، اور تقویۃ الایمان میں " چمار سے زیادہ ذلیل " اور " ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر " کہا ہے ، اس نے صرف نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے

بارے میں وہ ناپاک الفاظ کہے تھے اور تقویۃ الایمان میں تمام انبیاء، ملائکہ، صحابہ اور اولیاء کرام کے بارے میں غلیظ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٔ نجد تھا وہ ذبیحِ تیغِ خیار ہے
یہ ہے دیں کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراطِ شر
جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر، تو زباں پہ چوڑھا چمار ہے
وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جود تو سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر، ترے دل میں کس سے بخار ہے [1]

۴ : "جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں، سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو، نہ ولی کو، نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا۔" (ص ۳۱)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین، رب کائنات نے وعدہ فرمایا کہ اے حبیب! ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے لئے ذریعہ [illegible] ہیں انّا فتحنا لک فتحا مّبینا لیغفر لک اللہ [illegible] تقدم من ذنبک وما تأخّر "بے شک ہم نے تم[illegible] لئے روشن فتح فرما دی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے تمہارے اگلوں او[illegible]وں کے گناہ بخشے" حدیث

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام : حدائق بخشش، حصہ دوم، (مطبوعہ کراچی) ص ۵۸

شریف میں ارشادِ ربانی ہے انا سنرضیك فی امتك ولا نسوءك "ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں راضی کردیں گے اور تمہیں تکلیف نہیں دیں گے" قیامت کے روز جب تمام انبیاء نفسی نفسی فرمارہے ہوں گے تمام انسانیت کی مشکل کشائی حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہی فرمائیں گے جس کے دل میں رتی برابر ایمان ہوگا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے عذابِ جہنم سے نجات پائے گا۔ پہلی امتوں پر عام عذاب نازل ہوتا رہا لیکن یہ امت اپنے آقا کی برکت سے عام عذاب سے محفوظ رہی یہاں تک کہ کافر بھی عذاب سے پناہ میں رہے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، اہلِ بدر کے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا۔

اس ذاتِ کریم، امام الانبیاء، محبوبِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں بھی معلوم نہ تھا کہ دنیا قبر اور آخرت میں میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے، انتہائی شقاوت اور دین و ایمان سے بے بہرہ ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

۵ : جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں [1]

کیا کوئی کھلم کھلا غیر مسلم نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا نام اس طریقہ سے لے گا اور اس بے باکی سے ان کے اختیارات کی یکسر نفی کی جرأت کرے گا؟

۶ : سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا [2]

[1] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان ، ص ۴۷

[2] ایضاً : ، ص ۶۶

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

۷ : جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار، سو ان معنوں پر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے [1]

۸ : کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو [2]

۹ : اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر انکو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں [3]

گویا ان لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اتنی ہی ہے، کہ اگر انبیاء و اولیاء کی تعریف و تعظیم عام انسانوں، گاؤں کے چودھری اور بڑے بھائی سے زیادہ کر دی تو خدا کی خدائی خطرے میں پڑ جائے گی۔

جب تقویۃ الایمان کی تصریح کے مطابق تمام انسان بھائی بھائی ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے کوئی بڑائی عطا کی وہ بڑا بھائی اور دوسرا چھوٹا بھائی ہوا تو یہ بھی کہہ دینا چاہئے تھا کہ فرعون، ہامان اور ابو جہل سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز

---

[1] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان، ص ۷۲

[2] ایضاً : ص ۷۱، ۷۲

[3] ایضاً : ص ۹۸

اور ہمارے بھائی مگر ہمیں اللہ تعالےٰ نے بڑائی دی، وہ چھوٹے بھائی ہوئے اور ہم ان کے بڑے، ظاہر ہے اس طرح کہنے سے اپنی اَنا کو ٹھیس پہنچی تھی جو کسی صورت گوارا نہیں، رسالت کی عظمت و تقدیس مجروح ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔

۱۰ : حضرت قیس بن سعد مقام حیرہ تشریف لے گئے، وہاں دیکھا کہ وہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے تھے، انہوں نے واپس آکر بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ حضور آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اسے سجدہ کرو گے، عرض کیا نہیں، فرمایا پھر مجھے بھی سجدہ نہ کرو۔

یہ حدیث نقل کرکے اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا :-

" یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں " [1]

حالانکہ حدیث شریف کے کسی جملہ کا یہ معنی نہیں اور نہ ہی حدیث سے یہ مطلب سمجھ آتا ہے، جو شخص قصداً غلط بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے، اس کے لئے صاف وعید ہے فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ [2] (وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے)۔

حدیث شریف میں ہے :

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ [3]

---

[1] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان ، ص ۶۹

[2] سلیمان بن الاشعث، ابوداؤد، امام : سنن ابوداؤد (کراچی) ج ۲ ، ص ۱۵۸

[3] ابن قیم : جلاء الافہام (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۶۳

"بے شک اللہ تعالےٰ نے زمین پر حرام فرمایا کہ انبیاء کے اجسادِ مبارکہ کو کھائے"۔

پھر کس قدر جرأت ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہا جائے کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" اور ستم یہ کہ اسے حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا فرمان قرار دیا جائے۔

تقویۃ الایمان میں متعدد مقامات پر وہ آیات، انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کی گئی ہیں جو بتوں کے بارے میں وارد تھیں، اسی لیے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

"الحاصل مابین اصنام و ارواح کمّل فرقیست بیّن و امتیازیست باہر، پس آیاتِ واردہ فی حق الاصنام را بر انبیاء و اولیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین حمل نمودن کما فی تقویۃ الایمان تحریفے است قبیح و تخریبے است شنیع"۔ [1]

الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق ظاہر و باہر ہے لہٰذا بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کرنا جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے قبیح تحریف اور بدترین تحریف ہے۔

مذکورہ بالا عبارات میں تاویل و توجیہ سے بات بنانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، خود مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کہا ہے :

"یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے کہ معما اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں"۔ [2]

---

[1] مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت پیر سید : اعلاء کلمۃ اللہ، ص ۱۷۱

[2] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان، ص ۶۴

مولوی حسین احمد مدنی نے لکھا ہے :

" حضرت مولانا گنگوہی .... فرماتے ہیں کہ جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرورِ کائنات علیہ السلام ہوں، اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے "[1]

غرض یہ کہ جسے اپنا دین و ایمان عزیز ہو اسے ان لوگوں سے دور اور الگ رہنا چاہیے، سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے مقتدر بزرگ حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی قدس سرہ کا ارشاد ملاحظہ ہو، بیان کرنے والے ہیں، ان کے فرزندِ گرامی حضرت شاہ محمد مظہر نقشبندی مجددی مہاجر مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

ولم یذکر احدا بالسوء الا الفرقۃ الضالۃ الوھابیۃ لتحذیر الناس من قباحۃ افعالھم واقوالھم[2]

پھر اسی صفحہ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

وکان قدس سرہ یقول ادنی ضرر صحبتھم ان محبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی ھی من اعظم ارکان الایمان تنقص ساعۃ فساعۃ حتی لا یبقی منھا غیر الاسم والرسم فکیف یکون اعلاہ فالحذر الحذر عن صحبتھم ثم الحذر الحذر عن رؤیتھم اھ فاحفظہ (منہ)

---

[1] حسین احمد مدنی : الشہاب الثاقب ، ص ۵۷

[2] محمد مظہر مہاجر مدنی، حضرت مولانا شاہ : المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ (مطبوعہ قزان ۱۸۹۶ء) ص ۱۷۶

حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کسی کی برائی نہیں کرتے تھے سوائے وہابیہ کے گمراہ فرقہ کے، تاکہ لوگوں کو ان کے افعال واقوال کی قباحت سے ڈرائیں، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ وہابیوں کی صحبت کا معمولی نقصان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت جو ایمان کے بڑے ارکان میں سے ہے، لحظہ بہ لحظہ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ نام ونشان کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہ جاتا، جب معمولی ضرر کا یہ حال ہے تو بڑے نقصان کا کیا عالم ہوگا؟ لہذا ان کی صحبت سے بچو، ضرور بچو بلکہ ان کی صورت تک دیکھنے سے ضرور بالضرور اجتناب کرو۔

امّتِ مسلمہ تقویۃ الایمانی شرکیات اور بدعات کی زد میں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے زمانہ تک متحدہ پاک و ہند میں دو ہی گروہ تھے، اہلِ سنت اور اہلِ تشیع، لیکن اسمٰعیل دہلوی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بے دھڑک امتِ مسلمہ کو کافر و مشرک قرار دیا اور وہابیت کا ایسا فتنہ چھوڑا جو آج تک تفریق و انتشار کا سبب بن رہا ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے عام سوانح نگار یہ ماننے سے گریزاں دکھائی دیتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پیروی کی ہے لیکن نواب وحید الزمان (غیر مقلد) بڑی صفائی سے اس کا اعتراف کر گئے ہیں، ہدیۃ المہدی میں لکھتے ہیں :-

"ہمارے بعض متاخرین بھائیوں نے شرک کے بارے میں بہت شدت اختیار کی ہے اور اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا ہے اور مکروہ یا حرام امور کو شرک قرار دے دیا ہے۔" (ترجمہ عربی عبارت)

پھر اس کے حاشیہ میں بتایا کہ وہ کون لوگ ہیں :-

"وہ شیخ عبدالوہاب ہیں جنہوں نے ان امور کو شرک قرار دیا جیسا کہ اہلِ مکہ کی طرف ارسال کردہ اس کے بیٹے محمد اور پوتے عبداللہ کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے اور مولانا اسمٰعیل شہید نے تقویۃ الایمان

ہیں اکثر امور میں اس کی پیروی کی ہے۔" لہ

تقویۃ الایمانی شرک و کفر کے چند نمونے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور تلاش کریں کہ دنیا میں کون ساخوش نصیب ہے جو اُن کی زد میں نہیں آتا :-

● "اول سننا چاہیے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھتے اور ایمان کا دعوےٰ رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں۔" (ص ۵)

یعنی جب تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھی گئی، اکثر لوگ (مسلمان) مشرک تھے اور توحید نایاب تھی، اب ذرا اس شرک کی تفصیل بھی دیکھئے :-

● "مشکل کے وقت پیروں، پیغمبروں، اماموں، شہیدوں اور فرشتوں کو پکارنا شرک، ان سے مرادیں مانگنا شرک، ان کی منّتیں ماننا شرک، حاجت برآری کے لئے ان کی نذر و نیاز شرک، بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کی نسبت ان کی طرف کرنا شرک، عبدالنبی، علی بخش، حسین بخش، پیر بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین نام رکھنا شرک" (ملخصاً) (ص ۵)

صاحبِ تقویۃ الایمان کو مسلمانوں کی یہ وضاحت بھی مطمئن نہیں کرتی کہ ہم ان حضرات کو اللہ تعالےٰ کے برابر نہیں سمجھتے، ہم انہیں اللہ تعالےٰ کا بندہ اور مخلوق سمجھتے ہیں، یہ حضرات اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں، ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے، اس قسم کی وضاحت کو یہ کہہ کر کہ "اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں" (ص ۶) رد کر دیتا ہے۔

لہ وحید الزمان، نواب : ہدیۃ المہدی (میور پریس، دہلی) ج ۱، ص ۲۶

ارشادِ الٰہی وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ الآیۃ نقل کر کے کہتا ہے :-

" یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہوتا ہے ۔" (ص ۷)

حالانکہ یہ آیت صراحۃً ان لوگوں (مشرکوں اور کافروں) کے بارے میں ہے جو اللہ تعالےٰ کے ماسوا کسی کی عبادت کرتے ہیں اور دنیا کا کوئی مسلمان کسی مخلوق کی عبادت (پوجا) نہیں کرتا ، صاف پتا چلتا ہے کہ دہلوی نے تمام مسلمانوں ہی کو پہلے کافر اور مشرک قرار دے رکھا ہے ، پھر جتنی آیات کافروں کے بارے میں وارد ہیں مسلمانوں پر چسپاں کر دی ہیں ورنہ قرآنِ کریم کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کو سفارشی ماننے والا کافر ہے :-

" جو کوئی کسی سے یہ معاملہ (پکارنا ، منت ماننا ، نذر و نیاز کرنا ، وکیل اور سفارشی ماننا) کرے ، گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے ، سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے ۔" (ص ۸)

" پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے ۔" (ص ۱۰)

یعنی اللہ تعالےٰ کی عطا سے علم و قدرت ماننا بھی شرک ہے ، اب خود ہی سوچئے کہ اٰتَيْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ، بزرگانِ دین کا غلاف پکڑ کر دعا مانگنا شرک ، ارد گرد روشنی کرنا شرک ، مجاور بن کر خدمت کرنا مثلاً جھاڑو دینا شرک ، روشنی کرنا شرک ، فرش بچھانا شرک ، پانی پلانا شرک ، وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان

درست کرنا شرک (ص ۱۱)

- " پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے " (ص ۱۲)
- " یہ کہنا کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا، شرک، کسی کو داتا کہنا شرک، کسی کو شہنشاہ کہنا شرک " (ص ۱۴)

تقویۃ الایمان کے مطابق موحد بن جائیے پھر چاہے فرعون، ہامان بلکہ شیطان جتنے گناہ بھی کر لیجئے، سب معاف بلکہ گناہوں کے مطابق رحمت ملے گی چلو چھٹی ہوئی :-

- " اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کئے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اسی میں ہے پھر یوں سمجھے کہ جتنے گناہ ان گنہگاروں سے ہوئے ہیں سو ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا " (ص ۲۲)
- " یہ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے ...... یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے " (ص ۲۷)

گویا دور سے پکارنا اللہ تعالےٰ کے ساتھ مختص ہے اور یہ اسی وقت ہوگا

جب اللہ تعالےٰ کو دور مانا جائے گا، مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کو دور سے پکارا تو شرک لازم آئے گا، معاذ اللہ!

حصنِ حصین میں حدیث ہے :-

وَاِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْیَقُلْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔

"اگر مدد طلب کرے تو کہے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔"

نواب قطب الدین ظفر جلیل شرح حصنِ حصین میں لکھتے ہیں :-

"میرک شاہ نے بعض علماءِ ثقات سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور محتاج ہیں طرف اس کے تمام مسافر اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس مقدمہ میں۔" [1]

تقویۃ الایمان کے مطابق اس حدیث پر نہ صرف پکارنے کے اعتبار سے بلکہ مانگنے کے اعتبار سے بھی شرک کا حکم عائد ہوگا، نعوذ باللہ تعالےٰ من ذلک۔

"سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کی برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔"

(ص ۳۲)

مشرک گری کا شوق کس قدر شدید ہے کہ جو شخص کسی مخلوق کے لئے جہان میں تصرف ثابت کرے یا کسی کو اپنا وکیل مانے اس پر شرک کا فتوےٰ جاری

---

[1] قطب الدین، نواب : ظفر جلیل، مطبع عبد الغفور شاہجہان آبادی، ص ۲۰۲ (بحوالہ الطیب البیان)

کر دیا جائے گا اگرچہ وہ اس مخلوق کو اللہ تعالےٰ کے برابر نہ جانے ، اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے : فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا "قسم ہے ان فرشتوں کی جو امورِ عالم کا انتظام کرنے والے ہیں۔" قرآنِ پاک کے مطابق بنی اسرائیل عرض کرتے ہیں : یٰمُوْسٰی اُدْعُ لَنَا رَبَّکَ "اے موسیٰ! (علیہ السلام) اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کیجئے۔"

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق انبیاءِ کرام کی خدمت میں حاضر ہوگی اور سرورِ عالم محبوبِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ بارگاہِ الٰہی میں ہماری شفاعت کیجئے اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیے جس میں ہم مبتلا ہیں ، یہ وکالت نہیں تو اور کیا ہے؟ تقویۃ الایمان کے مطابق تو قرآن و حدیث پر بھی شرک کا الزام آئے گا اور جب قرآن و حدیث ہی اس الزام سے بری نہ ہوئے تو اور کسی کے لئے کہاں گنجائش ہوگی؟

صفحہ ۳۵ سے ۳۷ تک شفاعت کا کھلم کھلا انکار کیا ہے جس کی تفصیل آپ تحقیق الفتوٰے میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

سلف صالحین سے برگشتہ کرنے کے لئے لکھا ہے :۔

"کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہی باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔" (ص ۴۷)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :

فَسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو"

اب سوال یہ ہے کہ اہلِ علم کے قول پر اعتماد کیا جائے گا یا نہیں؟ اگر اعتماد نہیں تو پوچھنے کا کہ [illegible] تعالیٰ اپنے بندوں کو عبث کا حکم دیتا

[illegible] کے مطابق شرک

[illegible] بات پیشِ نظر رہے

کہ کوئی اہل [illegible] ں کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا

وہ وہی حکم بیان کرے گا جو خدا اور رسول کا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ میں ہمیں دعا مانگنے کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اے اللہ! ہمیں راہِ راست کی ہدایت عطا فرما، چونکہ ہر گمراہ اور غلط کار یہ کہتا ہے کہ جس راہ پر میں چل رہا ہوں وہی راہِ راست ہے، اس لئے صراطِ مستقیم کی نشانی یہ بیان فرمادی صراط الذین انعمت علیہم یعنی جو شخص انعام یافتہ حضرات (انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین) کی راہ اختیار کرے گا وہ راہِ راست پر ہے اور جو ان کی راہ سے برگشتہ ہوا غلط کار اور گمراہ ہے، مگر مولوی اسمٰعیل کو اصرار ہے کہ "کسی کی راہ ورسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا شرک ہے"

ع بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

معاملہ سلف صالحین تک ہی نہیں رہ جاتا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو واجب الاطاعت ماننا بھی شرک قرار دیا ہے :

"یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع انہیں کا حکم ہے، ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات انکی امت پر لازم ہو جاتی تھی، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے بلکہ اصل حاکم اللہ ہے اور پیغمبر خبر دینے والا ہے۔" (ص ۴۷)

ارشادِ ربانی ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر رسول کے حکم کی اطاعت لازم نہیں ہے تو واطیعوا الرسول کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟

حضرت اقرع بن حابس نے پوچھا کیا حج ہر سال فرض ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا، جب انہوں نے دوسری اور تیسری بار یہی سوال کیا تو فرمایا لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا تمرّد دیکھئے کہ جو شخص یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اپنے فرمان سے کوئی بات واجب ہو جاتی ہے تو دہلوی کے نزدیک شرک واجب ہو جاتا ہے۔ اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اشیاء جن کے بارے میں نص وارد نہیں ہوئی حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان کا حکم فرمادیں تو واجب اور اگر منع فرمادیں تو ممنوع، مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

علامہ شرف الدین بوصیری قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِیْ فَلَآ اَحَدٌ
اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ

"ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حکم دینے والے، منع فرمانیوالے ہیں، کوئی شخص نَعَم اور لَا (ہاں اور نہیں) کہنے میں آپ سے سچا نہیں ہو سکتا۔"

امتِ مسلمہ کو جس بے دردی سے مشرک قرار دیا ہے وہ بڑا ہی خوفناک انداز ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک دیوانہ یا سویا ہوا آدمی جو واہی تباہی منہ میں آتا ہے کہے جاتا ہے، ملاحظہ ہو:-

"اور کسی کی قبر پر یا چلّہ پر یا کسی کے تھان پر جانا اور دور سے

قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانے اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھانس نہ اکھاڑنا اور اسی قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی یہ سب شرک کی باتیں ہیں، ان سے بچنا چاہیئے کیونکہ یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہیئے، کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیجئے۔" (ص ۴۵)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالٰے کی قبر بھی ہے جہاں دور سے قصد کر کے جانا چاہیئے اور اس کا طواف کرنا چاہیئے کیونکہ بقول تقویۃ الایمان یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہیئے۔

ان امور پر تفصیلاً گفتگو تو صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ کی تصنیفِ لطیف اطیب البیان میں کی گئی ہے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، خبردار! تم قبروں کی زیارت کیا کرو کہ یہ زیارت آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔"

لیکن تقویۃ الایمان کے مطابق قبر پر جانا شرک ہے، خاص طور پر روضہ مبارکہ کی زیارت کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا، تقویۃ الایمان کی رو سے دور سے قصد کر کے جانا شرک ہے۔

طوافِ قبر کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد ملاحظہ ہو :-

"بعدہ ہفت کرت طواف کند، دراں تکبیر بخواند و آغاز از راست بکند بعدہ طرف پایاں رخسارہ نہد و بیاید نزدیک روئے میت بنشیند بگوید یارب، بست ویک بار۔"

(الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ)

تقویۃ الایمانی دین کے مطابق حضرت شاہ صاحب مشرک ٹھہرے کہ وہ طوافِ قبر کا حکم دے رہے ہیں کہ دائیں جانب سے شروع کرے، سات چکر لگائے، ان میں تکبیر کہے، میت کے پاؤں کی طرف رخسارہ رکھے پھر میت کے چہرے کے سامنے آکر ۲۱ مرتبہ یارب کہے۔

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :-

اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَۃِ اَنْ یُّقْطَعَ عِضَاھُھَا اَوْ یُقْتَلَ صَیْدُھَا۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۲۹)

"میں مدینہ طیبہ کے دونوں سنگستانوں کے درمیانی حصہ کو حرام کرتا ہوں، اس کے درختوں کا کاٹنا اور اس کا شکار کرنا"

اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک قرار دیا گیا ہے۔

تذکیر الاخوان، تقویۃ الایمان کا دوسرا حصہ عربی میں تھا، مولوی اسمٰعیل دہلوی کا ارادہ تھا کہ اس کا اردو ترجمہ کیا جائے لیکن مہلت نہ ملی، اس کے مرید محمد سلطان نے اردو ترجمہ کیا، اس میں جن امور کو بدعت اور گمراہی قرار دیا ہے ان کی فہرست طویل ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

"پھر ان میں کوئی قادری، کوئی سہروردی، کوئی نقشبندی، کوئی چشتی

بنے، حکم یہی ہے کہ سب مل کر قرآن وحدیث پر عمل کرو اور سنت کے طریقے کے موافق مسلمان رہو اور یہود و نصاریٰ کی طرح کئی فرقے مت ہو جاؤ۔" (ص ۷۹)

یعنی چشتی، نقشبندی، قادری اور سہروردی بننا یہود و نصاریٰ کی تفرقہ بازی کی طرح ہے۔

نئے نئے فرقوں اور بدعتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا :-

"ایک فرقے نے گوشہ نشینی اور ترک امر بالمعروف ونہی عن المنکر اختیار کر کے شغل برزخ (تصور شیخ) اور نماز معکوس اور ختم اور توشے اور طرح طرح کے درود وظیفہ اور فالنامے اور گنڈے تعویذ اور اُتارے اور حاضراتیں اور عرس اور قبروں پر مراقبہ اور باجہ راگ سننا اور حال لانا ایجاد کیا اور مشائخ اور پیر کہلاتے، پھر کسی نے آپ کو چشتی مقرر کیا اور کسی نے قادری اور کسی نے نقشبندی کسی نے سہروردی، کسی نے رفاعی ٹھہرالیا۔" (ص ۸۱)

تقویۃ الایمان کے مطابق تمام سلاسل کے مشائخ اور مریدین بدعتی ٹھہرے۔

"شادی میں سہرا باندھنا، عید میں بغلگیر ہو کر ملنا، شبرات میں روشنی کرنا، تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی مردوں کی کرنا، نشانِ قدمِ رسول وغیرہ کی تعظیمیں کرنا، یہ سب ہندوؤں کی اور اپنے عالموں اور مولویوں اور درویشوں کی نکالی ہوئی ایجادی بات کو خدا اور رسول کے فرمودے کے برابر سمجھنا اور اس کی تحقیق نہ کرنا۔" (ملخصاً) (ص ۸۴)

لڑکا پیدا ہونے پر چھٹی کرنا، بسم اللہ کے واسطے چار برس اور چار مہینے کی قید کرنا اور بسم اللہ کی شادی کی محفل کرنا، ربیع الاول میں مولودی

محفل ترتیب دینا اور جب وہاں ذکر حضرت کے پیدا ہونے کا آوے کھڑے ہو جانا، ربیع الثانی کو گیارہویں کرنا، شعبان میں حلوا پکانا، شوال میں عید کے روز سوئیاں پکانا اور بعد نمازِ عیدین بغلگیر ہو کر ملنا یا مصافحہ کرنا اور ذیقعدہ کے مہینے میں نکاح کرنا، کفنی پر کلمہ وغیرہ لکھنا اور قبر میں قُل کے ڈھیلے رکھنا اور شجرہ رکھنا اور تیجہ دسواں چالیسواں اور چھ ماہی اور برسی عرس مُردوں کے کرنا اور اسقاط مروجہ کرنا، حافظوں کو قبروں پر بٹھلانا، قبروں پر چادریں ڈالنا، مقبرے بنانا، قبروں پر تاریخ لکھنا، وہاں چراغ جلانا اور وِردِ نادِ علی اور ختم بزرگوں کے نام کے اور مقلد کے حق میں تقلید ہی کافی جاننا"
(ملخصاً) (ص ۸۶ تا ۸۸)

غرض یہ کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عامۃ المسلمین کو کبھی مشرک اور بدعتی قرار دے کر ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی گئی ہے، اور مشرک سازی کا جنون اس حد تک پہنچا کہ جو نظر کے سامنے آیا اسے مشرک قرار دے دیا، یہ بھی مشرک وہ بھی مشرک، تم بھی مشرک اور میں بھی مشرک، تقویۃ الایمان کے مطابق مولوی اسمٰعیل دہلوی سمیت دنیا کے تمام افراد مشرک ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے دہلوی صاحب نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے اللہ تعالےٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ہر اس شخص کو قبض کر لے گی جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا، وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کچھ خیر نہ ہوگی تو وہ اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔

اس کے بعد مولوی اسمٰعیل دہلوی نے بے فائدہ ایک فائدہ کا اضافہ

کرتے ہوئے لکھا :-

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہوا" (ص ۵۰)

لیجئے وہ ہوا (دہلوی کی قسمت کے لئے) چل چکی اور دنیا میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، تو خود مولوی اسمٰعیل دہلوی کا کیا حال ہوگا؟

حضرتِ علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں :-

نَقْطَعُ بِتَكْفِيْرِ كُلِّ قَائِلٍ قَالَ قَوْلاً يُتَوَصَّلُ بِهٖ اِلٰى تَضْلِيْلِ الْاُمَّةِ -

"جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے" [1]

چونکہ تقویۃ الایمان میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا تھا اس لئے علماءِ اہلِ سنت نے سختی سے اس کا نوٹس لیا یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اس سے برأت اور بیزاری کا اظہار فرمایا۔ مولانا محمد مخصوص اللہ، مولانا محمد موسےٰ، حضرت شاہ احمد سعید مجددی، مفتی صدرالدین آزردہ، شاہ فضل حق خیرآبادی، شاہ عبدالمجید بدایونی اور شاہ فضل رسول بدایونی قدست اسرارہم ایسے اکابر معاصرین نے تقریر و تحریر کے ذریعے ردِّ بلیغ کیا۔ کچھ لوگوں نے ان نظریات کو اپنا کر حمایت کا راستہ اختیار کیا، پھر فریقین میں وہ معرکہ آرائی ہوئی کہ پورا ہند میدانِ کارزار دکھائی دینے لگا۔

---

[1] امام احمد رضا بریلوی : الکوکبۃ الشہابیہ ، ص ۱۲

آج غیر مقلدین، دیوبندی، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت تقویۃ الایمانی عقائد و نظریات پر کاربند ہیں اور اسی رشتے کی بناء پر نجدیوں کی تمام زرمالی، علمی اور اخلاقی امداد ان جماعتوں کو حاصل ہے، صرف اہل سنت و جماعت (جن کا پاک و ہند میں امتیازی نشان بریلوی ہے) سلف صالحین کے مسلک پر عمل پیرا ہیں اور ان عقائد کے حامل ہیں جو تقویۃ الایمان سے پہلے تمام مسلمانان عالم کے عقائد تھے اور آج بھی مسلمانوں کی اکثریت انہی عقائد پر ہے، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی نجات نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سچی محبت اور اتباع میں مضمر مانتے ہیں،

فریقین کے درمیان اصولی (اعتقادی) اختلافات کی خلیج اتنی وسیع ہے جسے پاٹنا نہایت مشکل ہے، پہلا فریق تقویۃ الایمانی معتقدات سے دستبردار ہونے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوگا اور دوسرا فریق انبیاء و اولیاء کی محبت و عقیدت اور سلف صالحین کی روش سے منحرف ہونا گوارا نہیں کرے گا اور یہ سب کچھ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا کیا دھرا ہے جس نے دیدہ دانستہ اختلاف و انتشار کی تخم ریزی کی اور جواز یہ پیش کیا کہ خود لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے،

چنانچہ ایک مقام پر اعتراف کرتے ہوئے لکھا :-

"میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے، ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہو گی ...
مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔"[۱]

---

[۱] اشرف علی تھانوی : حکایات اولیاء (دار الاشاعت، کراچی) ص ۹۴ - ۱۰۳

کیا کوئی ذی ہوش یہ فارمولا تسلیم کر لے گا کہ چونکہ لڑائی بھڑائی کے بعد خود مصالحت ہو جائے گی اس لئے افتراق کا بیج بو دینا چاہیئے، یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی شخص کو اس توقع پر زہر دے دیا جائے کہ خود الٹ پلٹ ہونے کے بعد صحیح ہو جائے گا، کاش کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی یہ کتاب لکھ کر شیرازۂ امت کو بکھیرنے کا سبب نہ بنتا۔

مجاہدِ اسلام مولانا حسین حلمی بن سعید مدظلہ کو اللہ تعالےٰ دنیا و آخرت کی برکتوں اور سعادتوں سے مالامال فرمائے کہ انہوں نے مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکی سے اہلِ سنت وجماعت کی حمایت اور وہابیت کے رد میں بے اندازہ لٹریچر شائع کر کے بین الاقوامی سطح پر مفت تقسیم کیا ہے، ان کی کوششیں پیرانِ گرامی مشائخ عظام اور علمارِ دین کے لئے بہترین مثال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہم سب عزت وعافیت مسلکِ اہلِ سنت کی بقار سے وابستہ ہے اس لئے مسلکِ اہلِ سنت وجماعت کا تحفظ اور اس کی اشاعت کا فریضہ ہم سب پر عائد ہوتا ہے۔

تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ۱۵ محرم ۱۲۴۰ھ کو تقویۃ الایمان لکھی، کسی شخص نے اس کی ایک عبارت نقل کر کے شاہ فضل حق خیر آبادی کی خدمت میں پیش کی جس میں شفاعت کا انکار کیا گیا تھا۔ علامہ نے ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ (سرکشی کے ابطال میں فتوے کی تحقیق) لکھی اور جواب کا حق ادا کر دیا۔

تقویۃ الایمان (مطبوعہ مرکنٹائل پرنٹنگ دہلی) کے ص ۳۵ سے ۳۸ تک مسئلہ شفاعت پر گفتگو کی گئی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

شفاعت کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) شفاعتِ وجاہت، مثلاً بادشاہ کے پاس کسی مقتدر وزیر نے ایک مجرم کی سفارش کی، بادشاہ اس خطرے کے پیشِ نظر اس کی سفارش مان لیتا ہے کہ نہ ماننے کی صورت میں وزیر ناراض ہو جائے گا اور نظامِ مملکت میں خلل پڑ جائیگا۔

اس اعتبار سے بارگاہِ الٰہی میں شفاعت نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی بھی بزرگ شخصیت کو بارگاہِ الٰہی میں یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکمِ کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر ڈالے" (ص ۳۵)

۲ : شفاعت بالمحبت : مثلاً بادشاہ کا محبوب سفارش کرے اور بادشاہ اس کی سفارش اس لئے قبول کرلے کہ کہیں محبوب رُوٹھ نہ جائے اور اس کے روٹھنے سے مجھے رنج لاحق نہ ہو۔ یہ شفاعت بھی بارگاہِ الٰہی میں نہیں ہوسکتی۔

۳ : شفاعت بالاذن : مثلاً چور گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوتا ہے وہ ہمیشہ کا چور نہیں ہے، اپنے کئے پر نادم ہے اور کسی امیر وزیر کی پناہ نہیں لیتا، بادشاہ اسے معاف کرنا چاہتا ہے لیکن آئین بادشاہت کا خیال کرکے بے سبب درگزر نہیں کرسکتا، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پاکر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کرکے اس چور کی تقصیر معاف کردیتا ہے، سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہوسکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن وحدیث میں ذکر ہے، سو اس کے معنی یہی ہیں (ملخصاً)

چونکہ قرآن وحدیث سے انبیاء و اولیاء کی شفاعت ثابت ہے اس لئے پہلی دو قسموں کا کھلم کھلا انکار کیا اور تیسری قسم کے انکار میں حیلہ بہانہ سے کام لیا کیونکہ تقویۃ الایمان کے مطابق تیسری قسم میں محض بظاہر شفاعت ہے، درحقیقت اللہ تعالیٰ خود مجرم کو معاف کرنا چاہے گا لیکن آئینِ بادشاہت کا خیال کرکے بے سبب درگزر نہیں کرسکے گا اس لئے نبی اور ولی، اللہ تعالیٰ کا منشا معلوم کرکے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ برائے نام اس شفاعت کو قبول کرکے از خود مجرم کو معاف کردے گا۔

دیکھا آپ نے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت کیا کہ بے سبب درگزر نہیں کرسکے گا اور کس عیاری سے انبیاء و اولیاء سے شفاعت کی اس قسم کی بھی نفی کردی۔

سائل نے یہ عبارت نقل کر کے علامہ فضل حق خیر آبادی سے درج ذیل امور دریافت کئے :-

(۱) یہ قول حق ہے باطل ؟

(۲) یہ کلام حضور سید الانام صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے یا نہیں ؟

(۳) اگر یہ کلام تنقیصِ شان ہے تو اس قائل کا شرعی طور پر کیا حکم ہے ؟

حضرتِ علامہ نے جواب کو چار مقامات پر تقسیم کیا ہے :

پہلا مقام : شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام اور بالخصوص سید الشافعین صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان۔

دوسرا مقام : قائل مذکور کے کلام کا ابطال۔

تیسرا مقام : یہ کلام حضور سید المقربین صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے۔

چوتھا مقام : علماءِ شریعت کے نزدیک اس جرم کے مرتکب کا حکم۔

ہر مقام میں عقلی و نقلی دلائل تفصیل سے بیان کئے اور آخر میں سوال مذکور کے ہر جزء کا جواب بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) یہ کلام سراپا جھوٹ اور فریب ہے کیونکہ اس میں گناہگاروں کی نجات کے لئے شفاعت کے سبب ہونے کا انکار ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کی شفاعتِ وجاہت اور شفاعتِ محبت کی نفی ہے اور یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اجماعِ امت کے خلاف ہے جیسا کہ تفصیلاً پہلے مقام میں بیان ہوا۔

(۲) بے شک اس کا یہ کلام حضرت محبوبِ رب العالمین تمام انبیاء، ملائکہ

اور اولیاءِ کرام کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے جیسا کہ تیسرے مقام میں بیان ہوا۔

(۳) اس بے فائدہ کلام کا قائل شریعتِ مبارکہ کی رو سے بلا شبہ کافر و بے دین ہے، ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔

یہ فتوے بعد کے علماء کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوا اور اکابر علماء نے بطور حوالہ اس کی عبارتیں نقل کی ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

" مولوی فضلِ حق خیر آبادی نے (جزاہ اللہ خیراً) کہ علم و فضل میں مولوی اسمٰعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں، علومِ عقلیہ و نقلیہ اپنے والدِ ماجد سے کہ یگانہ عصر تھے، حاصل کئے، مولوی اسمٰعیل کے روبرو ان کا رد و ابطال کیا اور تکفیر کی، نوبت تحریر کی آئی، مسئلہ شفاعت میں مولوی اسمٰعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی، آخر کو عاجز و ساکت ہو گئے اور تحقیق الفتوے فی رد اہل الطغوی کمال شرح و بسط سے مولوی فضلِ حق صاحب نے لکھا " [۱]

اس کے بعد تحقیق الفتوے کے آخر سے فتوے کا خلاصہ نقل کیا اور بعد میں فرمایا :-

" مہریں و دستخط اکثر علماء کی اس پر ثبت ہوئیں " [۲]

حضرت مولانا غلام قادر بھیروی (...)

گیارہ کتابیں لکھیں اور بے شمار خلقِ خدا ...

---

[۱] شاہ فضل رسول بدایونی : سیف الجبار (مکتبہ رضویہ، لاہور ۱۹۷۳ء) ص ۶ - ۱۵

[۲] ایضاً : ص ۸۸

(مطبع محبوبی، دہلی ۱۰۶۶ھ ص ۱۲) کے حوالہ سے فتوے کا خلاصہ نقل کیا ہے اور خلاصہ نقل کرنے سے پہلے فرماتے ہیں :-

"یہ آج کی بات نہیں بلکہ ایسے مباحثے و مذاکرہ مصنفِ تقویۃ الایمان سے دہلی میں علماء و فضلاء اہلِ سنت وجماعت نے کئے تھے اور اس وقت مصنفِ مذکور مغلوب ہو گیا تھا لیکن اب ہوائے نفسانی کو کام فرما کر اپنی عادت سے باز نہ آیا، اس پر کئی فتوے تکفیر کے باعث تصنیف کتاب مذکورہ کے تحریر ہوئے۔" [1]

فتوے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

"اور اکثر علماء شاہ جہان آباد کی مہریں اس پر ثبت ہیں۔" [2]

علامہ فضل حق خیر آبادی نے تقویۃ الایمان کی اس عبارت پر

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ"

گرفت فرماتے ہوئے مسئلہ امتناع النظیر پر بھی بحث کی تھی کہ اوصافِ کاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات ہے اور اس پر ایک دلیل یہ دی کہ :-

"اگر ایجاد اور تکوین کا تعلق اوصافِ کاملہ میں نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نظیر کے ساتھ صحیح ہو تو اللہ تعالٰے کے جھوٹ کا صحیح ہونا لازم آئے گا کیونکہ اوصافِ کاملہ میں حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نظیر اور آپ کا مساوی نبی ہی ہوگا اور حضور

---

[1] غلام قادر بھیروی، امام علامہ : اسلام کی آٹھویں کتاب (جے ایس سنت سنگھ لاہور ۱۹۳۹ء) ص ۵-۴

[2] ایضاً : ص ۹

صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بعد انئے نبی کا وجود نص قرآنی وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے کذب کو مستلزم ہے اور جھوٹ چونکہ عیب ہے اس لئے اللہ تعالٰے کے لئے محال بالذات ہے۔"

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے عقیدہ امکانِ نظیر کی حمایت میں کہہ دیا کہ اللہ تعالٰے کا جھوٹا ہونا (معاذ اللہ) ممکن ہے، اس سے ایک اور بحث کا دروازہ کھل گیا۔ مولوی محمد بن عبد القادر لودھیانوی (دیوبندی) نے ایک رسالہ تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان لکھا اور مسئلہ امکانِ کذب کا شدید رد کیا، چنانچہ لکھتے ہیں :-

"فریقِ اول کا یہ دعوے کہ خدا تعالٰے کی کلام میں کذب ممکن ہے، سخت بے جا ہے ...... کیونکہ عدم اس کا برخلاف ممکن کے ضروری ہے، دلائل عقلیہ و نقلیہ سے علمائے اسلام نے کذب کا امتناع ثابت کیا ہے، کتبِ تفسیر و عقائد و اصول میں یہ مسئلہ مشرحاً موجود ہے۔" [1]

چند دلائل دینے کے بعد لکھتے ہیں :-

" اس مسئلے میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے اعلٰی درجے کی غیر مقلدی کا رتبہ حاصل کیا کیونکہ ادنیٰ درجے کی غیر مقلدی تو صرف یہی ہے کہ ہم امامانِ دین کی تقلید نہیں کرتے، آیات و احادیث پر عمل بموجب فہم اپنے کے کرتے ہیں اور اعلٰی درجے کی غیر مقلدی یہ ہے کہ قرآن حدیث

---

[1] مولوی محمد : تقدیس الرحمٰن (مطبع صحافی، لاہور) ص ۳

کی بھی تقلید نہ کی جاوے جیسا اپنے زعم میں آوے، گو آیاتِ قطعیہ اور جمہورِ عقلاء کے مخالف ہو، درست ہے جیسے مولوی اسمٰعیل صاحب نے کذب کا امکان کلامِ ربانی میں مخالف ادلہ نقلیہ و عقلیہ کے جائز رکھ کر مع متبعین مورد آیہ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ کے ہوئے۔" ؎۱

البتہ مولوی محمد لدھیانوی نے مسئلہ امتناع النظیر میں شاہ فضلِ حق خیر آبادی کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے:

" مولوی فضلِ حق صاحب اور متبعین ان کے مثل مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری وغیرہ نظیر خاتم النبیین کو ممتنع بالذات قرار دینے میں سخت غلطی پر ہیں، دلائل عقلیہ و نقلیہ بالکل ان کے مخالف ہیں۔" ؎۲

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی کوئی تصنیف مولوی محمد لدھیانوی کے سامنے نہیں تھی اس لئے علامہ کی کسی دلیل کو نقل کر کے اس کا جواب نہیں دیا۔

امکانِ کذبِ باری تعالےٰ کے رد میں اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے متعدد رسائل تحریر فرمائے ہیں جو سبحٰن السبّوح میں چھپ چکے ہیں، آج تک بفضلہ تعالےٰ کسی کو ان کے جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی۔

؎۱ مولوی محمد : تقدیس الرحمٰن ، ص ۸ - ۷

؎۲ ایضاً : ، ص ۱۳

مولانا احمد حسن کانپوری نے رسالہ مبارکہ تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان لکھا اور اس میں مناظرۂ بہاولپور کے دیوبندی استدلالات پر بھی کلام کیا [1]

مولوی محمود حسن دیوبندی نے اس کے جواب میں الجہد المقل لکھی جس میں اللہ تعالےٰ کے لئے جھوٹ کا امکان ثابت کرتے کرتے تمام افعالِ قبیحہ قدرتِ باری تعالےٰ کے تحت داخل ہونے کا اعتراف کر گئے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"افعالِ قبیحہ کو مثل دیگر ممکناتِ ذاتیہ مقدورِ باری جملہ اہلِ حق تسلیم فرماتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو اون (اُن) کے صدور میں ہے نفسِ مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی نظر نہیں آتی ۔"

چند سطور کے بعد لکھتا ہے :۔

"بالجملہ قبائح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہبِ اہلِ سنت ہے البتہ بوجہ امتناع بالغیر ان کے تحقق و فعلیّت صدور کی کبھی نوبت نہیں آسکتی ،، [2]

مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی نے الصمصام القاضب لرأس المفتری علی اللہ الکذب اور مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی نے عجالۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب لکھ کر عقیدۂ امکانِ کذب کا ردِ بلیغ فرمایا۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے ١٩ محرم ١٣٣١ھ/

---

[1] محمود احمد قادری، مولانا شاہ : تذکرۂ علمائے اہلِ سنت (مطبوعہ کانپور ١٣٩١ھ) ص ٢٨

[2] محمود حسن دیوبندی : الجہد المقل (مطبع بلالی، ساڈھورہ) ج ١، ص ٤١

۱۹۱۲ء کو انجمن نعمانیہ، لاہور کے پچیسویں سالانہ جلسہ میں تقریر فرمائی۔ مشہور محدّث حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ بھی تشریف فرما تھے، حضرت نے اپنے خطبہ میں مسئلہ امتناعِ نظیر اس عمدگی سے بیان کیا کہ اہلِ علم عش عش کر اُٹھے، فرمایا :-

واول ظهورات حين الرحمٰن على العرش استوىٰ، ثاني شيونات المبشر بها ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمين كما ان اٰخر اٰخر رحمات (ينبغي ان يكون كما انه اٰخر رحمات) اذا ما يشفع عنده الا باذنه اول اذنات، فهو صلى الله تعالیٰ عليه وسلم اول ما خلق الله نوره كما ان اٰخر بخاتم النبيين ظهوره ومن هنا امتنع مثله و نظيره، فان الاول ليس بثان وكما ان الثاني ليس باول، فامتناع شريك الباري عز اسمه من ذاته كما ان عدم امكان نظيره صلى الله عليه وسلم من حيث بعض صفات فظاهر ان المقدورات غير محيطة بالمعلومات فاتضح الامر باوضح الدلالات بغير مدخل مسئلة امكان الكذب وامتناعه اللّٰهم ارنا حقيقة الاشياء كما هي [1]

---

[1] فیض احمد، مولانا : مہرِ منیر ، ص ۴۶۴

"اس کا پہلا ظہور الرحمٰن علی العرش استویٰ کے وقت تھا، اس کی دوسری شان وہ ہے جس کی بشارت وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین میں دی گئی ہے جسطرح اللہ تعالےٰ کی آخری رحمت نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں جنہیں سب سے پہلے شفاعت کی اجازت دی جائے گی، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا جیسے کہ خاتم النبیین ہونے کی حیثیت سے آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہے، اس بنا ر پر آپ کی مثل اور نظیر ممتنع ہے کیونکہ اول ثانی نہیں ہوسکتا جیسے کہ ثانی اول نہیں ہوسکتا، شریک الباری، ذاتِ الٰہی کے اعتبار سے ممتنع ہے اور نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نظیر آپ کے بعض اوصاف کے اعتبار سے ممتنع ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ تمام معلومات، قدرت کے تحت داخل نہیں (واجب اور ممتنع، معلوم ہیں لیکن قدرت کے تحت داخل نہیں) مسئلہ امکانِ کذب اور امتناعِ کذب کو دخل دیئے بغیر مسئلہ (امتناعِ نظیر) نہایت واضح طور پر ثابت ہوگیا، اے اللہ! ہمیں اشیار کی حقیقتِ واقعیہ دکھا"

سیف الجبار کے حوالہ سے اس سے قبل بیان ہو چکا ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا مولوی اسمٰعیل دہلوی سے تحریری مناظرہ بھی ہوتا رہا جس میں مولوی اسمٰعیل دہلوی عاجز و ساکت ہوئے، تحقیق الفتوےٰ کے جواب مولوی اسمٰعیل دہلوی کے شاگرد مولوی حیدر علی ٹونکی نے ایک رسالہ لکھا جس کے رد میں حضرتِ علامہ نے امتناع النظیر ایسی شہرۂ آفاق کتاب فارسی میں لکھی جس کا جواب آج تک کسی سے نہ بن سکا۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف

ہماری سابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی کوشش سے اشتعاع النظیر ایک دفعہ چھپی۔ کوئی صاحبِ ہمت اگر اس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کرے تو یہ بڑی علمی و دینی خدمت ہوگی۔

تحقیق الفتوے، مسئلۂ شفاعت پر بے نظیر کتاب ہے اس میں اگر مباحث ہیں تو اہلِ محبت کے لئے فضائل و مناقب کا خاصا ذخیرہ بھی موجود ہے، اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرتِ علامہ صرف منطق و حکمت اور ادب عربی پر ہی کامل دسترس نہیں رکھتے تھے بلکہ علومِ دینیہ تفسیر، حدیث اور اصولِ فقہ میں بھی گہری نظر رکھتے تھے، بلاشبہ یہ کتاب اربابِ نظر اور اہلِ محبت کے لئے ارمغانِ عظیم ہے۔ اصل کتاب چونکہ فارسی زبان میں تھی اس لئے فارسی کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق یہ کتاب اس سے پہلے نہیں چھپی، حیرت کی بات ہے کہ اتنی اہم کتاب ایک سو ساٹھ سال تک منظرِ عام پر نہ آسکی جب کہ تقویۃ الایمان کے بیسیوں ایڈیشن چھپ گئے، دراصل جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد سب سے زیادہ مصائب و آلام کا شکار علماءِ اہلِ سنت ہوئے۔

انگریز کی نظر میں قابلِ عتاب اہلِ سنت ہی تھے، پھر جب پریس پر ہندوؤں کا اثر و نفوذ بڑھا تو بھی ان کے قہر و غضب کا ہدف علماءِ اہلِ سنت ہی تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ لٹریچر کی اشاعت کے میدان میں وہ کام نہ ہو سکا جو ہونا چاہیئے تھا اگرچہ تصنیف و تالیف کے میدان میں اہلِ سنت نے بڑا کام کیا لیکن اس کی خاطر خواہ اشاعت نہ ہو سکی، گھٹن زدہ ماحول میں اشاعتی ادارے بھی کچھ زیادہ قائم نہ ہو سکے، اسی سبب سے اہلِ سنت کا لٹریچر ضرورت

کے مطابق دستیاب نہ ہوتا تھا، اب بحمدہٖ تعالےٰ پاکستان میں متعدد اشاعتی ادارے قائم ہو چکے ہیں اور ان کی طرف سے بڑی مقدار میں لٹریچر سامنے آرہا ہے۔ یہ ادارے اگر منظم طریقے پر کام کریں تو ان کی کارکردگی میں بے پناہ اضافہ ہو سکتا ہے۔

تحقیق الفتوے کا ایک مخطوطہ مولانا عبدالقادر شہید بانی جامعہ قادریہ فیصل آباد کے پاس تھا۔ برادرِ محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری مدظلہ آستانہ عالیہ حضرتِ محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی قادری قدس سرہ نے ۱۹۵۸ء میں ان سے لے کر نقل کیا۔

مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ تعالےٰ کی معرفت معلوم ہوا کہ اس کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے، انہی کے توسط سے دونوں نسخوں کے مقابلہ کا موقع ملا، ۲۱ نومبر ۱۹۷۳ء کو راقم الحروف تقابل سے فارغ ہوا۔

گزشتہ سال ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء رمضان المبارک کی تعطیلات میں اس کا ترجمہ کرنے کا موقع ملا، اتنے مراحل کے بعد اب یہ کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، پہلے اردو ترجمہ اور آخر میں اصل کتاب فارسی رکھی گئی ہے تاکہ عام قارئین کے لئے آسانی رہے۔ فارسی نسخہ کے حواشی میں دونوں نسخوں کا اختلاف دکھایا گیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نسخہ کے لئے (پ) اور ذاتی نسخہ کے لئے (ذ) علامت استعمال کی گئی ہے۔

ان دونوں نسخوں کے علاوہ ایک تیسرا قلمی نسخہ قاضی صدرالدین ہزاروی (ہری پور) کے کتب خانہ میں موجود ہے، مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ تعالےٰ

نے راقم کو بتایا تھا کہ وہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ ایک نسخہ مولانا صاحبزادہ عبدالصبور صاحب (گگھڑمنڈی) کے پاس تھے، افسوس کہ راقم الحروف آخرالذکر نسخوں کی زیارت نہیں کر سکا۔

تحقیق الفتوے کی اہمیت کے لئے علامہ فضلِ حق خیرآبادی کا نام ضمانت کی حیثیت رکھتا ہے، کتاب کے آخر میں دہلی کے مشہور اکابر کی تصدیقی مہریں ثبت ہیں جن سے کتاب کی ثقاہت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

یکم رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کرتے ہوئے، اس کی بارگاہ میں نذرانۂ عجز پیش کرتے ہوئے، اس کے حبیب پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرتے ہوئے استفسار ہے -

علماءِ شریعت اور اربابِ صدق ویقین مفتیانِ مخلصین کیا فرماتے ہیں اس شخص (مولوی اسمٰعیل دہلوی) کے بارے میں جس نے فارسی سے ناواقف عوام الناس کی تعلیم کے لئے ایک رسالہ اردو میں تحریر کیا ہمسئلہ شفاعت میں اپنی زبان ان کلمات سے آلودہ کی اور اپنے دل کا مخفی عقیدہ اِن الفاظ میں پیش کیا ہے :

" اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے، اس کو کان رکھ کر سن لینا چاہیئے - - - - - - - - کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو، اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے ہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہوجائے اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچالے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے، بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصے کو تھام لینا اور ایک

چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفاعتِ وجاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے کچھ معنی ہی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی، اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکمِ کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبرئیل اور محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے اور ایک ہی دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک اُلٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے، کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔

اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت میں بڑوں کا بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے اور نہ کچھ سنوار سکے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہزادوں میں سے یا بیگمات میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چوری کی سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس کی محبت سے

لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں، یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہو گا۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے، وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ اول مذکور ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ و جیہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسولِ کریم اور مکین اور روح القدس اور روح الامین فرما دے مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام، غلام، کوئی بندگی کے رتبے سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھیرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا، اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر و آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیروار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرما دے؟ اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئینِ بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگذر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس

آئین کی قدر گھٹ جائے، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پاکر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے، اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی، جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے، اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں، یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے، اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے اس کے معنی یہی ہیں۔

ہر بندے کو چاہیئے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی کی التجا کرتا رہے اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی اور جہاں تک خیال دوڑائیے اللہ کے سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسا نہ کرے کیونکہ وہ خود بڑا غفور الرحیم ہے، سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دیگا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا" [1]

اس قائل کا یہ قول حق ہے یا باطل، کچھ بھی ہو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلند مقام کی توہین و تنقیص پر دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ اگر اس جرم عظیم اور بہت بڑی جرأت پر دلالت کرتا ہے تو اس کا قائل دینی اعتبار سے کون ہے اور

---

[1] اسمٰعیل دہلوی، مولوی : تقویۃ الایمان (مطبوعہ دفتر اخبار محمدی باڑہ ہندو راؤ، دہلی) ص ۳۴-۳۵

شرعاً اس کا کیا حکم ہے ؟

چونکہ یہ مسئلہ مسائلِ دینیہ سے ہے اور حضور افضل الرسل سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان سے متعلق ہے اس لئے مخلص علماء سے امید ہے کہ حقیقتِ حال کے بیان کرنے اور سوال کے جواب میں کسی کی رو رعایت نہیں کریں گے اور بلا خوفِ لومۃ لائم، کلمۂ حق آشکارا فرمائیں گے اور بلاحیل وحجت صحیح جواب تحریر فرمائیں گے، اور تلبیس والتباس کے دفع کرنے میں ذرّہ برابر تساہل نہیں فرمائیں گے تاکہ ہدایت کے متلاشی قولِ مذکور کو حق وصواب نہ سمجھنے لگیں۔

جواب

وہ بات جو ان کے منہ سے نکلتی ہے بہت بڑی ہے، وہ صرف جھوٹی بات کہتے ہیں، یہ بے فائدہ کلام جو جھوٹے اقوال اور عجیب وغریب غلط باتوں پر مشتمل ہے، درستی اور سچائی کے ساتھ ذرہ برابر تعلق نہیں رکھتا، اس کا قائل، شفاعت کی قسمیں بیان کرتے ہوئے متعدد امورِ شنیعہ کا مرتکب ہوا ہے اور اس نے متقدمین اور متاخرین کے نزدیک بالاتفاق اشرف الاشراف صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں تنقیص سے اپنے ایمان کی آبرو ضائع کی اور بے علموں کے تاریک دلوں میں فتنہ اور گمراہی کا بیج بویا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل چار مقام میں تحریر کی جائے گی۔

پہلا مقام، عام شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام میں ہوگا، اس میں حضور مرجعِ خلائق، قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کے سردار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوگا، ضمناً اس کلام کے فساد کے بعض کی طرف اشارہ ہوگا۔

دوسرا مقام اس بے فائدہ گفتگو کے رد میں جسے یہ قائل حضور سید الاولین و

الآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں زبان پر لایا ہے۔

تیسرا مقام، اس امر کے اثبات میں کہ یہ پرضلالت گفتگو اس ذاتِ کریم کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہے جن کی تعظیم فرض ہے اور جو بارگاہِ الٰہی کے مقربین کے سردار ہیں۔

چوتھا مقام، علماءِ شریعت کے نزدیک اس جرمِ شنیع کے مرتکب کے حکم میں۔

پہلا مقام

شفاعت کے اقسام

شفاعت، سفارش کو کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) گناہوں کی بخشش کے لئے۔ (۲) مراتب کی بلندی کے لئے۔

ایک شخص دوسرے کے سامنے کسی کی سفارش کرتا ہے تو وہ اس لئے مقبول و منظور ہوتی ہے کہ پہلے شخص کو دوسرے کے سامنے عزت و شرافت حاصل ہوتی ہے، عزت و شرافت کی چند وجہیں ہوتی ہیں:

شفاعتِ وجاہت

(۱) جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے اور اپنے متعلقین میں اسے عزت و امتیاز بخشا ہے، ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گناہگاروں کی معافی کے لئے اسے بات کرنے کی اجازت ہے، اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش مانی جاتی ہے، اگر اس معزز شخصیت کی عرض اور سفارش کو نہ مانا جائے تو اس کے رنجیدہ ہونے سے اس شخص کو (جس کی بارگاہ میں سفارش کی گئی ہے) کوئی رنج یا نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کی عرض کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے، یہ شفاعتِ وجاہت ہے۔ اس میں یہ

شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے، اسے شفاعت کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنی سفارش اور وجاہت کا معنی لحاظ اور عزت ہے، کسی لفظ سے ڈر اور زکر نہیں سمجھا جاتا۔

بایں ہمہ ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت اور سینہ زوری الگ الگ ہیں، سفارش میں سینہ زوری نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص کسی کی بات نقصان یا ضرر کے ڈر سے مانتا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے سفارش مان لی، یہ سفارش کا ماننا نہیں بلکہ اپنے نقصان اور ضرر کو دور کرنا ہے، اسے اطاعت کہا جاسکتا ہے کیونکہ نافرمانی کی صورت میں نقصان کا خوف ہوتا ہے، سفارش قبول کرنے میں کوئی خوف شامل نہیں ہوتا مثلاً ایک صاحبِ اقتدار بادشاہ اپنے ہمنشینوں میں سے کسی کو اتنا مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اسے حاجت مندوں کی حاجتیں پیش کرنے اور مجرموں کے لئے معافی چاہنے کی اجازت ہے، اسے دوسروں کی نسبت یہ خصوصیت حاصل ہے، وہ شخص بادشاہ سے کسی ایسے گناہ کے بخشنے کی درخواست کرتا ہے جسے بخش دینا بادشاہ سے بعید نہیں ہے، بادشاہ اس کے جاہ و منزلت کا لحاظ کرتے ہوئے وہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس مقرب کی سفارش قبول کرکے اس کی عزت افزائی کرتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اپنے کارخانۂ سلطنت میں خلل کے خوف سے سفارش قبول کی ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے مقرب ترین خادم کے مقام کی رعایت اور اس کی دلداری کے لئے اس کی سفارش قبول کی ہے اور مجرموں کے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور اگر کوئی شخص برائے نام بادشاہ ہو اور امورِ مملکت کے بست و کشاد اور قوانین سلطنت کے نفاذ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، دوسرے لوگ حکومت کے تمام شعبوں پر مسلط ہوں، ملک کے بست و کشاد اور نظم و ضبط پر مکمل اختیار رکھتے ہوں، ان اربابِ اقتدار میں سے کوئی شخص برائے نام بادشاہ سے کسی مجرم کی معافی کا مطالبہ کرتا ہے اور بادشاہ اس خوف سے کہ اگر اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو

اس سے ضرر پہنچے گا یعنی ظاہری حکومت بھی جاتی رہے گی ، اس کے کہنے پر عمل کرتا ہے اور مجرم کا گناہ معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اس کی شفاعت قبول کرلی ہے بلکہ بادشاہ فی الواقع ان لوگوں کا تابع اور پابند ہے اور ان کی بات ماننے پر مجبور ہے ، اسے فرمانبرداری اور اطاعت تو کہا جاسکتا ہے، قبولِ شفاعت نہیں کہا جاسکتا۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ وجاہت و عزت ، خوف اور اندیشہ کے بغیر قبولِ شفاعت کا سبب بن سکتی ہے ۔

یہ تو ہوئی عقلی دلیل ، اب سنئے نقلی دلیل - اللہ تعالےٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرماتا ہے اور دنیا و آخرت کی وجاہت سے ان کی تعریف فرماتا ہے :

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ

" دنیا اور آخرت میں وجاہت (عزت) والے اور مقربین میں سے ہیں "

مفسرین، اُخروی وجاہت کو شفاعت پر محمول فرماتے ہیں - علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

اَلْوَجَاهَةُ فِي الدُّنْيَا النُّبُوَّةُ وَفِي الْآخِرَةِ الشَّفَاعَةُ

" یعنی وجاہت دنیا میں نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت "

(۲) شفاعتِ محبت جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے سفارشی سے محبت ہو ، محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی رضا جوئی اور ہر طرح اس کے دل کو خوش کرنا منظور ہوتا ہے ، دل شکنی اور رنج کے اسباب اس سے دور رکھے جاتے ہیں کیونکہ محبّ ، محبوب کی دل شکنی بلکہ دوست دوستوں کا دل دکھانے کے روادار نہیں ہوتے ، اہلِ محبت محبوبوں کی دل آزاری گوارا نہیں کرتے ، ان کی فرمائش قبول کرتے ہیں اور ان کی سفارش قبول کرتے ہیں اور اکثر ان کی سفارش قبول کرنے میں

یہ امر ملحوظ نہیں ہوتا کہ اگر ان کی سفارش قبول نہ کی گئی تو غیظ و غضب میں آکر ان کو رنجیدہ کر سکتے ہیں یا غصہ میں آکر ان کے دلوں کو صدمہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ دلداری محبت کا تقاضا ہے اور محبوب کی بات مان لینا اس صفت کو لازم ہے، یہ حال اس شخص سے پوچھا جا سکتا ہے جو محبت رکھتا ہو، یہ حقیقت عقلاً اور نقلاً ثابت ہے۔

عقلی ثبوت تو بیان ہو چکا، نقلی ثبوت ملاحظہ ہو۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كَمْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِيْ طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔

"بہت سے گرد آلود بالوں والے، خاکسار، جن کے پاس دو پرانی چادروں کے علاوہ کچھ نہ ہو اور جنہیں کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ کے حق میں قسم کھائیں تو اللہ تعالےٰ ان کی قسم پوری کر دے گا"

یعنی اللہ تعالےٰ ان کی دلداری کرے گا اور جس بات کی انہوں نے قسم کھائی ہے اسے پورا کر دے گا اور ان کی خواہش رد نہیں فرمائے گا۔

غور کیجئے! یہ تمام تقاضائے محبت ہے ورنہ یہ خاکسار، اللہ تعالےٰ کو کونسا رنج یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

ہاں بارگاہِ ایزدی کے محبوبوں کی شان وہ ہے جو حدیث قدسی میں وارد ہوئی ہے:

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا (وفی روایۃ) وَلِسَانَهٗ

الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ۔

"جب میں اس بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (اور ایک روایت میں ہے) اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے (یعنی ان کے اعضاء میری قدرت کے مظہر اور میری رضا کے پابند ہوتے ہیں)

اس حدیثِ قدسی کی بنا پر محبوبانِ الٰہی کے قرب، عزت اور ان کی محبوبیت کے آثار پر ایمان لانا چاہیئے۔ شفاعت کی مقبولیت کی دیگر وجوہ بھی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سفارش کرنے والے کو مُسْتَشْفَعْ اِلَیْہ (جس کے سامنے سفارش کی گئی) کے نزدیک عزت اور امتیازی مقام حاصل ہوتا ہے چونکہ ان وجوہ کا تعلق اس مقام سے نہیں ہے اس لیے اسی بیان پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد سنیئے!

اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق انسان ہوں یا فرشتے، نبی ہوں یا امتی، بادشاہ ہوں یا خدام، جہاں تک بندگی کا تعلق ہے یکساں نسبت رکھتی ہے کسی کو کسی لحاظ سے اس کے ملک و اقتدار میں شرکت یا اس کے ارادہ و اختیار میں مزاحمت یا اس کے حکم اور فعل میں تابِ مقابلہ نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو چاہتا ہے اس کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے اور جس طرح اس کا ارادہ ہوتا ہے، کائنات میں تصرف فرماتا ہے، اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہمسر، نہ مددگار ہے نہ کارساز، اسے کسی وزیر کی امداد اور کسی مددگار کے تعاون کی حاجت نہیں ہے، کسی کی رضا اور خوشنودی سے اس کی مملکت میں رونق کا اضافہ نہیں ہوتا، نہ ہی کسی کی

ناراضگی سے اس کے کارخانۂ حکمت میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

ہاں اس نے اپنی مخلوق کو مختلف مراتب اور مقامات دے کر پیدا کیا ہے، ان کے مراتب و درجات میں بہت فرق رکھا ہے، بعض کو برگزیدہ اور بارگاہِ قدس کا مقرب بنایا اور بعض کو مردود، ذلیل اور گمراہ کیا۔ دونوں قسموں میں مختلف مراتب اور متفرق درجات رکھے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے درجات کے مطابق مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے مطابق عزت و کرامت عطا فرمائی، ان میں سے ہر ایک کو بارگاہِ الٰہی میں جتنی عزت اور خداوندی محبت ہے، اس کے مطابق ان کے وابستگان اور متوسلین کی دینی اور دنیاوی حاجتوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے مراتب کے مطابق اجازت عطا فرماتا ہے کہ اپنے متعلقین اور متوسلین کے لیئے دنیا و آخرت میں مصیبت اور عذاب کے دفع کرنے اور منافع کے حصول کے لیئے سفارش کریں، اس عزت افزائی کے ذریعے انہیں مخلوق میں ممتاز فرماتا ہے۔

اسی لیئے اکثر لوگ ہر دو جہان کی حاجتوں میں ان سے شفاعت اور سفارش کے طلبگار ہوتے ہیں اور ان مقربین کی شفاعت کے فیض سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے، ان کی شفاعت اکثر مقبول ہوتی ہے اور قول و فعل سے ان کی ایذا رسانی اور بے ادبی کے درپے ہونے والے اکثر لوگ اللہ تعالےٰ کے غضب میں گرفتار ہو کر دین و دنیا کو برباد کر چکے اور کرتے ہیں اور کریں گے، چونکہ بارگاہِ الٰہی میں مقربین کی عزت و وجاہت ان کی شفاعت اور ان کے سوال کی قبولیت کا سبب ہے اسی لیئے دوسروں کی نسبت صالحین کی دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص از راہِ عناد یہ بات نہ مانے یا بدعقیدگی کی بنا پر اسے شک لاحق ہو تو اسے کتبِ صحاح میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ اسے معلوم ہو کہ جن حضرات نے

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے دعا کی گزارش کی یا شفاعت کی درخواست کی وہ دنیا و آخرت میں خیرات و برکات سے مالا مال ہوئے اور جو لوگ درپئے ایذا اور بے ادبی ہوئے وہ ہلاکتوں میں گرفتار ہوئے اور جہنم کے نچلے طبقوں میں داخل ہوئے۔

جب شفاعت کا معنی سفارش ہے اور بارگاہِ الٰہی میں شفاعت کے منظور ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کو اس کے کارخانہ تقدیر پر تسلط حاصل ہو، یا سفارش کرنے والے کی دل شکنی کے سبب اس کی مملکت میں خلل کا احتمال ہو یا اسے ضرر کے لاحق ہونے، منافع کے فوت ہونے یا رنج و ملال عارض ہونے کا اندیشہ ہو (حاشا وکلا یہ کسی کا عقیدہ نہیں ہے) بلکہ شفاعت کے مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اہلِ محبت و اطاعت کو بیش از بیش انعام و اکرام سے نوازا ہے اور ان کے درجات دوسری مخلوق سے بلند فرما کر انہیں اپنی بارگاہ کا مقرب بنایا ہے۔

شفاعت اور دعا

اب شفاعت کے ثبوت اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہونے کی دلیل سنیے:

بارگاہِ الٰہی میں ایک شخص کے دوسرے شخص کے لئے شفاعت کرنے اور دعا کرنے میں کوئی فرق نہیں، یہ دو لفظ ہیں جن کا معنی ایک ہے اور دعا دو حال سے خالی نہیں، یا تو کہا جائے کہ دعا لغو اور بے فائدہ فعل ہے، کارخانۂ قضا و قدر کسی انسان کی دعا کسی نفع کے حصول یا کسی نقصان کے دور کرنے میں اثر نہیں رکھتی، دعا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے، یا کہا جائے کہ دعا کرنے سے اللہ تعالےٰ مقصد پورا کر دیتا ہے، مطالب عطا کر دئے جاتے ہیں اور مصیبتیں دور کر دی جاتی ہیں، پہلی صورت باطل اور کتاب و سنت کی نصوص کے مخالف ہے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ

"اے حبیب! ان کے لئے دعا کیجئے، بے شک تمہاری دعا ان کے اطمینانِ

سکون کا سبب ہے "

اس کے علاوہ بے شمار آیات ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

لَا یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ

" قضا کو صرف دعا لوٹا سکتی ہے "

اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں وارد ہیں، علماء دین کی تصانیف حصن حصین وغیرہ جو ہر جگہ اہل علم کے پاس موجود ہیں، انہی دعاؤں کے جمع کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں، دعا کی فضیلت، اللہ تعالےٰ کی عبادت ہونے اور بارگاہِ الٰہی میں اس کی مقبولیت کا انکار صریح کفر ہے جس سے نصوصِ قرآن وحدیث کا انکار لازم آتا ہے، ثابت ہوا کہ دعا حصولِ مقصد کا ذریعہ ہے اور یہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتی ہے۔

انبیاء و اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت

اب غور فرمایئے! کہ کیا انبیاء علیہم السلام اور عوام الناس اور اشقیاء، نیکوں اور بدکاروں، مقربانِ حضرتِ باری تعالےٰ اور مردودانِ بارگاہ، مومنین صالحین اور بدبخت کافروں کی دعائیں مقبولیت کی کمی اور زیادتی میں برابر ہیں یا انبیاء علیہم السلام و اولیاء، ابرار اور مومنین صالحین کی دعائیں عوام، اشقیاء، اشرار و کفار کی دعاؤں سے زیادہ مقبول ہوتی ہیں اور اکثر طور پر حصولِ مراد کا ذریعہ ہوتی ہیں، پہلی شق باطل ہے، چند دلیلیں ملاحظہ ہوں :

(۱) عقلی کہ دعا اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مقبول ہوتی ہے اور اس کی رحمت نیکوں کے قریب اور بدکاروں سے بعید ہوتی ہے، انبیاء و اولیاء، ابرار و صالحین کو رحمتِ الٰہیہ کے قرب و بعد میں عوام الناس، اشقیاء، اشرار اور مفسدہ پردازوں کے برابر جاننا کفر اور الحاد ہے۔

(۲) دلیلِ سمعی : احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ انبیاء و صالحین کی دعائیں،

عامۃ الناس اور خطا کاروں کی نسبت زیادہ قبول ہوتی ہیں اور حصولِ مدعا کا اکثر سبب بنتی ہیں اس امر کی حقیقت کا انکار بھی کفر اور زندقہ کی طرف لے جائیگا اور درحقیقت نبوت و ولایت کے انکار تک پہنچا دے گا۔

لہٰذا دوسری شق متعین ہوگئی اور واضح ہوگیا کہ دعا کی قبولیت، قرب اور نیکی کی علامت ہے، ہر شخص کو اجازت ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے اپنی ذات کے لئے اپنوں اور بیگانوں کے لئے دعا کرسکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنوں کو اس کے لئے دعا سے منع نہ فرمایا ہو جیسے کہ مشرکین کے لئے دعا کرنے سے ممانعت فرمائی ہے،

ارشادِ ربانی ہے :

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔

"نبی اور مسلمانوں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں جبکہ ظاہر ہوچکا کہ وہ جہنمی ہیں"

اسی لئے حضرتِ ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ممانعت سے پہلے مشرکین اور آذر کے لئے مغفرت اور توفیقِ ایمان کی دعا کی :

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔

"جب حضرتِ ابراہیم پر ظاہر ہوگیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو اس سے بیزاری کا اظہار کیا، بے شک ابراہیم علیہ السلام نرم دل اور حلیم ہیں"

اسی رقتِ قلبی کی بنا پر حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ حضرتِ لوط

علیہ السلام کی قوم پر عذاب آئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ۔

"جب ابراہیم علیہ السلام سے اضطراب دور ہوا اور انہیں بشارت پہنچی تو قومِ لوط کے بارے میں ہم سے مجادلہ کرنے لگے، بے شک ابراہیم (علیہ السلام) حلیم، نرم دل اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مجادلہ کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ حلم اور رقتِ قلبی سے تعریف فرمائی جو مجادلہ کا باعث بنی تھی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

يٰٓإِبْرٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَآ إِنَّهُ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ اٰتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ۔

"اے ابراہیم! اس سے اعراض کرو، تحقیق تیرے رب کا حکم آگیا اور بے شک ان پر (مجادلہ یا دعا سے) نہ ٹلنے والا عذاب آنے والا ہے۔"

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ قبولِ شفاعت کی دو شرطیں ہیں:

(۱) ایسے شخص کی سفارش کی گئی ہو جس کے لئے سفارش کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ممانعت نہ فرمائی ہو۔

(۲) سفارش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب حاصل ہو لہٰذا اگر مقربِ دربارِ الٰہی کسی ایسے شخص کی شفاعت کرے جس کی شفاعت سے ممانعت وارد نہ ہو تو اس کی شفاعت مقبول ہو گی جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ
الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۔

" قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے پاس صرف اس شخص کی شفاعت
فائدہ دے گی جسے اس نے اجازت دی ہوگی اور جس کا قول پسند ہوگا "
(یعنی بلند مقام اور پسندیدہ گفتگو والے کی شفاعت ہی فائدہ دیگی)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے :

لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ
صَوَابًا ۔

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے دن رسولوں کے علاوہ کسی کو کلام کی اجازت نہیں دی جائے گی اور جو شخص بارگاہِ الٰہی میں کوئی مرتبہ نہیں رکھتا اور اس کی گفتگو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے اسے اس کے بارہ میں بات کہنے اور شفاعت کرنے کی طاقت نہیں ہوگی ۔

یا آیۂ کریمہ کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن شفاعت صرف ان گناہگاروں کو فائدہ دے گی جن کی شفاعت کی اجازت اللہ تعالےٰ نے دی ہوگی اور ان کی گفتگو یعنی شہادت کے دو کلمے (اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ) اس سے پسند فرمائے ہیں ۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :

" یہ آیت اس امر پر بہت ہی مضبوط دلیل ہے کہ شفاعت فاسقوں کے لئے مفید ہے "

(۳) شفاعت بالاذن

شفاعت بالاذن کا معنی اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ مثلاً اگر بادشاہ کے دربار میں ایسے مجرم کو پکڑ کر پیش کیا جائے

کہ اس جیسے اکثر جرائم بادشاہ نے معاف کر دیئے ہیں، کچھ مقرب جو بادشاہ کے سامنے بات کر سکتے ہیں اور اپنے ہم مرتبہ افراد میں عزت و مرتبہ کی زیادتی کے اعتبار سے ممتاز ہیں اس مجرم کی شفاعت کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے دربار میں شفاعت کے لئے لب کشائی کریں کیونکہ انہیں بادشاہ کے سامنے ایسے جرائم کی معافی طلب کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور جرم ایسا نہیں ہے کہ بادشاہ نے عہد کیا ہو کہ اس جرم کے مرتکب کو ضرور سزا دے گا، ہوسکتا ہے کہ بادشاہ ان مقربین کے مقام اور مرتبہ کے پیشِ نظر جو اسی کا عطا کردہ ہے، سفارش قبول کرے اور اس مجرم کو سزا نہ دے۔

ہاں ہر کس و ناکس، جو بادشاہ کے سامنے بات کرنا تو کجا اونچا سانس تک نہیں لے سکتا، اس کی یہ مجال نہیں کہ مجرم کی طرف دیکھے، وہ خود کسی حیثیت کا مالک نہیں، اس کی بات کی کیا وقعت ہوگی شفاعت تو دور کی بات ہے۔

اگر جرم ایسا ہے کہ بادشاہ کی عادت ہے کہ اس کے بدلے ضرور سزا دیتا ہے تو کسی کی ہمت نہیں پڑے گی کہ اس کی معافی کی درخواست کرے اور اس کی بخشش چاہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ نے عہد کر رکھا ہے کہ اس جرم پہ ضرور سزا دی جائے گی لہٰذا کسی کی طاقت نہیں کہ سر اٹھا کر بادشاہ کو دیکھے اور اس مجرم کو چھڑالے۔

شفاعت بالاذن کی صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ خود بخود از راہِ مہربانی اس مجرم کا گناہ بخشنا چاہتا تھا، مقربین کی سفارش لغو اور بے فائدہ ہے کیونکہ بادشاہ نے خود رحم نہیں کیا بلکہ سفارشی کی سفارش بخشش کا سبب بنی ہے لہٰذا اگر مجرم کہے کہ بادشاہ نے از خود رحم فرما کر مجھے بخش دیا ہے اور شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے تو نعمتِ شفاعت کا ناشکرا ہوگا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اس جگہ بُرے دل میں ایک شک گزرتا ہے کہ اگر شفاعت بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہو تو دو ہی صورتیں ہوں گی، تقدیریہ

میں مجرم کی بخشش ثابت تھی یا نہیں، اگر ثابت تھی تو شفاعت نے کیا کیا، تقدیر میں جو کچھ تھا وہ ہو کر رہے گا، کوئی شفاعت کرے یا نہ کرے اور اگر مجرم کی تقدیر میں نہیں تھی تو شفاعت کس طرح عقدہ کشائی کرے گی کیونکہ شفاعت، قضا کو تبدیل نہیں کر سکتی۔

یہ شبہ وہم سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا، اگر یہ شبہ درست ہو تو اعمالِ شرعیہ کی تکلیف بلکہ تمام دینی اور دنیاوی کوششیں باطل اور بے فائدہ ٹھہریں گی کیونکہ ایسی دو شقیں ہر جگہ جاری کی جاسکتی ہیں۔ اس شبہ کا حل یہ ہے کہ ہم پہلی شق اختیار کرتے ہیں کہ مجرم کی بخشش تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں مقرب جرم کی معافی چاہے گا تو اللہ تعالےٰ معاف فرما دے گا جیسے کہ کامیابی اور ناکامی جریدۂ تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں شخص ایمان لائے گا، نیک عمل کریگا، کامیاب ہوگا اور اگر برے کام کرے گا، ناکامی کا شکار ہوگا۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالےٰ نے اسباب کے ساتھ پیدا کیا ہے اس چیز کا وجود ان اسباب سے وابستہ فرمایا ہے، اگرچہ وہ قادر ہے کہ اگر چاہے تو اس چیز کو بغیر اسباب کے پیدا فرما دے۔ مثلاً اگر ایک آدمی دوسرے کو قتل کر دے تو اللہ تعالےٰ نے مقتول کی موت قاتل کے فعل (قتل) کے سبب پیدا فرمائی ہے حالانکہ وہ قادر ہے کہ اگر چاہتا تو اس کی موت قتل کے سبب سے نہ ہوتی (بلکہ کسی اور طرح سے واقع ہو جاتی)

اب اگر کوئی شخص کہے کہ مقتول کی موت تقدیر میں ثابت تھی، قاتل کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا، قاتل سے قصاص کیوں طلب کیا جا رہا ہے؟ اس کی یہ بات سماعت کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں گناہ کی بخشش تقدیر میں ثابت تھی اور شفاعت کرنے والے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو اس کی

بات بھی قابلِ توجہ نہیں ہو گی۔

یہ گفتگو عام شفاعت کی حقیقت میں تھی۔

محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت

گوشِ دل سے سننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اولین وآخرین کے سردار، انبیاء ومرسلین سے افضل، بارگاہِ ایزدی میں سب سے زیادہ معزز اور بعد از خدائے قدوس، تمام موجودات سے محبوب ترین ہستی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقام ومرتبہ اور عزت وفضیلت حاصل ہے کہ کسی مخلوق کو اس میں شرکت یا ہمسری حاصل نہیں ہے۔ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین اور تمام علماءِ دین کے اقوال اس پر دال اور اس دعوے کی صداقت پر حجتِ قطعیہ اور برہانِ یقینی کا درجہ رکھتے ہیں، کسی مدعیٔ اسلام کو اس کے خلاف مجالِ دم زدن نہیں ہے[١]

مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پہلی آیت ملاحظہ ہو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

"اے حبیب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بناکر۔"

عالمین میں تمام اگلے اور پچھلے فرشتے، انسان اور ان کے ماسوا داخل ہیں، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلِ امین سے پوچھا کہ تمہیں بھی اس رحمت سے کچھ حصہ ملا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! میں اپنے انجام سے خائف رہتا تھا، اللہ تعالےٰ کے تعریف فرمانے پر:

ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ

---

١ تفصیل کیلئے تجلی الیقین، از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ملاحظہ ہو۔

(مالکِ عرش کے حضور عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے)

میں مطمئن ہو گیا ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود بھی تمام جہانوں کے لئے رحمت اور حضور کا وصال بھی رحمت تھا، چنانچہ فرماتے ہیں:

حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ مَمَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ (الحدیث)

"میری ظاہری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے"

دوسری حدیث میں ہے:

إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةً بِأُمَّةٍ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَّ سَلَفًا۔

"جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے، ان کے نبی کو ان سے پہلے قبض فرما لیتا ہے اور اس نبی کو جنت میں جانے کے لئے امت کا پیشرو اور کارساز بنا دیتا ہے"

فَرَط اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلے منزل پر جا کر کھانے، پانی اور چارپائیوں کے چارے کا انتظام کرتا ہے تاکہ جب قافلہ پہنچے تو تمام ضروریات انہیں مہیا کر دے۔

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومنوں کے لئے بھی رحمت ہیں اور کافروں کے لئے بھی، کیونکہ اس زمانے کے کافر ان عذابوں سے محفوظ ہیں جو پہلے کافروں پر نازل ہوتے رہے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ فِيْهِمْ

"اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جبکہ اے حبیب!

تم ان میں موجود ہو۔"

دوسری آیت :

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

"اے حبیب! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کردیا"

جب میرا ذکر ہوگا تمہارا ذکر بھی ہوگا، جیسے کہ کلمہ اور اذان میں ہے۔

حضرتِ قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا کیونکہ جو بھی خطبہ، تشہد اور نماز پڑھے گا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھے گا۔

حضرتِ ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

"میرے پاس جبرئیل امین آئے اور کہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے حبیب! تم جانتے ہو اللہ تعالےٰ نے جہان میں تمہارا ذکر کس طرح بلند کیا؟ حضور نے فرمایا اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے، حضرتِ جبرئیل نے کہا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا، تمہارا ذکر بھی ہوگا۔"

حضرتِ عطا فرماتے ہیں : اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں نے ایمان کی تکمیل اپنے اور تمہارے ذکر سے فرمائی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے حبیب! میں نے تمہیں اپنا ذکر بنا دیا ہے کیونکہ جو تمہارا ذکر کرے گا وہ میرا ذکر کرے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا

"تحقیق اللہ تعالےٰ نے تمہاری طرف ذکر بھیجا جو رسول ہے۔"

حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

جو رسالت کے ساتھ تمہارا ذکر کرے گا وہ ربوبیت کے ساتھ میرا ذکر کرے گا۔

اللہ تعالےٰ کے ذکر کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ذکر کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی طاعت کے ساتھ حضور کی طاعت اور اپنے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام کو متصل فرمایا ہے،

ارشاد ہوتا ہے :

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

اور اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

اللہ تعالےٰ نے اپنا اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام واوٗ عاطفہ (جو جمع اطراف کیلئے آتی ہے) سے یکجا فرمایا ہے اور یہ بات کسی دوسرے کے حق میں درست نہیں ہے۔

شرح شفا میں ہے :

رُبَّمَا یُقَالُ اِنَّ اِسْمَہٗ سُبْحٰنَہٗ مَعَ اِسْمِ رَسُوْلِہٖ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مَرْسُوْمٌ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ مِّنَ الْاَشْیَاءِ بِحُکْمِ قَوْلِہٖ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ اَیْ جَعَلْنَا ذِکْرَنَا مَعَکَ فِیْ کُلِّ شَیْئٍ مِّنْ مَّلَکٍ وَّ فَلَکٍ وَّ بِنَاءٍ وَّ سَمَآءٍ وَّ فَرْشٍ وَّ عَرْشٍ وَّ حَجَرٍ وَّ مَدَرٍ وَّ شَجَرٍ وَّ ثَمَرٍ وَّ نَحْوِ ذٰلِکَ وَالْکِنَّ اَکْثَرَ الْخَلْقِ لَا یَبْصُرُوْنَ تَصْوِیْرَھُمْ وَ نَظِیْرُہٗ قَوْلُہٗ سُبْحٰنَہٗ وَاِنْ مِّنْ شَیْئٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَالٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ۔

"بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا نام حضور سید عالم صلی اللہ

تعالےٰ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ورفعنا لک ذکرک کے مطابق
ہر شے پر نقش ہے یعنی اے حبیب! فرشتہ ہو یا آسمان، عمارت ہو یا عرش و
فرش، پتھر ہو یا کچی اینٹ، درخت ہو یا پھل وغیرہ، ہم نے ہر چیز پر اپنے ذکر
کے ساتھ تمہارا ذکر نقش کر دیا ہے اگرچہ اکثر مخلوق اس کی تصویر نہیں دیکھ پاتی
اس کی نظیر اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ ہر شے اللہ تعالےٰ کی حمد کے ساتھ
تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے "

تیسری آیت کریمہ :

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ
مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ
وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ
فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔

" اے حبیب! اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ تعالےٰ نے انبیاء
سے وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دے دوں پھر تمہارے
پاس تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا رسول عظیم تشریف لے آئے
تو تم ضرور ان پر ایمان لے آنا اور ان کی امداد کرنا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا کیا
تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد لے لیا؟ انبیاء نے کہا ہاں ہم نے اقرار
کیا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ
ہوں "

اس سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو وہ
فضیلت و کرامت عطا فرمائی ہے جس میں دوسرے کو شریک نہیں کیا اور آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس فضیلت و شرافت میں تمام انبیاء و مرسلین سے ممتاز فرمایا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی بھی دنیا میں بھیجے، انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اور آپ کے اوصاف بتا دیئے اور ان سے عہد لیا کہ اگر وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پالیں تو آپ پر ایمان لائیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جتنے نبی بھیجے ان سے وعدہ لیا کہ اگر ان کی حیات ظاہرہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو ان پر ایمان لانا، ان کی امداد کرنا اور اپنی قوم کو بھی یہ حکم دینا۔

چوتھی آیت مبارکہ :

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ
وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔

" اے حبیب ! یاد کیجئے جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور تم سے اور نوح، ابراہیم، موسےٰ اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے "

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد) روتے ہوئے کہہ رہے تھے یا رسول اللہ ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے والدین آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور سب سے پہلے آپ کا ذکر کیا اور فرمایا :

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ
وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔

یا رسول اللہ ! میرے [illegible] آپ پر نثار، جناب الٰہی میں آپ کی اتنی فضیلت ہے کہ

اہلِ دوزخ آرزو کریں گے کہ کاش آپ کی اطاعت کرتے اور حالت عذاب میں کہیں گے اے کاش! ہم نے اللہ تعالےٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی ہوتی۔

حضرتِ قتادہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تخلیق میں تمام انبیاء سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔

پانچویں آیت طیبہ :

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔

" وہ رسولانِ گرامی، ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے بعض وہ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے (بلا واسطہ) کلام کیا اور ان میں سے بعض کے (بے شمار) درجے بلند کئے۔"

مفسرین فرماتے ہیں کہ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سرخ اور سفید یعنی تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں، کفار کا مالِ غنیمت آپ کے لئے حلال کیا گیا۔ آپ کے دستِ مبارک پر بے شمار معجزے ظاہر ہوئے، انبیاء کرام کو جو بھی فضیلت و کرامت عطا کی گئی ویسی ہی عزت و شرافت حضور کو دی گئی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دیگر انبیاء کو ناموں سے خطاب فرمایا اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت کے وصف سے یاد کیا اور فرمایا یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ۔

چھٹی آیت :

طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى

" اے ظاہر! یا اے راہنما! ہم نے تم پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تم مشقت اٹھاؤ "

اس آیت سے اللہ تعالےٰ کی بے پایاں مہربانی اور تکریم حبیبِ پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بندگی میں آپ کی مشقت اور تکلیف روا نہیں رکھی۔

ساتویں آیت :

وَالضُّحٰى وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى، مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى، وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

" قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کی جب پُرسکون ہو جائے، تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ دشمن رکھا، بے شک تمہارے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے، عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے "

ایک وقت بعض وجوہ کی بنا پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی کے پہنچنے میں دیر ہو گئی تو بے دین مشرکوں نے مشہور کر دیا کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا ہے اور دشمن رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وحی کی تاخیر سے پریشان تھے۔ حضرتِ جبریلِ امین بشارت کی یہ وحی لائے جس میں اللہ تعالےٰ نے قسم یاد فرما کر چھوڑ دینے اور دشمن رکھنے کی نفی فرمائی جس کی تشہیر ملعون مشرکین کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اللہ تعالےٰ نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ دشمن رکھا بلکہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں آپ کے مراتب و مناصب دن بدن

ترقی ہے اور دنیا کی نسبت آخرت میں آپ کی عزت افزائی اور زیادہ ہوگی کیونکہ آپ دنیا میں وہ سب کچھ کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ آپ سے چاہتا ہے، قیامت کے روز اس کی جزا یہ ہوگی کہ آپ اللہ تعالےٰ سے جو درخواست کریں گے، آپ کو عطا فرمائے گا حتیٰ کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت تک ہرگز راضی نہیں ہونگا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا گویا اللہ تعالےٰ اس پُربشارت آیت میں قسم یاد فرما کہ فرماتا ہے کہ اے حبیب! تمہارے رب نے تمہیں نہیں چھوڑا بلکہ تمہارے عزت و شرافت کے مراتب میں دن بدن اضافہ فرمائے گا، تمہاری رضامندی اور تمہیں خوش رکھنے کے لئے تمہارے کسی پیروکار اور متبع پر غضب نہیں فرمائے گا کیونکہ ان میں سے کسی پر غضب کرنا تمہیں پسند نہیں ہوگا یعنی اللہ تعالےٰ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے متبعین اور محبین پر بھی (حضور کی نسبت کے سبب) غضب نہیں فرمائے گا چہ جائیکہ حبیبِ پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر غضب فرمائے۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی چاہتا ہے، ہاں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بلاشبہ محب، محبوب کی خوشی اور رضا کا طالب ہوتا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

بگفتا وصل به یا ہجر انہ دوست
بگفتا ہر چہ میلِ خاطرِ اوست

"کسی نے پوچھا محبوب کی ملاقات اچھی ہے یا جدائی؟ تو محب نے کہا جو محبوب کو پسند ہو۔"

آٹھویں آیت :

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ

" اے حبیب! تمہاری زندگی کی قسم تحقیق قریش یا قومِ لوط اپنی گمراہی میں سرگرداں رہتے ہیں ،،

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کلام میں اللہ تعالٰے نے حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی مدتِ حیات کی قسم یاد فرمائی اور اس کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب تمہاری بقا کی قسم [1] ۔ بعض نے فرمایا تمہاری زندگی کی قسم ، بعض نے فرمایا تمہاری حیات کی قسم ! اس میں حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم و تکریم ہے ۔

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے ایسا کوئی انسان پیدا نہیں فرمایا جو اس کی بارگاہ میں حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے زیادہ معزز ہو اور میں نے نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سوا اللہ تعالٰے نے کسی کی زندگی کی قسم یاد فرمائی ہو ۔

حضرتِ ابو الجوزاء فرماتے ہیں اللہ تعالٰے نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کسی کی زندگی کی قسم یاد نہیں فرمائی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے ہیں ۔

نویں آیت :

لَآ أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۔

" اے حبیب ! مجھے قسم ہے اس شہر کی جس میں تم جلوہ افروز ہو اور قسم

---

[1] امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎ وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا ÷ کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

ہے جننے والے اور جنے ہوئے کی۔''

وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ (اے حبیب! تم اس شہر میں جلوہ افروز ہو) میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی کس قدر بزرگی اور عظمت کا اظہار ہے، ہر ذوقِ سلیم والا اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ مَا وَلَدَ سے مراد حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔

دسویں آیت :

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔

''اے حبیب! بے شک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں، سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔''

انہی آیات میں سے سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ نجم کی وہ آیات ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے معراج کا ذکر ہے، مسجدِ حرام (مکہ معظمہ) سے مسجدِ اقصیٰ تک وہاں سے آسمانوں تک اور وہاں سے قربِ خاص تک، آیاتِ مبارکہ، احادیثِ طیبہ، صحابۂ کرام اور ائمۂ دین کے اقوال ذکر کئے جائیں تو گفتگو طویل ہو جائے گی محققین صحابہ اور ائمہ مجتہدین اس کے قائل ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں عرش مجید (بلکہ اس سے بھی آگے) تک جسمانی معراج ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا واسطہ اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ذاتِ مقدسہ کی تجلی کا دیدار سر کی آنکھوں سے ہوا یا دل کی آنکھوں سے، اور دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کے مطابق کمال قرب تک پہنچے۔

مختصر یہ کہ قرآن پاک اول سے آخر تک حضور ختم المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خلافت اور نیابتِ الٰہیہ کو بیان کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کمال اور بلندیٔ مرتبہ پر دلیلِ صادق ہے، اس کے احاطہ کے لئے بڑی تفسیر درکار ہے، اس جگہ جو کچھ بیان ہوا، اسی پر اکتفار کیا جاتا ہے کیونکہ آیاتِ مذکورہ اس مقصد کے لئے کافی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم انبیاء و مرسلین کے سردار، اللہ تعالےٰ کے دربار میں اولین و آخرین سے زیادہ معزز اور اللہ تعالےٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین کا امام اور سردار بنایا[1] اور تمام انبیاء و مرسلین سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور امداد کا وعدہ لیا اور اللہ تعالےٰ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رضا کا طالب ہے۔

احادیثِ طیبہ

اب چند احادیثِ نبویہ ملاحظہ ہوں :

پہلی حدیث :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنھما قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اِنَّ
اللّٰہَ قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قِسْمًا
فَذٰلِكَ قَوْلُہٗ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ
فَاَنَا مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ وَاَنَا خَیْرُ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ
ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَیْنِ اَثْلَاثًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھَا ثُلُثًا
فَذٰلِكَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ وَ اَصْحٰبُ

---

[1] اس عنوان پر تفصیلی مطالعہ کیلئے دیکھئے "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

الْمَشْأَمَةِ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ فَأَنَا مِنَ السّٰبِقِيْنَ وَأَنَا خَيْرُ السّٰبِقِيْنَ ثُمَّ جَعَلَ الْاَثْلَاثَ قَبَآئِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهَا قَبِیْلَةً وَذٰلِکَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ وَاَنَا اَتْقٰی وُلْدِ اٰدَمَ وَاَکْرَمُهُمْ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَلَا فَخْرَ ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَآئِلَ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِهَا بَیْتًا فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالےٰ نے مخلوق یعنی جن اور انسان کی دو قسمیں فرمائیں، مجھے ان میں سے بہترین قسم میں سے بنایا، یہ ہے اللہ تعالےٰ کا فرمان ایک قسم اصحابِ یمین ہے اور دوسری قسم اصحابِ شمال، میں اصحابِ یمین میں سے ہوں اور اصحابِ یمین میں سے بہتر ہوں، پھر ان دو قسموں کی تین قسمیں بنائیں اور مجھے ان تین میں سے بہتر قسم میں بنایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ایک قسم خوش بخت ہے، دوسری بدبخت، تیسری نیکی میں سبقت کرنے والے، میں سابقین میں سے ہوں اور سابقین میں سے بہتر، پھر اللہ تعالےٰ نے ان تین قسموں کو قبیلے بنایا اور مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں بنایا، یہ ہے اللہ تعالےٰ کا ارشاد، ہم نے تمہیں اصول اور گروہ بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تحقیق تم میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے، بیشک اللہ تعالےٰ

جاننے والا خبر والا ہے، میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا، پھر اللہ تعالےٰ نے قبائل کو گھروں میں تقسیم فرمایا اور مجھے بہترین گھر میں پیدا فرمایا، یہ ہے اللہ تعالےٰ کا قول کہ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتا مگر یہ کہ پلیدی دور کرے تم سے اے اہلِ بیت اور تمہیں پاک کرے پاک کرنا۔"

دوسری حدیث :

حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عِنْدَ رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ

"میں اپنے رب کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔"

تیسری حدیث :

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ

"میں پہلی اور پچھلی تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔"

چوتھی حدیث :

حضرتِ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ علیہ السلام فَقَالَ لِیْ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمْ اَرَ بَنِیْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ۔

"میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے، انہوں نے مجھے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھان ڈالے لیکن میں نے حضور سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا[1] اور کسی باپ کے بیٹے بنو ہاشم سے زیادہ فضیلت والے نہیں دیکھے"

پانچویں حدیث :

ابن وہب راوی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

" اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے حبیب! مجھ سے مانگ! میں نے عرض کیا اے پروردگار! میں تجھ سے کیا مانگوں؟ تو نے حضرتِ ابراہیم کو خلیل بنایا، حضرتِ موسیٰ سے بلاواسطہ کلام کیا، حضرتِ نوح کو برگزیدہ فرمایا حضرتِ سلیمان کو وہ سلطنت دی کہ ان کے بعد کسی کے لائق نہیں (علیہم السلام) اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے حبیب! میں نے جو کچھ تمہیں دیا وہ ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے تمہیں حوضِ کوثر دیا، تمہارا نام اپنے نام

---

[1] امامِ اہلِ سنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

کے ساتھ رکھا کہ آسمانوں میں پکارا جاتا ہے، تمہارے لئے اور تمہاری امت کے لئے زمین کو پاک کرنے والی بنایا (اس سے تیمم کیا جا سکتا ہے) تمہارے طفیل تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دئے، تم لوگوں میں اس حال میں چلتے ہو کہ تمہارے طفیل گناہ بخش دئے گئے ہیں، یہ اعزاز واکرام تم سے پہلے کسی کو نہیں دیا، تمہاری امت کے دل مصحف بنا دئے کہ وہ قرآن پاک یاد کرتے ہیں، تمہارے لئے میں نے شفاعت محفوظ رکھی، تمہارے سوا کسی پیغمبر کے لئے شفاعت محفوظ نہیں رکھی۔"

چھٹی حدیث :

طویل حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کہا :

مَا اَکْرَمَکَ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ

" اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں آپ کی کتنی عزت ہے، تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے "

ساتویں حدیث :

شفا شریف میں ابو محمد مکی اور ابو اللیث سمرقندی وغیرہما سے منقول ہے :

" حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے بعد کہا اے اللہ! محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے طفیل میری لغزش معاف فرما، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا تم نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کہاں سے پہچانا؟ آدم علیہ السلام نے کہا میں نے جنت میں ہر جگہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا دیکھا، ایک روایت میں ہے۔ مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ (محمد میرے بندے اور رسول ہیں) اس سے میں نے جانا کہ وہ تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے

ہیں، اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور ان کی لغزش معاف فرمادی، اس کلام کے قائل کے نزدیک اللہ تعالےٰ کے ارشاد فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ (آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی) کا یہی مطلب ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرتِ آدم علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھایا، دیکھا کہ عرشِ مجید پر لکھا ہوا تھا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پس میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک کسی کا مقام اس ذاتِ کریم سے بلند نہیں ہے جن کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ جمع کیا ہے، اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم، محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمہاری اولاد میں سے آخری پیغمبر ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہیں بھی پیدا نہ فرماتا۔

بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد تھی۔ ایک روایت میں ہے ان کی کنیت ابوالبشر تھی یعنی حضرتِ آدم علیہ السلام کی کنیت میں باپ ہونے کی نسبت حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ماسوا کسی کی طرف نہ تھی [۱]

شریح بن یونس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر گشت لگاتے ہیں اور اس گھر والوں کی کثرت سے زیارت کرتے ہیں جس میں احمد یا محمد نام والا کوئی شخص ہو، یہ فرشتوں کی طرف سے تعظیم ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

---

[۱] حضرت سیدی شیخ ابن الفارض قدس سرہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زبانی کہتے ہیں ؎

انی وان کنت ابن اٰدم صورۃً　　فلی فیہ معنی شاھد بابوتی

"اگرچہ ظاہر کے لحاظ سے آدم علیہ السلام کا بیٹا ہوں، میرے اندر ایک ایسا معنی ہے جو میرے باپ ہونے پر شاہد ہے۔"

قاضی ابنِ قانع، ابو حمراء سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب فرشتے مجھے آسمان پر لے گئے تو میں نے دیکھا عرش پر لکھا ہوا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

آٹھویں حدیث :

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے :

انی انا اللہ لا الٰہ الا انا، محمد رسول اللہ لا اعذب من قالہا۔

"بے شک میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، اس کلمہ کے کہنے والے کو میں عذاب نہیں دونگا۔"

امام جعفر صادق اپنے والدِ ماجد محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی ہیں کہ قیامت کے دن ایک نداء کرنے والا کہے گا کہ :

"جس کا نام محمد ہے اُٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے، یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام پاک کی تعظیم ہو گی۔"

نویں حدیث :

مشکوٰۃ شریف میں ہے، حضرتِ امام جعفر صادق اپنے والد ماجد سے راوی ہیں :

ان رجلا من قریش دخل علی ابیہ علی بن الحسین فقال الا احدثک عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال بلی حدثنا عن ابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"ایک قریشی، حضرتِ محمد باقر کے والد علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرتِ علی بن حسین نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان نہ کروں؟ اس شخص نے کہا ہاں مجھے حضرتِ ابوالقاسم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کیجئے"

قَالَ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَتَاہُ جِبْرَئِیْلُ۔

"علی بن حسین نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی تو آپ کی خدمت میں جبرئیلِ امین علیہ السلام حاضر ہوئے"

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْكَ تَكْرِیْمًا لَّكَ وَتَشْرِیْفًا لَّكَ خَاصَّةً لَّكَ یَسْاَلُكَ عَمَّا هُوَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنْكَ یَقُوْلُ كَیْفَ تَجِدُكَ قَالَ اَجِدُنِیْ یَا جِبْرَئِیْلُ مَغْمُوْمًا وَاَجِدُنِیْ یَا جِبْرَئِیْلُ مَكْرُوْبًا۔

"جبرئیلِ امین نے عرض کیا اللہ تعالےٰ نے مجھے آپ کی تکریم وتشریف کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے، اس چیز کے بارے میں پوچھتا ہے جسے وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے، فرماتا ہے اے حبیب! تم اپنا مزاج کیسا پاتے ہو؟ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل! میں اپنے آپ کو غمگین اور تکلیف میں پاتا ہوں"

ثُمَّ جَاءَہُ الْیَوْمَ الثَّانِیَ فَقَالَ لَہٗ ذٰلِكَ فَرَدَّ عَلَیْهِ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كَمَا رَدَّ اَوَّلَ یَوْمٍ ثُمَّ جَاءَہُ الْیَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَہٗ كَمَا قَالَ اَوَّلَ یَوْمٍ

وَ رَدَّ عَلَيْهِ كَمَا رَدَّ عَلَيْهِ -

" پھر حضرتِ جبرئیل علیہ السلام دوسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی بات عرض کی، حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے وہی پہلے دن والا جواب دیا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تیسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی کچھ کہا جو پہلے روز کہا تھا اور حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے انہیں وہی جواب دیا "

وَ جَاءَ مَعَهٗ مَلَكٌ يُقَالُ لَهٗ اِسْمٰعِيْلُ عَلٰى مِائَةِ اَلْفِ مَلَكٍ كُلُّ مَلَكٍ عَلٰى مِائَةِ اَلْفِ مَلَكٍ فَاسْتَاْذَنَ عَلَيْهِ فَسَاَلَهٗ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِيْلُ هٰذَا مَلَكُ الْمَوْتِ يَسْتَاْذِنُ عَلَيْكَ مَا اسْتَاْذَنَ عَلٰى اٰدَمِيٍّ قَبْلَكَ وَ لَا يَسْتَاْذِنُ عَلٰى اٰدَمِيٍّ بَعْدَكَ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ فَاَذِنَ لَهٗ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ -

" اور حضرتِ جبریل علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جسے اسمٰعیل کہتے ہیں وہ ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے ان میں سے ہر ایک، لاکھ فرشتوں پر حاکم مقرر ہے، انہوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضری کی اجازت طلب کی، حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حضرتِ جبریل علیہ السلام سے اس فرشتے کے بارے میں پوچھا جسے اسمٰعیل کہتے ہیں (اتنے میں ملک الموت حاضر ہوئے) حضرتِ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ملک الموت ہیں آپ سے اجازت چاہتے ہیں، انہوں نے آپ سے پہلے کسی انسان سے اجازت نہیں لی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت لیں گے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دے دو، حضرتِ جبریل نے انہیں اجازت

دی تو انہوں نے (حاضر ہو کر) سلام عرض کیا۔"

ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَنِيْ إِلَيْكَ فَإِنْ أَمَرْتَنِيْ أَنْ أَقْبِضَ رُوْحَكَ قَبَضْتُ وَإِنْ أَمَرْتَنِيْ أَنْ أَتْرُكَهُ تَرَكْتُهُ، فَقَالَ وَتَفْعَلُ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ قَالَ نَعَمْ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأُمِرْتُ أَنْ أُطِيْعَكَ۔

"پھر ملک الموت نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالےٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے، اگر آپ فرمائیں تو آپ کی روح قبض کر لوں اور اگر آپ فرمائیں تو قبض نہ کروں، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو میرے کہنے پر عمل کرے گا؟ انہوں نے کہا ہاں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں۔"

قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إِلٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ إِلٰى لِقَائِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَلَكَ الْمَوْتِ إِمْضِ لِمَا أُمِرْتَ بِهٖ فَقَبَضَ رُوْحَهٗ۔

"راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالےٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ملک الموت! تجھے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کر، چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی۔"

اس حدیث سے سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عزت، جلالت اور محبوبیت معلوم کی جاسکتی ہے، حضرتِ جبریلِ امین کا اللہ تعالےٰ کی طرف سے تین دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہونا حضرتِ ملک الموت کا زیارت اور روح قبض کرنے کے لئے حاضری کی اجازت طلب کرنا، اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا پابند ہونا اور حضرت جبریلِ امین کا یہ عرض کرنا کہ اللہ تعالےٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے، ایسے امور ہیں جن سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بارگاہِ الٰہی میں مقام و منصب معلوم کیا جاسکتا ہے۔

دسویں حدیث :

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حدیثِ معراج میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ملاقات کا ذکر کیا ہے اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی گفتگو بیان کی ہے، فرماتے ہیں :

اِنَّ مُحَمَّدًا اَثْنٰی عَلٰی رَبِّہٖ

" نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کی تعریف کی "

فَقَالَ کُلُّکُمْ اَثْنٰی عَلٰی رَبِّہٖ وَاَنَا اُثْنِیْ عَلٰی رَبِّیْ

" حضور نے فرمایا تم میں ہر ایک نے اپنے رب کی تعریف کی، اب میں اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں "

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَکَآفَّۃً لِّلنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔

" تمام تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے جس نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام انسانوں کے لئے خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا "

وَ اَنْزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فِيْهِ تِبْيَانٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ

" اور مجھ پر قرآن پاک اتارا جس میں ہر شے کا بیان ہے "

وَ جَعَلَ اُمَّتِيْ اُمَّةً وَّسَطًا

" اور میری امت کو بہترین امت بنایا "

وَجَعَلَ اُمَّتِيْ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ

" اور میری امت کو (جنت میں داخل ہونے میں) پہلی امت اور وجود کے اعتبار سے آخری امت بنایا "

وَ شَرَحَ لِيْ صَدْرِيْ وَوَضَعَ عَنِّيْ وِزْرِيْ

" اور میرے دل کو علوم و حکم کیلئے کھول دیا اور میرے لئے تبلیغ و رسالت کا بوجھ آسان فرما دیا "

وَ رَفَعَ ذِكْرِيْ وَجَعَلَنِيْ فَاتِحًا وَخَاتِمًا

" اور میرا ذکر بلند فرمایا، مجھے تمام اولین و آخرین میں فاتح (اول) اور تمام انبیاء و مرسلین کا خاتم بنایا "

فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٰذَا اَفْضَلَكُمْ مُحَمَّدٌ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے انبیاء! اسی لئے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تم سے افضل ہوئے ہیں "

گیارہویں حدیث :

یہ بھی احادیث میں وارد ہے :

فَقَالَ لَهٗ رَبُّهٗ تَعَالٰى قَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِيْبًا فَهُوَ مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ مُحَمَّدٌ حَبِيْبُ الرَّحْمٰنِ۔

"اللہ تعالٰے نے فرمایا میں نے تمہیں محبوب بنا لیا، توراۃ میں لکھا ہے محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اللہ تعالٰے کے محبوب ہیں۔"

وَاَرْسَلْنٰكَ اِلَى النَّاسِ كَآفَّةً وَّجَعَلْتُ اُمَّتَكَ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔

"ہم نے تمہیں تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور تمہاری امت کو سعادت میں پہلی اور وجود میں آخری امت بنایا۔"

وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ لَا يَجُوْزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنَّكَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ۔

"اور آپ کی امت پر لازم کیا کہ ان کے لئے کوئی خطبہ جائز نہیں جب تک یہ گواہی نہ دیں کہ آپ میرے عبد خاص اور رسول ہیں۔"

وَجَعَلْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقًا وَّاٰخِرَهُمْ بَعْثًا

"اور میں نے تمہیں خلقت میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر بنایا۔"

وَاَعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ۔

"اور میں نے تمہیں سبع مثانی (سورۂ فاتحہ جس کی سات آیتیں ہیں یا سات طوال سورتیں) دی اور قرآن عظیم۔"

وَاَعْطَيْتُكَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ عَرْشِيْ لَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا۔

"اور میں نے تمہیں اس خزانے سے جو عرش کے نیچے ہے سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں دیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں اور میں نے تمام انبیاء

سے اول اور آخر بنایا ہے"

بارہویں حدیث :

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبِيَدِيْ لِوَآءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ مَا مِنْ نَّبِيٍّ يَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ اِلَّا تَحْتَ لِوَآئِيْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔

" قیامت کے روز میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور میرے ہاتھ میں لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ہوگا، اس دن آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا تمام نبی میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نکلوں گا اور میں فخر نہیں کرتا ہے"

تیرھویں حدیث : اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّكُوْنَ اِبْرَاهِيْمُ وَعِيْسٰى فِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّهُمَا فِيْ اُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

" کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ قیامت کے دن حضرتِ ابراہیم اور حضرتِ عیسٰے تم میں ہوں گے اور یہ دونوں حضرات قیامت کے دن میری امت میں ہوں گے ہے"

مختصر یہ کہ اس سلسلے میں آیات و احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے احاطے کے لئے کئی دفتروں کی ضرورت ہے، اگر کوئی شخص ان کو جمع کرنے کا ارادہ کرے اور تمام زندگی اس مبارک مصروفیت میں صرف کر دے تو اللہ تعالٰے کے عطیات اور بے شمار مناقب جو اللہ تعالٰے نے سیدِ ممکنات، سرورِ کائنات اور خلاصۂ مخلوقات صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں، میں سے ہزارواں حصہ اور بے حد و حساب میں سے معمولی مقدار بھی جمع نہیں کر پائے گا۔

اللہ تعالٰے نے آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو جو اعزاز و اکرام اور فضائلِ جمیلہ و مناصبِ جلیلہ عطا فرمائے ہیں، ان میں سے بعض آپ نے ملاحظہ کر لئے۔ اب گوشِ دل اور کامل توجہ سے سنئے کہ جب معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو بارگاہِ کبریا میں وہ وجاہت، عزت، مرتبۂ محبوبیت اور مقامِ مقبولیت حاصل ہے کہ اس میں اولین و آخرین اور انبیاء و مرسلین میں سے کسی کو حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ شرکت اور ہمسری حاصل نہیں ہے اور اس سے پہلے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ وجاہت، عزت اور رتبۂ محبوبیت، شفاعت اور سفارش کی مقبولیت کا سبب ہے تو اب جان لینا چاہئے کہ شفاعتِ کبرٰے حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا خاص منصب ہے حضور کی شفاعت بلاشبہ مقبول و مستجاب ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کے سردار، سب سے اول اور سب سے افضل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات تمام جہانوں کے لئے رحمت، جنوں، انسانوں اور فرشتوں کے لئے ملجاؤ ماوٰی ہے، مشرکینِ مکہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے وجودِ فائض الجود کی برکت سے مکہ مکرمہ میں عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

"اللہ تعالٰی کی یہ شان نہیں کہ کفارِ مکہ کو عذاب دے جبکہ اے حبیب! تم ان میں موجود ہو"

جب حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو اللہ تعالٰے نے مشرکوں کو عذاب میں مبتلا فرما دیا، مومنوں کو ان پر غالب و مسلط فرما دیا، مسلمانوں کی تلواریں ان کے لئے حاکم بنا دیں اور ان کی زمینیں، علاقے اور مال مسلمانوں کو بطورِ غنیمت عطا فرما دئے، اللہ تعالٰے فرماتا ہے :

وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ

"ان کی کیا حیثیت ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں عذاب نہ دے (کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں جن کی ذاتِ مبارکہ ان کے لئے باعثِ امن تھی)"

شفاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جرائم کی معافی اور درجات کی بلندی کے لئے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا مقبول ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

چند آیاتِ مبارکہ ملاحظہ ہوں :

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

ظاہر ہے کہ ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کا چاہنا ان کے لئے شفاعت ہے اور اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ ان کے لئے شفاعت کیجئے، اب دو ہی صورتیں ہیں یہ شفاعت مقبول ہو یا نامقبول، دوسری صورت باطل ہے کیونکہ اس وقت لازم آئے گا کہ اللہ تعالےٰ کا امر عبث اور بے فائدہ ہو بلکہ ناپسندیدہ مزاح یا وعدہ کی خلاف ورزی ہو، اللہ کی پناہ ایسی بات سے، تو پہلی صورت متعین ہو گئی اور وہی مقصود ہے (کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت مقبول ہے)

۲ : وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

"اگر وہ منافق جس وقت (نفاق سے) اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (معذرت کے لئے) تمہارے پاس آجائیں، پھر (نفاق سے توبہ کرتے ہوئے

اور اخلاص اختیار کرتے ہوئے) اللہ تعالےٰ سے مغفرت کا سوال کریں اور رسول ان کے لئے (کبیرہ گناہوں کی) مغفرت طلب کریں تو یہ لوگ اللہ تعالےٰ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم فرمانے والا پائیں گے۔"

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کا منافقین کی توبہ قبول کرنا اور ان پر رحم فرمانا اس بات پر معلق ہے کہ یہ اپنے نفاق کی مغفرت چاہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے ان کے کبیرہ گناہوں کی مغفرت طلب کریں، اور اگر معاذاللہ! حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کو کسی قسم کا دخل نہ ہو تو وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

تفسیرِ مدارک میں ہے:

"ایک اعرابی نے حاضر ہو کر اپنے آپ کو روضۂ مقدسہ پر گرادیا اور روضۂ منورہ کی خاکِ مبارک کو اپنے سر پر ڈال کر عرض پرداز ہوا کہ اے رسولِ خدا! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، میں توبہ واستغفار لایا ہوں آپ میری مغفرت کی دعا کریں، روضۂ مبارک سے آواز آئی تیرا گناہ بخش دیا گیا۔"

ہاں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں اور وفات کے بعد شفاعت کا مفید ہونا برابر ہے اور بہر صورت حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ الٰہی میں وجاہت حاصل ہے اور اس کمال الجمال اور جمیل الکمال ہستی کی محبوبیت ظاہری حیات اور وصال کے بعد بارگاہِ ایزدی میں یکساں طور پر قبولیتِ شفاعت کا سبب ہے۔

۳۔ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

"تحقیق آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے (یعنی آخرت میں آپ کا

مقام اور بلند ہو جائے گا اور قیامت کے دن آپ تمام مخلوق کے ملجا و ماویٰ ہوں گے) اور تحقیق تمہارا پروردگار تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے ۔“

اس آیت سے دو طرح استدلال کیا جا سکتا ہے :

(۱) اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دنیا میں مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ جو کسی سے کوئی چیز طلب کرتا ہے اس پر راضی نہیں ہو گا کہ اس کی درخواست رد کر دی جائے وہ اسی صورت میں خوش ہو گا کہ اس کی درخواست قبول کر لی جائے ، اللہ تعالےٰ نے پختہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے لہٰذا یہ مومن مردوں اور عورتوں کے لئے کی جانے والی شفاعت کے قبول کرنے کا پختہ وعدہ ہے ۔

(۲) احادیث کثیرہ وارد ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خوشی اسی میں تھی کہ امت کے گنہگار بخشے جائیں اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی امت کے گنہگاروں کی چارہ سازی میں مصروف رہے تاکہ وہ آگ کے عذاب سے نجات پائیں ، پس یہ مؤکد وعدہ جو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے بارے میں وارد ہوا ہے ، یہ اس امر کا وعدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وجاہت اور محبوبیت کے سبب امت کے مجرموں کو رہا کر دیا جائے گا ، احادیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِذًا لَّا أَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِّنْ أُمَّتِيْ فِي النَّارِ

” تب تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہونگا جب تک میرا ایک امتی بھی آگ میں رہے گا ۔“

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

اپنے ہر امتی کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرتِ امام محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے :

اَهْلُ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُوْنَ اَرْجٰى اٰيَةٍ قَوْلُهٗ تَعَالٰى يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ اَمَّا اَهْلُ الْبَيْتِ فَيَقُوْلُوْنَ اَرْجٰى اٰيَةٍ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اِنَّهَا الشَّفَاعَةُ لِيُعْطِيَهَا فِيْ اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَتّٰى يَقُوْلَ رَضِيْتُ۔

" اہلِ قرآن (عامۃ المسلمین) کہتے ہیں کہ وہ آیت جس سے بہت امید بندھتی ہے یہ ہے : یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم (اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والو! اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو) لیکن اہلِ بیتِ کرام فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ امید دلانے والی آیت یہ ہے : و لسوف یعطیک ربک فترضیٰ ، بے شک یہ عطیہ شفاعت ہے جو اللہ تعالےٰ کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کے بارے میں دے گا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہیں گے کہ میں راضی ہوگیا ہوں "

حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :

رِضٰى جَدِّيْ اَنْ لَّا يَدْخُلَ النَّارَ اَحَدٌ

" میرے جدِ امجد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خوشنودی یہ ہے کہ کوئی توحید کا پرستار آگ میں داخل نہ ہو "

مشکوٰۃ شریف میں صحیح مسلم شریف کے حوالہ سے حضرتِ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے :

إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله تعالى عليه وسلم تَلَى قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ وَقَالَ عِيْسٰى إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا جِبْرَئِيْلُ إِذْهَبْ إِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ فَاسْئَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ فَأَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَسَأَلَهٗ فَأَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تعالى عليه وسلم بِمَا قَالَ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِجِبْرَئِيْلَ اذْهَبْ إِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ۔

"تحقیق نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی" اے پروردگار! بے شک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پس جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہے" (یہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے) اور حضرتِ عیسٰی علیہ السلام نے کہا: اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں حضور صلی اللہ تعالےٰ نے دستِ مبارک اٹھائے اور کہا اے اللہ! میری امت، میری امت (کو بخش دے) اور رو دیئے، اللہ تعالےٰ نے حضرتِ جبریل کو فرمایا اے جبریل! محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس جا حالانکہ تیرا رب بہتر جانتا ہے اور پوچھ کہ انہیں کونسی چیز رلاتی ہے، حضرتِ جبریل بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پوچھا، حضور نے وہ کلمات بتلائے (جو دعا میں کہے تھے) اللہ تعالےٰ نے جبریل امین کو فرمایا میرے حبیب کی خدمت میں جاؤ اور کہو ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور تمہیں ناخوش نہیں کریں گے"

اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت و رحمت اور اللہ تعالےٰ کی حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے رحمت و محبت اور رضاجوئی اور امت کے حق میں حضور کی شفاعت کا قبول کرنا یہاں تک کہ آپ راضی ہوجائیں، معلوم کیا جاسکتا ہے۔

(۴) عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

"قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز فرمائے"

حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما راوی ہیں کہ قیامت کے دن لوگ جماعتوں کی صورت میں پھریں گے، ہر امتی اپنے پیغمبر کے پاس جائے گا اور کہے گا، ہماری شفاعت کیجئے حتٰی کہ آخر میں نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شفاعت کی درخواست کریں گے[۱] پس وہی دن ہے کہ اللہ تعالےٰ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں، صحابہ کرام نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (مقامِ محمود) شفاعت (عامہ) ہے۔

حضرتِ کعب بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

"قیامت کے دن لوگ جمع کئے جائیں گے، میں اور میری امت بلندی پر ہوں گے، مجھے میرا رب سبز حلّہ پہنائے گا، پھر میں وہ کچھ عرض کروں گا جو اللہ تعالےٰ چاہے گا، یہی مقامِ محمود ہوگا۔"

حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

"مقامِ محمود، عرشِ مجید کی دائیں جانب وہ مقام ہے جہاں میں کھڑا ہوں گا

---

[۱] امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎ خلیل و نجی، مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں نہ بنی - یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

وہاں اور کوئی کھڑا نہ ہوگا، اس مقام پر پہلے اور پچھلے رشک کریں گے ۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا : مقامِ محمود وہ ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کرونگا ۔

حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالے عنہ راوی ہیں :

یَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ حَیْثُ یَسْمَعُهُمُ الدَّاعِیْ وَیَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ حُفَاةً عُرَاةً كَمَا خُلِقُوْا سُكُوْتًا لَا تَتَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ -

" اللہ تعالے تمام انسانوں کو ایسی ہموار زمین میں جمع فرمائے گا کہ پکارنے والے کی آواز اور نظران سب تک پہنچے گی، تمام کے پاؤں اور جسم پیدائش کے دن کی طرح برہنہ ہوں گے، سب خاموش ہوں گے اور کوئی اللہ تعالے کی اجازت کے بغیر بات نہیں کرسکے گا ۔"

فَیُنَادِیْ مُحَمَّدًا فَیَقُوْلُ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ وَالْمُهْتَدِیْ مَنْ هَدَیْتَ وَعَبْدُكَ بَیْنَ یَدَیْكَ وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِلَیْكَ لَا مَلْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَیْتَ سُبْحٰنَكَ رَبَّ الْبَیْتِ فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی -

" پس اللہ تعالے نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو پکارے گا تو حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم عرض کریں گے، میں تیری اطاعت کے لئے حاضر ہوں اور نیک بختی تیری ہی طرف سے ہے، ہر اچھائی تجھی سے ہے اور برائی تیری طرف منسوب نہیں ہے (یا یہ معنی ہے کہ برائی تیری طرف اوپر نہیں جاتی)

ہدایت پانے والا وہ ہے جسے تو ہدایت دے اور تیرا بندہ تیری بارگاہ میں اطاعت کے لئے حاضر ہے، حمد تیرے لئے ہے اور تیری طرف رجوع کرنے والی ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، تو بابرکت اور بلند ہے، اے ربِ کعبہ! تیرے لئے پاکیزگی ہے، تو یہ مقامِ محمود ہے جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے :

اِذَا دَخَلَ اَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَاَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَتَبْقٰى اٰخِرُ زُمْرَةٍ مِّنَ الْجَنَّةِ وَاٰخِرُ زُمْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ زُمْرَةُ النَّارِ لِزُمْرَةِ الْجَنَّةِ مَا نَفَعَكُمْ اِيْمَانُكُمْ فَيَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ وَيَضِجُّوْنَ فَيَسْمَعُهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَسْئَلُوْنَ اٰدَمَ وَغَيْرَهٗ بَعْدَهٗ فِي الشَّفَاعَةِ لَهُمْ فَكُلٌّ يَعْتَذِرُ حَتّٰى يَاْتُوْا مُحَمَّدًا فَيَشْفَعُ لَهُمْ فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ -

" جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آخری گروہ جنت سے رہ جائے گا اور ایک جہنمی گروہ جہنم سے رہ جائے گا، جہنمی گروہ جنتی گروہ کو کہے گا کہ تمہیں تمہارے ایمان نے نفع نہ دیا، یہ جنتی گروہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرے گا اور وہ آہ وزاری کرے گا جسے اہلِ جنت سُن لیں گے، یہ لوگ پہلے آدم علیہ السلام سے پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام سے عرض کریں گے کہ ہماری شفاعت کیجئے، تمام انبیاءِ کرام عذر کردیں گے، پھر یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لہ شفاء شریف ۔ ج ا ص ۱۳۶)

ان کی شفاعت کریں گے،[۱] تو یہ ہے مقامِ محمود۔"

حضرتِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یزید فقیر کو فرمایا تم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں سنا جس پر اللہ تعالےٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فائز فرمائے گا، یزید نے کہا ہاں، حضرتِ جابر نے فرمایا وہ مقامِ محمد ہے جس کا نام مقامِ محمود رکھا گیا ہے۔ اس مقام کی بدولت اللہ تعالےٰ دوزخیوں کو دوزخ سے نجات عطا فرمائیگا، پھر حضرتِ جابر نے وہ حدیث بیان کی جس میں اس امت کے دوزخیوں کو دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کا ذکر ہے، اسی طرح حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا یہی مقامِ محمود ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کیا ہے۔ حضرتِ شیبان فرماتے ہیں مقامِ محمود، قیامت کے دن امت کی شفاعت ہے۔ حضرتِ قتادہ فرماتے ہیں :

كَانَ أَهْلُ الْعِلْمِ يَرَوْنَ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

"اہلِ علم، مقامِ محمود، قیامت کے دن کی شفاعت کو قرار دیتے تھے"

اب احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں :

۱۔ حدیثِ صحیح ہے :

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا وَاخْتَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

---

[۱] حضرتِ حسن رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا

کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

"ہر نبی کے لئے ایک (یقینی) مقبول دعا ہے جو وہ مانگ سکتے ہیں، میں نے اپنی دعا چھپا رکھی ہے تاکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کروں۔"

اہلِ علم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی کے لئے ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے اور دعا کرتے ہی اس کا قبول ہونا یقینی ہوتا ہے ورنہ ہر پیغمبر کی بے شمار دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مقبول دعائیں تو حد وحساب سے باہر ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور دعا اپنی امت کے لئے یقیناً مقبول ہوگی۔

۲۔ حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يَقُوْلُ لَاَشْفَعَنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِاَكْثَرَ مِمَّا فِی الْاَرْضِ مِنْ حَجَرٍ وَّ شَجَرٍ۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سنا کہ تحقیق میں قیامت کے دن، زمین کے پتھروں اور درختوں سے زیادہ انسانوں کی شفاعت کروں گا۔"

۳۔ حدیث کی صحیح کتابوں میں ہے:

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَهْتَمُّوْنَ اَوْقَالَ فَيُلْهَمُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِاسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا۔

"آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ اولین اور آخرین کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا پس تمام غمگین ہو جائیں گے، یا فرمایا (راوی کو شک ہے) انہیں الہام کیا جائیگا کہ شفاعت طلب کرنے کے لئے جائیں

تو وہ کہیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ ہم دربارِ الٰہی میں کسی کو شفیع بناتے۔"

بعض روایات میں آتا ہے:

مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ

"بعض لوگ بعض سے ٹکرائیں گے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے:

فَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُونَ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ۔

"آفتاب قریب ہو جائے گا اور لوگوں کو اتنا غم لاحق ہوگا جس کی طاقت نہیں رکھیں گے، اسے برداشت نہیں کر پائیں گے تو آپس میں کہیں گے کیا تم ایسی ہستی کو نہیں ڈھونڈتے جو تمہاری شفاعت کرے:

فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُّوحِهٖ وَأَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ أَسْمَآءَ كُلِّ شَيْءٍ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ۔

"پس حضرتِ آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور عرض کریں گے، آپ ابوالبشر آدم ہیں، اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ (کے جسدِ مبارک) میں اپنی (مخلوق) روح پھونکی، آپ کو اپنی جنت میں جگہ دی، اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور آپ کو ہر شے کے نام سکھائے، اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے

تاکہ ہمیں اس مشکل جگہ سے نجات عطا فرمائے، کیا آپ اس مشکل کو ملاحظہ نہیں فرماتے جس میں ہم مبتلا ہیں؟

فَيَقُوْلُ إِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَ نَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ اِذْهَبُوْا إِلٰى نُوْحٍ -

"حضرتِ آدم علیہ السلام فرمائیں گے۔ بے شک آج اللہ تعالیٰ کا ایسا غضب ظہور پذیر ہوا ہے کہ اس سے پہلے اس نے ایسا غضب نہیں فرمایا اور نہ ہی آئندہ فرمائے گا، مجھے اللہ تعالیٰ نے پودے سے منع فرمایا تھا، مجھ سے لغزش ہوئی جاؤ کسی اور کے پاس نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔"

فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ أَلَا تَرٰى مَا بَلَغَنَا أَلَا تَشْفَعُ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ؟

"پھر حضرتِ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ اہلِ زمین کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام "عبدِ شکور" (شکر گزار بندہ) رکھا، کیا آپ ہماری مصیبت ملاحظہ نہیں فرماتے؟ کیا آپ ہمیں پہنچنے والی اذیت نہیں دیکھتے؟ کیا آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت نہیں کریں گے؟"

فَيَقُوْلُ إِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ

قَبْلَہٗ وَلَا یَغْضَبُ بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ نَفْسِیْ نَفْسِیْ۔

"حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تحقیق میرے رب نے آج ایسا غضب کیا ہے کہ نہ اس سے پہلے ظاہر فرمایا اور نہ آیندہ ظاہر فرمائے گا اور فرمائیں گے نفسی نفسی" (آج تو مجھے اپنا خیال ہے۔)

حضرت انس کی روایت میں ہے :

وَیَذْکُرُ خَطِیْئَتَہُ الَّتِیْ اَصَابَ سُؤَالَہٗ رَبَّہٗ بِغَیْرِ عِلْمٍ۔

"حضرت نوح علیہ السلام اپنی اس لغزش کا ذکر کریں گے کہ انہوں نے لاعلمی میں اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا تھا۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت میں ہے :

وَقَدْ کَانَتْ لِیْ دَعْوَۃٌ دَعَوْتُہَا عَلٰی قَوْمِیْ

"حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے، میرے لئے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے لئے کر دی تھی۔"

اِذْھَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْھَبُوْا اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ فَاِنَّہٗ خَلِیْلُ اللّٰہِ۔

"کسی اور کے پاس جاؤ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔"

فَیَاْتُوْنَ اِبْرَاھِیْمَ فَیَقُوْلُوْنَ اَنْتَ نَبِیُّ اللّٰہِ وَخَلِیْلُہٗ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّکَ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْہِ۔

"پھر تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ اللہ تعالےٰ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں،

اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ہماری تکلیف ملاحظہ نہیں فرماتے ۔"

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا فَذَكَرَ مِثْلَهُ، وَيَذْكُرُ ثَلٰثَ كَلِمَاتٍ كَذَبَهُنَّ نَفْسِي نَفْسِي وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسٰى فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللهِ۔

"حضرتِ ابراہیم علیہ السلام وہی کچھ فرمائیں گے جو حضرتِ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا اور اپنی وہ تین باتیں ذکر کریں گے جو بظاہر جھوٹ تھیں (در حقیقت جھوٹ نہ تھیں) نفسی نفسی، ہاں تم حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے کلیم ہیں ۔"

فَإِنَّهُ عَبْدٌ اٰتَاهُ اللهُ التَّوْرٰةَ وَكَلَّمَهُ وَقَرَّبَهُ نَجِيًّا۔

"بے شک وہ عبدِ مکرم ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے توراۃ دی، ان سے کلام کیا اور انہیں حالتِ مناجات میں قرب عطا کیا ۔"

قَالَ فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ وَقَتْلَهُ النَّفْسَ وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسٰى فَإِنَّهُ رُوْحُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ۔

"پھر حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے میں شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں اور اپنی لغزش اور قبطی کے قتل کرنے کا ذکر کریں گے، تم پر لازم ہے کہ حضرتِ عیسےٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں ۔"

فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ

بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ۔

" پھر حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے، میں شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں، تم پر لازم ہے کہ حضرتِ محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ ایسے عبدِ مکرم ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف فرما دئے ہیں "

فَیَاْتُوْنِیْ فَاَقُوْلُ اَنَا لَہَا فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ فَیُؤْذَنُ لِیْ فَاِذَا رَاَیْتُہٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا۔

" پھر میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا کہ میں خاص شفاعت (کبریٰ) کے لئے ہوں، میں دربارِ الٰہی میں جاؤں گا اور اجازت طلب کرونگا مجھے اجازت دے دی جائے گی، جب میں اللہ تعالےٰ کو دیکھوں گا تو سجدے میں چلا جاؤں گا "

ایک روایت میں ہے:

فَاٰتِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَخِرُّ سَاجِدًا

" میں عرش کے نیچے آؤں گا اور سجدہ ریز ہو جاؤں گا "

ایک روایت میں ہے :

فَاَقُوْمُ بَیْنَ یَدَیْہِ فَاَحْمَدُہٗ بِمَحَامِدَ لَا اَقْدِرُ عَلَیْہَا اِلَّا اَنْ یُّلْہِمَنِیْہَا اللّٰہُ۔

" میں اللہ تعالےٰ کے دربار میں کھڑا ہو جاؤں گا اور اس کی ایسی تعریفیں کروں گا جو اس کے الہام کے بغیر نہیں ہو سکتیں "

ایک روایت میں ہے :

فَيَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ بِمَحَامِدِ وَحُسْنِ الثَّنَآءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰٓى اَحَدٍ قَبْلِي۔

"اللہ تعالےٰ مجھ پر ایسی تعریفیں اور اپنی بہترین ثناء منکشف فرمائے گا کہ مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہیں کی۔"

فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

"حکم دیا جائے گا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ، مانگو (جو مانگو گے) دیا جائے گا، شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔"

فَاَرْفَعُ رَاْسِي فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ

"میں سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے رب! میری امت، میری امت!" (بخش دے)

فَيَقُوْلُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَاحِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَآءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ۔

"اللہ تعالےٰ فرمائے گا اپنے ان امتیوں کو جنت کے دائیں دروازے سے داخل کرو جن پر حساب نہیں ہے اور وہ دوسرے دروازوں میں باقی لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔"

ایک اور روایت میں ہے:

فَيُقَالُ لِيْ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ لَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ

اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ -

"مجھے کہا جائے گا اے حبیب! اپنا سر اٹھائیے اور کہئے، تمہاری سُنی جائے گی، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور مانگئے (جو مانگو گے) دیا جائیگا۔ تو میں کہوں گا، اے میرے رب، میری امت، میری امت۔"

فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ اَوْ شَعِيْرٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ -

"پس فرمایا جائے گا کہ جائیے اور جس شخص کے دل میں گندم یا جَو کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے نکال لائیے چنانچہ میں جا کر انہیں نکال لاؤں گا۔"

ثُمَّ اَرْجِعُ اِلٰى رَبِّيْ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَذَكَرَ مِثْلَ الْاَوَّلِ وَقَالَ فِيْهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ مِنْ خَرْدَلٍ فَاَفْعَلُ -

"پھر میں اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں جاؤں گا اور اس کی وہی تعریفیں کروں گا جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے، اور حدیث شریف میں فرمایا (اللہ تعالےٰ فرمائیگا) رائی کے دانہ کی مثل یعنی جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو اسے آگ سے نکال لائیے تو میں انہیں نکال لاؤں گا۔"

ثُمَّ اَرْجِعُ وَذَكَرَ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ وَقَالَ فِيْهِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ اَدْنٰى اَدْنٰى مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَاَفْعَلُ -

"پھر واپس جاؤں گا اور حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے

وہی کچھ ذکر فرمایا جو اس سے پہلے گذر چکا، اس دفعہ اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے بہت ہی کم ایمان ہے اسے بھی آگ سے باہر لے آیئے، میں انہیں بھی نکال لاؤں گا۔"

ثُمَّ اَرْجِعُ وَ ذَکَرَ فِی الْمَرَّۃِ الرَّابِعَۃِ فَیُقَالُ لِیْ اِرْفَعْ رَأْسَکَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَ سَلْ تُعْطَہْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ ائْذَنْ لِیْ فِیْ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

"پھر میں واپس جاؤں گا اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چوتھی مرتبہ کہا جائے گا اپنا سر اٹھایئے اور کہیے، تمہاری سنی جائے گی، شفاعت کیجیے قبول کی جائے گی اور مانگیے تمہیں دیا جائیگا تو میں کہوں گا اے میرے رب! مجھے کلمہ پڑھنے والوں کے حق میں اجازت عطا فرما! (تاکہ انہیں بھی دوزخ سے نکال لاؤں۔")

قَالَ لَیْسَ ذٰلِکَ اِلَیْکَ وَلٰکِنْ وَ عِزَّتِیْ وَ کِبْرِیَآئِیْ وَ عَظَمَتِیْ وَ جِبْرِیَآئِیْ لَاُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

"ارشاد ہوگا اے حبیب! یہ تمہارے سپرد نہیں لیکن مجھے اپنی عزت و کبریائی اور عظمت و جبروت (قہر) کی قسم! میں کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو آگ سے ضرور نکالوں گا۔"

حضرت قتادہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں:

قَالَ فَلَآ اَدْرِیْ فِی الثَّالِثَۃِ اَوِ الرَّابِعَۃِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ مَا بَقِیَ فِی النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَہُ الْقُرْاٰنُ اَیْ

وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ۔

"راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ تیسری دفعہ یا چوتھی دفعہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عرض کریں گے اے میرے پروردگار! آگ میں صرف وہ لوگ رہ گئے ہیں جنہیں قرآنِ پاک نے قید کر دیا ہے یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے"

اس حدیث سے، جو کتبِ صحاح میں مختلف طریقوں سے مروی ہے، چند مطالب ثابت ہوتے ہیں :

(۱) تمام اولین و آخرین، میدانِ محشر میں حیران اور پریشان ہو کر سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں پائیں گے کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں کوئی وسیلہ اور شفیع تلاش کریں اور ان میں سے کوئی بھی پناہ حاصل کرنے اور وسیلہ ڈھونڈنے سے سرتابی نہیں کر سکے گا اور تمام لوگ پہلے حضرتِ آدم علیہ السلام کے پاس، پھر دیگر رسولانِ عظام کے پاس دوڑتے ہوئے جائیں گے لیکن رسولوں کے سرتاج، اولین و آخرین کے سردار اور اللہ تعالےٰ کے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کو شفاعت کی اجازت نہیں ملے گی۔

پس گنہگار ناہنجار، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے نا امیدوار (مولوی اسمٰعیل دہلوی) جو از راہِ ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی کہتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے کہ کسی سے التجا اور وسیلہ طلبی کئے بغیر اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے نہ ہونے ہوئے رحمتِ الٰہیہ کا مستحق بن جائے گا، اس کا خیال، خام اور سودائے ناتمام ہے۔

(۲) حضورِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس فرمانِ فیض ترجمان :

فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ

(میں کہوں گا کہ میں شفاعت کے لیے ہوں، میں جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت لوں گا)

سے ظاہر و باہر ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کے ارشاد:

سَلْ تُعْطَہْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

سے پہلے ہی شفاعت کی اجازت تھی اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو شفاعت کی قبولیت کا یقین تھا کیونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اجازت اور قبولیتِ شفاعت کے یقین کے بغیر یہ کلمہ (اَنَا لَہَا) کوئی معنی نہیں رکھتا پس شفاعت کی اجازت وہی ہے جو قرآنِ پاک میں ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اور قبولیتِ شفاعت کا یقین اس بشارت سے حاصل ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

اور اس لحاظ سے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت وہ دعا مقبول ہے جو آپ نے اپنی امت کے لئے چھپا رکھی تھی (یہ کہا جا سکتا ہے کہ شفاعت آپکو حاصل تھی۔

(۳) حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ ایزدی میں انتہائی وجاہت اور کامل محبوبیت حاصل ہے کیونکہ اس وقت تمام اولوالعزم رسول اپنی جگہ (خشیت الٰہی سے) کانپ رہے ہوں گے اور اپنے معاملے میں حیران ہوں گے ایسے وقت میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی عزت و وجاہت اور محبوبیت و مقبولیت کے سبب، شفاعت طلب کرنے والوں کا سوال پورا کرنے کے لئے قدم اٹھائیں گے اور ان کی شفاعت کی ذمہ داری انجام دیں گے۔

(۴) ایسے لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت، نجات کا سبب نہیں بنے گی جو توحید کے اقراری اور رسالت کے منکر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ توحید و رسالت کے ماننے والوں کی بخشش حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے وسیلے کے بغیر نہیں فرمائے گا [۱]

(۵) اللہ تعالےٰ کے دربار میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی انتہائی عزت اس حدیث سے مستنبط ہوتی ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں قبولیت اور اجابت، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دعا کا استقبال کرے گی [۲] کیونکہ دعا سے پہلے ارشاد ہوگا:—

سَلْ تُعْطَہْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

(مانگئے، تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے، قبول کی جائیگی)

(۶) اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی امت کے حال پر کمال شفقت و رحمت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو قیامت کے دن، فکرِ امت کے علاوہ کوئی امر پیشِ نظر نہیں ہوگا چنانچہ دوسرے رسولان گرامی کو اپنی فکر ہوگی، وہ نفسی نفسی کہیں گے اور حضور رحمتِ مجسم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو امت کی فکر ہوگی اور آپ امتی امتی کہیں گے۔

(۷) کبیرہ گناہوں کے مرتکب مومن، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے نجات پا جائیں گے کیونکہ وہ یقیناً ذرہ کی مقدار ایمان رکھتے ہیں لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت انہیں بھی شامل ہوگی، رہا معتزلہ کا یہ گمان کہ شفاعت، کبیرہ گناہوں

---

[۱] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے — کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

[۲] امام اہل سنت فرماتے ہیں ؎ اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا — بڑھی ناز سے جب دعائے محمد (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم)

کے بخشوانے میں دخل نہیں رکھتی تو یہ اس سراپا رسوائی گروہ کی جہالت اور نادانی ہے۔

۴۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عنہما عَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یُوْضَعُ لِلْاَنْبِیَاءِ مَنَابِرُ یَجْلِسُوْنَ عَلَیْهَا وَ یَبْقٰی مِنْبَرِیْ لَا اَجْلِسُ عَلَیْہِ قَائِمًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ مُنْتَصِبًا۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ انبیاء کرام کے لئے منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ بیٹھ جائیں گے، میرا منبر خالی رہے گا، میں اس پر نہیں بیٹھوں گا، میں اللہ تعالےٰ کے دربار میں کھڑا رہوں گا۔"

فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی مَا تُرِیْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِكَ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ فَیُدْعٰی بِهِمْ فَیُحَاسَبُوْنَ فَمِنْهُمْ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِہٖ وَ مِنْهُمْ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِیْ۔

"اللہ تعالےٰ فرمائے گا اے حبیب! تم کیا چاہتے ہو کہ تمہاری امت سے کیسا معاملہ کروں؟ میں عرض کروں گا اے پروردگار! ان کا حساب جلدی فرما، پس انہیں بلایا جائے گا اور ان کا حساب لیا جائے گا، ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو اللہ تعالےٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور بعض میری شفاعت سے۔"

وَلَا اَزَالُ اَشْفَعُ حَتّٰی اُعْطٰی صِكَاكًا بِرِجَالٍ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَی النَّارِ حَتّٰی اَنَّ خَازِنَ النَّارِ یَقُوْلُ یَا مُحَمَّدُ مَا تَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِیْ اُمَّتِكَ

مِنْ نَّقِمَتِیْ ۔

" اور میں شفاعت کرتا رہوں گا حتٰی کہ مجھے ایسے لوگوں کے ناموں کے دفتر دیدیئے جائیں جکے لئے جہنم کا حکم ہو چکا ہوگا اور مجھے جہنم کا داروغہ کہے گا یا رسول اللہ! آپ نے تو اپنی امت میں خدا کے غضب کی کچھ سزا ابھی نہیں رہنے دی۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وجاہت و محبت کے سبب آپ کی امت کے ساتھ آپ کی رضا کے موافق معاملہ فرمائے گا، آپ کی درخواست کے مطابق ان کے حساب و کتاب میں جلدی فرمائے گا، جو لوگ بے گناہ ہوں گے یا جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کے سبب جنت میں چلے جائیں گے، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت ان کے لئے عذاب سے نجات دینے میں نہ ہوگی بلکہ حساب کی جلدی میں ہوگی اور جو گنہگار ہوں گے اور اپنے برے اعمال کے سبب گرفتار ہوں گے، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور آپ کی شفاعت ان کی نجات کا سبب ہوگی یہانتک کہ جن کے جہنم میں جانے کا حکم ہو چکا ہوگا، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے فیض سے رہائی پا جائیں گے اور دوزخ کا داروغہ آپ سے عرض کرے گا کہ آپ نے اپنا کوئی امتی اللہ تعالےٰ کے غضب کے لئے نہیں چھوڑا۔

۵۔ سَارُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ ۔

" میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر کے مرتکب ہوں گے۔"

۶۔ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَتَانِیْ

اتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِیَ الْجَنَّۃَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَۃِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ وَھِیَ لِمَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔

"میرے رب کی طرف سے آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اختیار دیا ہمیں کہ میری نصف امت جنت میں چلی جائے، اور شفاعت میں، پس میں نے شفاعت اختیار کی اور وہ شفاعت اس شخص کے لئے ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالے کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا"

مختصر یہ کہ اس سلسلے میں بے شمار آیات و احادیث وارد ہیں اور جتنی ہم نے ذکر کر دیں وہی کافی ہیں۔

تقویۃ الایمان کی عبارت پر گفتگو

اب جبکہ عام شفاعت کی حقیقت معلوم ہوگئی اور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی خاص شفاعت کا حال واضح ہوگیا، قائل کے بے فائدہ کلام میں غور کرنا چاہیئے جس کے سچ یا جھوٹ ہونے کے بارے میں مستفتی نے سوال کیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ وہ کلام اول سے آخر تک ناقص اوہام کا مجموعہ ہے بلکہ پختہ سودا اور خیالِ خام ہے۔

چند دلائل ملاحظہ ہوں :

(۱) اس قائل نے امیدوار ہونے کو بھول قرار دیا ہے۔ ہم بے طاعت گنہگاروں، شفاعت کے امیدواروں کو غلط فہمی اور جہالت سے منسوب کر کے خود غلطی میں واقع ہوا ہے اور دوسروں کو غلطی میں ڈالنے کی کوشش کی ہے کیونکہ ثابت ہوچکا کہ حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی شفاعت اہلِ کبائر کے لئے یقینی ہے لہٰذا امیدواروں کو غلط سمجھنے اور بھولنے والا کہنا بہت بڑی خود فراموشی غلط فہمی

اور بددینی ہے، خدا کرے جو شفاعت سے ناامید ہو ناامید رہے۔

(۲) اس قائل نے سفارش کی تین قسمیں بیان کی ہیں، ان تینوں قسموں میں سفارش کا معنی درست نہیں ہے کیونکہ پہلی اور دوسری صورت میں حکم چلانا اور فرمان جاری کرنا پایا جاتا ہے (سفارش نہیں ہے) تیسری صورت میں بادشاہ نے مجرم پر خود رحم کھایا ہے وہ اپنے آئین کا لحاظ رکھتے ہوئے خود رحم کا اظہار نہیں کر سکتا، مجبوراً یہ بہانہ تراشا کہ کسی کو اس کا سفارشی ظاہر کر کے معافی کا اعلان کرتا ہے' یہ سب مکروفریب ہے،

اور یہ قائل یا تو جاہل ہے جو اپنے آپ کو عالم ظاہر کرنا چاہتا ہے' اسے سفارش کا معنی ہی معلوم نہیں، یا عالم ہے جو جہالت کا مظاہرہ کر رہا ہے کہ سفارش کا معنی الٹ دکھاتا ہے۔

(۳) اس شخص نے پہلی قسم کا نام شفاعتِ وجاہت رکھا ہے، ظاہر ہے کہ اس نے وجاہت کا معنی نہیں سمجھا یا سفارش کا معنی نہیں جانا کیونکہ صورتِ مذکورہ میں جرم اس لئے معاف کیا گیا ہے کہ شفاعت قبول نہ کرنے کی صورت میں ضرر کا خوف ہے اور یہ معنی نہ لفظِ شفاعت سے سمجھا جاتا ہے نہ وجاہت سے، نہ معلوم یہ معنی اس تحریر کے لکھنے والے کے دل میں کہاں سے آ گیا اور لفظ مذکور (شفاعتِ وجاہت) لحاظ اور پاسداری کے معنی سے نکل کر خودساختہ معنی (سینہ زوری) میں کس طرح استعمال ہوا اور عقائد کے مذکورہ رسالہ (تقویۃ الایمان) میں کس طرح مذکور ہوا اور چند بازاری قسم کے لوگوں میں کیسے مشہور ہوا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں انبیاء و مرسلین کی تعریف وجاہت سے فرمائی ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا:

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا

اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا :

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ

مفسرین نے آخرت میں وجاہت کی تفسیر شفاعت سے کی ہے، اس سے قائل مذکور کی تفسیرِ قرآن سے واقفیت معلوم کی جاسکتی ہے۔

سوال اس قائل نے اصطلاح بنائی ہے کہ پہلی صورت کو شفاعت بالوجاہت کہا جائے گا، اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کہنا کہ پہلی صورت اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں پائی جاسکتی ہے شرک اور جہالت ہے۔

جواب جو الفاظ قرآن وحدیث میں استعمال ہوتے ہیں، ان میں اصطلاح بنانا اور انہیں معانی فاسدہ کے مقابل مقرر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی اصطلاح کا اختیار کرنا لوگوں کو گمراہی اور جہالت میں ڈالنے کے مترادف ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رسول نہیں ہیں اور یہ بات ایسی کتاب میں لکھ دے جو عوام الناس کو عقائد سکھانے کے لئے لکھی ہے، جب کوئی اس پر مواخذہ کرے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے نبوت و رسالت کی نفی کفر اور نصوص کا انکار ہے، تو کہہ دے کہ نبوت و رسالت کا معنی غلبہ اور تسلط ہے اور بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالےٰ کی ذات پر غلبہ اور تسلط ثابت کرنا شرک اور کفر ہے، کیا ایسے بے دین کو ایسی اصطلاح میں معذور قرار دیا جائے گا اور عذر میں یہ کہا جاسکے گا کہ اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں ہے؟ ہرگز نہیں، وہ شخص محض اس اصطلاح کے بنانے سے کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یا حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ عیسےٰ علیہما السلام اللہ تعالےٰ کے نزدیک وجیہ نہیں ہیں اور جب اس پر کوئی شخص گرفت کرے کہ ان حضرات سے وجاہت کی نفی کفرِ صریح

ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اصطلاح بنائی ہے کہ وجاہت میں تسلط اور ضرر پہنچا سکنے کی قدرت معتبر ہے اور یہ معنی ان انبیاءِ کرام سے اللہ تعالیٰ کی نسبت سے یقیناً منتفی ہے وہ بے دین محض اس اصطلاح کے قائم کرنے سے دائرۂ ایمان سے یقینی طور پر خارج ہو جائے گا اور یہ کہنا کہ اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں، اس کے لئے وجہِ معذرت نہیں بن سکتا۔

بایں ہمہ یہ قائل اپنی اصطلاح کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ اس صورت کو شفاعتِ وجاہت کہتے ہیں لہٰذا وہ شفاعتِ مذکورہ کے علاوہ جھوٹ اور افترا میں بھی مبتلا ہوا ہے، ہم گمراہی اور گمراہ گری سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

۴۔ قائل مذکور کا یہ قول :

اوس شہنشاہ کی یہ شان ہے (الی آخرہ)

ماقبل سے تعلق نہیں رکھتا کیونکہ اس کلام کا معنی جیسے کہ مقامِ ثانی میں مذکور ہوگا یہ ہے ہزارہا انبیاء، اولیاء، جنوں، فرشتوں اور حضرت جبریل امین اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہزارہا مثالوں کے ساتھ ایجاد کا تعلق صحیح ہے، کارخانۂ ملکِ الٰہی میں کسی کے دخل کے نہ ہونے سے اس معنی کا کوئی واضح تعلق نہیں ہے مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ ایک بادشاہ کے کارخانۂ حکومت میں کسی امیر یا وزیر کو دخل اور بڑا تسلط ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے بادشاہ کو رونق اور سلطنت کی حفاظت کیلئے ماننا پڑتا ہے، اس کلام کی نفی میں نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہ اگر چاہے تو دوسروں کو اس امیر کے مرتبے تک پہنچا دے اور رعایا کو اس عالی مرتبت امیر کے برابر کر دے کیونکہ اس سے کارخانۂ حکومت میں اس امیر کی مداخلت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ کہنا یوں چاہیئے تھا کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے کارخانۂ قدرت میں کسی قسم کی مداخلت حاصل نہیں ہے،

حتیٰ کہ اس کی رنجیدگی اور ناخوشی سے کارخانۂ الٰہی میں بے رونقی کا امکان ہوتا خواہ وہ شخص ممکن الوجود ہو یا ناممکن اور خواہ اس شخص کی بہت سی مثالیں ہوں یا وہ بے نظیر ہو، پس یہ کلام فی نفسہٖ باطل ہونے کے باوجود (جیسا کہ مقامِ ثانی میں آئے گا) ماقبل سے بھی بے تعلق ہے اور اگر تکلف سے تعلق دکھایا بھی جائے تو اس کلام میں قباحت اور بڑھ جائے گی جیسا کہ عنقریب مقامِ ثالث میں آئے گا۔

۵۔ اس کا یہ قول

اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (الیٰ آخرہٖ)

ماقبل سے متعلق نہیں ہے، مقام کے مناسب یہ تھا کہ کہتا ہر شخص کو رونق اور عزت اللہ تعالیٰ نے ہی دی ہے، اس کے کارخانۂ قدرت کو کوئی شخص کیسے رونق دے سکتا ہے۔

اس کا یہ فقرہ :

" اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں (تقویۃ الایمان)

بلا تکلف کلام کے سیاق و سباق کے مطابق نہیں، ہاں اس عبارت کے ہر فقرہ سے ایک غرض قائل کے دل میں پوشیدہ ہے جسے مقامِ ثالث میں واضح کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

۶۔ اس نے دوسری قسم کو شفاعتِ محبت کہا ہے، کہتا ہے اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں، یہ معنی اور یہ تفسیر بھی اس کی خود ساختہ ہے کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا کہ مستشفع الیہ (جس سے سفارش کی گئی) کی شفیع سے محبت، قبولیتِ شفاعت کا سبب ہے، شفاعت کا قبول کرنا آثارِ محبت سے ہے اور محبوب کی رضا خواہی اس صفت (محبت) کا مقتضا ہے، مجبوری، اضطرار اور دل آزاری کا اندیشہ، شفاعتِ

محبت میں داخل نہیں ہے اور جب مجبوری اور اضطرار تک معاملہ پہنچ جائے تو شفاعت کا معنی باطل ہو جائے گا اور اس جگہ حکمرانی اور فرمان جاری کرنے کا معنی درست ہو گا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

کی تفسیر اور اس کے علاوہ گذر چکا کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے سبب آپ کی رضا کا طالب ہے اور بلاشبہ محبت کی شان محبوب کی رضا جوئی ہے اور کوئی محبوب اس پر راضی نہیں ہو گا کہ اس کی شفاعت اس کے محب کی بارگاہ میں مردود ہو اور اس کا وسیلہ پکڑنے والا محب کے دربار سے ناکام لوٹا دیا جائے۔

۷۔ یہ قائل جو بارگاہِ الٰہی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء کی شفاعتِ محبت کی نفی کرتا ہے، دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء سے محبت ہی نہیں، شفاعتِ محبت کیسے متحقق ہو گی، یہ کفر صریح ہے اور نصوصِ قطعیہ و احادیث صحیحہ کا انکار ہے، یا محبت کو قبول شفاعت کا سبب نہیں مانتا، یہ عقیدہ بھی نصوصِ صریحہ اور احادیثِ صحیحہ کے انکار تک لے جائیگا جیسا کہ

وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ

اور دوسری آیات کی تفسیر اور احادیث میں مذکور ہوا، اور اگر کہے کہ اصطلاح بنائی گئی ہے کہ اضطرار، مجبوری اور اندیشہ، دلآزاری، شفاعتِ محبت کے مفہوم میں ماخوذ ہے تو اس کا جواب تیسری وجہ میں گذر گیا ہے۔

۸۔ اس کا قول :

"مالک اپنے بندوں کو" (الیٰ آخرہ)

گزشتہ کلام سے موافقت اور مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ تمام مقرب فرشتے اور انسان اس کے بندے ہیں اور راہِ بندگی سے باہر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے، اس سے لازم نہیں آتا کہ کوئی فرشتہ اور کوئی نبی اللہ تعالےٰ کے دربار میں محبوب نہ ہو اور کسی کی شفاعت محبوبیت کے سبب مقبول و منظور نہ ہو، البتہ اس عبارت میں قائل کی ایک غرض پوشیدہ ہے جس پر مقامِ ثانی میں تنبیہ کی جائیگی ۔

۹ - اس قائل نے تیسری صورت کا نام شفاعت بالاذن رکھا ہے حالانکہ جیسا پہلے معلوم ہو چکا ہے، شفاعت بالاذن کا معنی یہ ہے کہ جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے، شفاعت کرنے والے کو مستشفع الیہ کے سامنے اس کی شفاعت پیش کرنے کی اجازت ہو، اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ مستشفع الیہ کو شفاعت سے پہلے اس مجرم پر رحم آیا ہو لیکن وہ اپنے قانون کی حفاظت کے پیشِ نظر اس مجرم کا گناہ معاف نہ کر سکتا ہو، اگر اسے شفاعت سے پہلے رحم آیا ہو تو شفاعت رحم اور معافی کا سبب نہیں ہوگی بلکہ اس صورت میں شفاعت لغو اور بیکار ہو گی اور اگر شفاعت فائدہ مند ہے تو مستشفع الیہ کے لئے ہو گی نہ کہ اس شخص کے لئے جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے کیونکہ صورتِ مذکورہ میں مستشفع الیہ کو شفاعت کے ذریعے اپنے قانون کی حفاظت کا موقع ملا ہے اور مجرم پر رحم کھانے کا بہانہ سامنے لاسکا ہے ورنہ اس بیچارے کو اپنے قانون کی حفاظت کرتے ہوئے مجرم کو معاف کرنے کی کوئی صورت نہ ملتی، رہا مجرم جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے اسے تو بخشنے والے کا رحم اور اپنے جرم کی سزا سے نجات درکار ہے اور وہ شفاعت سے پہلے ہی حاصل ہے لہٰذا شفیع کا اس کے حال پر کونسا احسان ہے اور شفاعت کو اس کی نجات میں کیا دخل؟

قائلِ مذکور اس جگہ انصاف کرتے ہوئے خود کہہ گیا ہے کہ اس صورت میں درحقیقت شفاعت متحقق نہیں ہے بلکہ بادشاہ لوگوں کے دلوں میں بظاہر اس امیر کی عزت افزائی بڑھانے کے لئے اس امیر کی نام نہاد شفاعت کی بنا پر مجرم کا جرم معاف کر دیتا ہے، دراصل یہ شفاعت ہے ہی نہیں کیونکہ اسے مجرم کے حق میں رحم کھانے اور بخش دینے میں کوئی دخل ہی نہیں ہے۔

مثلاً اگر کوئی خدمتگار نافرمانی کا مرتکب ہو کر گرفتار ہو جاتا ہے اور مخدوم بظاہر بیزار ہے اور دلی طور پر اس بدکردار کو معاف کرنے کے بہانے کا متلاشی ہے اس بنا پر کسی شخص کو کہہ دیتا ہے کہ مجھ سے فلاں خدمتگار کے جرم کی معافی کا مطالبہ کرو اور اس کے رویے سے درگزر کا مجھ سے تقاضا کرو کیونکہ میں اسے معاف کرنا چاہتا ہوں مگر اس خیال سے کہ دوسرے خدمتگاروں کی نظر میں نافرمانی معمولی دکھائی نہ دے اور ان کے دل میں میرے فرمان کی تعظیم و تکریم کم نہ ہو جائے، میں بغیر کسی بہانے کے اسے برملا معاف نہیں کر سکتا اور اپنی بخشش کا اظہار نہیں کر سکتا، وہ شخص مخدوم کی مرضی پا کر خدمتگار کی معافی اور مغفرت کی درخواست پیش کر دیتا ہے اور مخدوم جو بہانے کی تلاش میں تھا اس کی درخواست کو غنیمت جانتے ہوئے اس خدمت گار کو معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ واقعی شفاعت ہے کیونکہ مخدوم نے جو خادم پر رحم کیا اور اسے معاف کر دیا اس میں شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے، اگر اس شفاعت نے فائدہ دیا ہے تو مخدوم کو دیا ہے کہ اس شفاعت کے طفیل اسے معاف کرنے کا بہانہ مل گیا، اس شفاعت نے خادم کو کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ اس کی نجات کا سبب، مخدوم کا وہ رحم ہے جو شفاعت سے پہلے ہی موجود تھا، ایسا شفیع، خادم پر اس وقت تک ہی احسان جتلا سکتا ہے جب تک

حقیقتِ حال اس پر منکشف نہ ہو اور اگر خادم کو حقیقت کا پتہ چل جائے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ تم مجھ پر کیا احسان جتلا رہے ہو؟ تم نے کیا کیا؟ میرے آقا کو خود مجھ پر رحم آیا اور اس نے معاف کر دیا، اسی طرح لوگوں کے دلوں میں مخدوم کے دربار میں اس شفیع کی عزت افزائی کا احساس اس وقت تک رہے گا جب تک وہ یہ سمجھتے رہیں گے کہ مخدوم نے اس کی شفاعت کے سبب فلاں خادم کو معاف کر دیا ہے اور اگر انہیں پتہ چل جائے کہ مخدوم نے از خود معاف کیا ہے، شفاعت صرف بہانہ تھی تو شفاعت کرنے والے کی عزت ۔ ان کے دلوں میں کیا بڑھے گی؟ پس ظاہر ہو گیا کہ صورتِ مذکورہ بظاہر شفاعت ہے درحقیقت شفاعت نہیں ہے، یہ مطلب بھی اس قائل کا خود ساختہ ہے۔

دراصل شفاعت بالاذن، شفاعتِ محبت کے مقابل نہیں ہے بلکہ دونوں (شفاعتِ محبت اور شفاعتِ وجاہت) شفاعت بالاذن کی قسمیں ہیں کیونکہ کوئی مقرب، مالک کے سامنے کسی کے گناہوں کے بخشنے یا مراتب کے بلند کرنے کے لئے اس طرح شفاعت کرتا ہے کہ اس مقرب کو مالک کی بارگاہ میں ایسے شخص کے بارے میں بات کہنے کی اجازت حاصل ہے جیسے کہ حضرات انبیاء و اولیاء کو قیامت کے دن، اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ایمانداروں کے بارے میں درخواست پیش کرنے کی اجازت ہو گی اگرچہ وہ ایماندار کبائر کے مرتکب ہی کیوں نہ ہوں جیسے کہ اس سے پہلے آیات و احادیث سے ثابت و واضح ہو چکا ہے۔

اس (شفاعت بالاذن) کی دو قسمیں ہیں :

(۱) وہ شفاعت جس کی قبولیت کا سبب شفیع کی وجاہت ہے۔

(۲) وہ شفاعت جس کی قبولیت کا سبب شفیع کی محبت ہے۔

یہ مسئلہ (شفاعت کی دونوں قسموں کا مقبول ہونا) اس سے پہلے کتاب و سنت سے ثابت ہو چکا ہے۔

۱۰۔ قائلِ مذکور کا یہ قول

"مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کرنا اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھیرایا" (الی آخرہ)

اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اگر گنہگار ایک سے زیادہ مرتبہ جرم نہیں کرتا اور اپنے کئے پر پشیمان ہے تو اس کے حق میں شفاعت بالاذن ہو سکتی ہے حالانکہ اگر اس نے متعدد بار جرم کیا ہے اور اپنے جرم پر پشیمان اور شرمندہ نہیں ہے چوری اس کا پیشہ ہے اور یہ جرم ہمیشہ کرتا ہے تو بھی آیات واحادیث کی رُو سے اس کے لئے شفاعت ہو سکتی ہے کیونکہ بار بار گناہ کرنے سے شرک اور کفر لازم نہیں آتا حتیٰ کہ وہ شفاعت سے محروم ہو جائے، گناہِ کبیرہ کا مرتکب ایماندار اگرچہ اس نے توبہ نہ کی ہو اور وہ نادم اور پشیمان نہ ہوا ہو، شفاعت کا مستحق ہے، نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

"میری شفاعت، میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر کے مرتکب ہوں گے۔"

نیز فرمایا:

اَتَرَوْنَھَا لِلْمُتَّقِیْنَ وَلٰکِنَّھَا لِلْمُذْنِبِیْنَ الْخَطَّائِیْنَ۔

"کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میری شفاعت پرہیزگاروں کے لئے (ہی) ہوگی (نہیں) بلکہ تحقیق میری شفاعت گنہگاروں اور بہت بڑے گنہگاروں

کے لیے ہوگی ‘‘

اور اگر گنہگار اپنے کیے پر پشیمان اور شرمندہ ہے اور اس نے دوبارہ گناہ نہیں کیا تو وہ خود تائب ہے کیونکہ توبہ کا معنی، گناہ پر نادم ہونا ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ اس کے ساتھ یہ عزم بھی ہو کہ یہ گناہ دوبارہ نہیں کرونگا اور بعض علماء کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں، پس وہ گنہگار (جس نے توبہ کر لی ہے) نجات یافتہ ہے، اسے شفاعت سے کیا تعلق اور اسے شفاعت کی کیا ضرورت ؟

۱۱۔ اس کا یہ قول :

” اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر اور وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا ‘‘

جہلاء کو فریب دینے والی کیسی عجیب بات ہے، یہ قائل ایسے فریب انداز بیان سے توسل اور طلب شفاعت (جو تمام اہل ایمان کے نزدیک نص صریح سے ثابت ہے) کی نفی کرنا چاہتا ہے، اس مکر و فریب کی وضاحت سنئے ! اگر اس قائل کا یہ مقصود ہے کہ مجرم کسی امیر و وزیر کی پناہ اس لیے نہیں ڈھونڈتا کہ اس امیر و وزیر کو بادشاہ کا مقابل اور ہمسر سمجھتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ اگر بادشاہ مجھے قطعی طور پر سزا دینا چاہتا ہے تو کوئی امیر اور وزیر اس کی مزاحمت اور مدافعت کر سکتا ہے تو اس معنی کے اعتبار سے پناہ لینے کی نفی درست ہے لیکن اس سے قائل کا یہ مقصد ثابت نہیں ہوتا کہ وسیلہ اور شفاعت طلب کرنے کی نفی ہو جائے،

اور اس کا یہ قول :

” اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرماوے ‘‘

درست نہیں رہتا کیونکہ اس قول کا مطلب وسیلہ اور شفاعت طلب کرنے کی نفی ہے، اس کا یہ کہنا کہ :

"کسی کی پناہ نہیں ڈھونڈتا"

باطل اور نص کے مخالف ہے کیونکہ اس سے پہلے احادیثِ شفاعت میں بیان ہو چکا ہے کہ مومن بلکہ تمام اولین اور آخرین، میدانِ محشر میں حیران و پریشان ہو کر شفاعت کرنے والے اور وسیلہ کو تلاش کریں گے، پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پھر دیگر رسولانِ عظام کے پاس مخلوق کے لئے شفاعت طلب کرنے اور گناہوں کی مغفرت چاہنے جائیں گے، آخر میں حضور سید الابرار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی پناہ لیں گے اور التجا کریں گے، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان کی شفاعت کا ذمہ لیں گے، اس قائل کے دل میں ایک اور غرض پوشیدہ ہے اور اس کلام میں اس کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ توسل اور شفاعت طلب کرنے کے قائل ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ شفاعت کرنے والوں اور وسیلوں کا بخشش میں دخل ہے وہ شفاعت کے مستحق نہیں ہیں، پس جاہلوں کو فریب دینے والے ایسے کلمات سے بازاری قسم کے عوام کو اپنے جال میں لانا چاہتا ہے اور گمراہ کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوات والسلام اور اولیاء کی شفاعت اور وسیلے کی نفی کو عوام کی نظروں میں خوبصورت بنا کر پیش کرنا چاہتا ہے۔

۱۲۔ اس کا یہ قول،

مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کر (الیٰ آخرہ)

ایسے مقام میں کتنی سخت بات کہہ گیا ہے، اللہ تعالےٰ پاک ہے اس کی شان اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ مجرم پر رحم فرمانے کے باوجود قانون کا پاس

کرتے ہوئے اسے معاف نہ کر سکے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ
لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ۔

" اللہ تعالےٰ پاک ہے اس سے، جو یہ بیان کرتے ہیں، وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں ہو سکتی (البتہ) ان سے پوچھا جائیگا "

آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ طیبہ اس عقیدہ کی تلقین کرتی ہیں کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا

" اللہ تعالےٰ تمام گناہ بخش دے گا "

اور اس کی بخشش بے پایاں کو بیان کرتی ہیں، دیکھنا چاہیئے کہ یہ علامۂ زماں کس بے باکی سے اندھوں کی طرح چلتا ہے، نہ خود غور کرتا ہے نہ اس کے معتقدین اس انداز سے آگاہ ہوتے ہیں۔

۱۳۔ اس کا یہ کہنا

" اوس امیر نے اوس چور کی (الیٰ آخرہ)

ایسا کلام ہے جو جاہلوں کو فریب دینے کے لئے بنا سنوار کہ پیش کیا گیا ہے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک بلند مرتبہ امیر، بادشاہ کے دربار میں عزت و منزلت رکھتا ہے، اس کی عزت، محبوبیت اور بلندئ مرتبت کے سبب اسے دربارِ شاہی میں بخشش طلب کرنے کے لئے گفتگو کی اجازت ہوتی ہے، اس کی بات کا وزن ہوتا ہے اور اس کی درخواست مقبول ہوتی ہے، وہ از راہِ ترحم یا اس لئے کہ مجرم نے اسے وسیلہ بنایا ہے یا اسکی بے کسی اور بے چارگی پر نظر کرتے ہوئے ایسے مجرم کی شفاعت کرتا ہے کہ بادشاہ نے اس کی سزا کا حتمی فیصلہ نہیں کیا، اس امیر کی شفاعت مقبول و منظور ہوتی ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امیر

مجرموں کا حمایتی ہے اور بادشاہ کے فرمان سے سرکش ہے، اس کی مزاحمت کرتا ہے اور اس کا مدِ مقابل ہے اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ عالی قدر امیر اس گنہگار کی سفارش کی بنا پر بدکردار چوروں کا ساتھی قرار دیا جائے۔

ہاں اگر ایسا ہو کہ کوئی شخص چوری کو جرم نہ سمجھے، چور کو مجرم نہ جانے، چور کی رہائی کے لیے شور و شر برپا کرے اور بادشاہ کی نافرمانی کی ٹھان لے، وہ خود مجرم، گنہگار اور بدکردار چوروں کا شریکِ کار ہے، اسے شفیع نہیں کہا جا سکتا، سوائے اس قائل کی اصطلاح کے جو عقائدِ دین کے باب میں نئی اصطلاحیں اختراع کرتا ہے اور ایسی اختراع پر ہزار آفرین کا منتظر ہے۔

۱۴- اس کا یہ کہنا :

"سوا اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے" (الی آخرہ)

یقیناً باطل ہے اور اصول یعنی قرآنِ پاک، احادیثِ سید المرسلین، اجماعِ امت اور عقلِ سلیم کے خلاف ہے۔

قرآنِ پاک کی آیات :

(۱) يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت اس شخص کے لیے فائدہ مند ہو گی جس کے لیے اللہ تعالےٰ شفاعت کی اجازت دے گا اور جس کی گفتگو یعنی کلمۂ شہادت پسند فرمائی ہے، اس قائل کے قول و اعتقاد سے ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت کو کسی کی نجات میں دخل نہیں ہے بلکہ اس کے نزدیک شفاعت، اللہ تعالےٰ کے رحم فرمانے کے بعد ہو گی اور اللہ تعالےٰ شفاعت کے دخل کے بغیر محض اپنی رحمت سے تمام گناہ بخش دیتا ہے، پس اس قائل کی دانست میں شفاعت بے فائدہ اور بے کار ہے اور کسی کی

شفاعت بھی فائدہ مند اور نافع نہیں ہے، شفاعت صرف اس صورت میں متصور ہوگی کہ اللہ تعالےٰ کے رحم فرمانے اور بخشش دینے کے بعد ہو۔

(۲) وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ

اس آیت سے بھی قائل مذکور کی مرضی کے خلاف اس شخص کی شفاعت ثابت ہوتی ہے جسے بارگاہِ الٰہی میں عرضِ مدعا کا مقام حاصل ہے اور اس شخص کے حق میں کہ اس کی مغفرت طلب کرنے سے ممانعت وارد نہیں ہے،

(۳) وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔

اللہ تعالےٰ نے توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بخشش طلب کرنے پر مرتب اور معلق فرمایا ہے اور اگر حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بخشش طلب کرنا اور شفاعت کرنا، اللہ تعالےٰ کے رحم فرمانے کے سبب نہ ہوتا تو اس تعلیق کا کوئی مطلب نہ ہوتا، ایسی بات سے خدا کی پناہ!

(۴) سَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ

حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا وَقَعَتْ سَلَامَتُهُمْ مِنْ أَجْلِ كَرَامَةِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"ان کی سلامتی صرف حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عزت و کرامت کے سبب واقع ہوئی کہ آپ تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہیں"

احادیثِ مبارکہ

(۱) فَيَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ مَا نُرِيدُ أَنْ أَصْنَعَ بِأُمَّتِكَ؟

اس حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رضا چاہتے ہوئے فرمائے گا تم کیا چاہتے ہو کہ تمہاری امت سے (وہ معاملہ) کروں پس جو کچھ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شفاعت میں عرض کریں گے اللہ تعالےٰ قبول فرمائے گا لہٰذا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت گنہگاروں کی نجات اور قیدیوں کی رہائی کا سبب ہوگی ۔

(۲) نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِیْ ۔

یہ حدیث نصِ صریح ہے اس پر کہ بعض محض رحمتِ الٰہی سے اور بعض حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے، کون مدعیٔ اسلام ہے جو تمام مخلوق سے زیادہ صادق ہستی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کلام کی تکذیب کر سکتا ہے،

(۳) نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حدیثِ شفاعت میں فرماتے ہیں :

فَيَقُوْلُوْنَ اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰی

آخر الحدیث)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ میدانِ محشر میں وسیلہ اور شفیع تلاش کئے بغیر چارہ نہ ہوگا اور حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی پناہ لئے بغیر گزارہ نہ ہوگا ۔ اس قائل نے جو ذرائع اور وسائل کی نفی کی ہے، نصِ صریح اور حدیثِ صحیح کا انکار کیا ہے ۔ ممکن ہے کہ وہ اور اس کے معتقدین اپنی دانست میں، حدیث شریف کے ان الفاظ

يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ

(اللہ تعالےٰ تمام اولین اور آخرین کو جمع فرمائیگا)

میں داخل نہ ہوں، نعوذ باللہ من ذٰلک!

(۴) نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عُثْمَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا كُلُّهُمْ اِسْتَوْجَبُوا النَّارَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

"تحقیق عثمانِ غنی کی شفاعت کے سبب سے ستر ہزار ایسے افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے جو سب کے سب دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔"

اس کے علاوہ بہت سے آثار اور بے شمار حدیثیں وارد ہیں کہ ان میں سے بعض اس سے پہلے مذکور ہوئیں جو (قائلِ مذکورہ کی) گفتگو کے ابطال کے لئے کافی اور کمزور ایمان والوں کی سمجھ کی بیماریوں کے لئے شافی ہیں۔

اجماعِ مسلمین

تمام اہلِ اسلام قائل ہیں کہ شفاعت لغو اور بیکار نہیں ہے، اختلاف یہ ہے کہ اہلِ سنت وجماعت اور دیگر فرقِ اسلامیہ، معتزلہ اور ان کے قدم بہ قدم چلنے والوں کے علاوہ شفاعت کو گناہوں کی سزا سے نجات کے لئے بھی سبب مانتے ہیں، معتزلہ اور ان کے متبعین شفاعت کو بلندئ درجات کا سبب مانتے ہیں، گناہوں کی معافی کا سبب ہونے سے انکار کرتے ہیں اور یہ قائل تمام اہلِ اسلام کے برخلاف شفاعت کو بیکار اور بے دخل مانتا ہے، ظاہری طور پر کہتا ہے کہ شفاعت اللہ تعالیٰ کے رحم فرمانے اور معافی دینے کے بعد ہوگی (ورنہ) اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دراصل شفاعت متحقق ہی نہیں ہے جیسا کہ اس سے پہلے مذکور ہو چکا۔

اس تمام گفتگو کے باوجود (ایک اور امر قابلِ توجہ ہے) اس سے پہلے گزر چکا کہ ایک شخص کا دوسرے کے لئے شفاعت کرنا اور دوسرے کے لئے دعا کرنا درحقیقت ایک

ہی ہے لہذا شفاعت کو بے دخل اور بیکار جاننا ایک شخص کی دوسرے کیلئے دعا کو بے دخل اور بیکار جاننا ہے، یہ بھی کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے خلاف ہے۔

عقلِ سلیم کا فیصلہ

اس سے پہلے گزر چکا کہ شفاعت وہی ہے جس کا کچھ اثر بھی ہو (اگر شفاعت کا کچھ بھی اثر نہ ہوا ہو تو وہ شفاعت ہی نہ ہوگی) اور وہ جو اس قائل کا گمان ہے، غلط بیانی، حیلہ سازی اور مکر و فریب ہے، پس جاہلوں کے اس گمراہ کنندہ کے گمراہ اور گمراہ کن حال پر اس ہدایت دہندہ آیت کا مضمون صادق آتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔

"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے، انسانوں اور جنوں کے شیطان کہ دھوکہ دینے کے لئے ان میں سے بعض، بعض کے دلوں میں ایسی باتیں ڈالتے ہیں جو بظاہر حسین ہوں"

اور جو کچھ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے احادیثِ صادقہ میں بیان فرمایا ہے، پردۂ غیب سے عرصۂ ظہور پر جلوہ گر ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ اپنی قوت وطاقت سے ہمیں شیطان اور اس کے مکر سے بچائے اور اس کے جالوں اور جکڑبند سے نجات عطا فرمائے، اپنے عزت والے، بیان فرمانیوالے حبیب اور شفیع المذنبین کریم و امین رسول اور ان کی روشن چہرے والی بابرکت آل اور ان کے سابقین اولین اور اصحاب یمین صحابہ کے طفیل، آمین یارب العالمین۔

مقامِ ثانی

حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں اس قائل
بے فائدہ کلام کا بطلان بیان کرنے میں

وہ بے فائدہ کلام یہ ہے :

" اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکمِ کُن سے
چاہے تو کروڑوں نبی و ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے
برابر پیدا کر ڈالے "

امکانِ نظیر کا مطلب | یہ کلام ناتمام جھوٹ، خلافِ واقع اور بے نور لاف وگزاف ہے۔

پہلے یہ جاننا چاہیئے کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر سے اس قائل کی مراد وہ افراد نہیں ہیں جو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حقیقتِ انسانیہ میں شریک ہوں کیونکہ ہر زمانے میں سینکڑوں انسان اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ اور مشیتِ شاملہ سے موجود ہوتے ہیں۔ آج بھی ہزاروں انسان روئے زمین پر موجود ہیں، یہ کہنا کہ " اس کی شان یہ ہے کہ جب چاہے سینکڑوں انسان ایک آن میں ایک کلمہ کن سے پیدا کر دے "، نہ تو محتاجِ بیان ہے اور نہ ہی سیاق و سباق سے مناسبت رکھتا ہے بلکہ اس قائل کی مراد وہ فرد ہے جو اس ذاتِ اقدس کے ساتھ ماہیت اور ان تمام اوصافِ کاملہ میں شریک ہو جو اس ذاتِ قدسی صفات، سرورِ کائنات، مفخرِ ممکنات صلی اللہ تعالےٰ

علیہ وسلم میں موجود ہیں ۔

اول وجہ اب سنئے ! اس قائل کا کلام دو وجہوں سے کاذب اور باطل ہے، اردو دان حضرات پر مخفی نہیں کہ ایک شخص کہتا ہے " فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر سکے " دوسرا شخص کہتا ہے " فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر ڈالے " ان دونوں میں فرق ہے کیونکہ پہلے کلام کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص کی قدرت کا تعلق فلاں کام سے ہو سکتا ہے اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص کی صفتِ تکوین (کسی فعل کا کرنا) کا تعلق اس کام سے ہو سکتا ہے کیونکہ " کر ڈالنے " کا مطلب فعل کا واقع کرنا اور وجود میں لانا ہے نہ کہ اس فعل پر قادر ہونا اور کر سکنا ۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ :

" فلاں شخص چاہتا تو فلاں کام کر ڈالتا "

اور دوسرا شخص کہے کہ :

" فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر سکے یا چاہے تو کر ڈالے "

ان میں بھی بہت فرق ہے، پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر فلاں شخص ابتداءً چاہتا تو فلاں کام کر سکتا تھا یا وقوع میں لا سکتا تھا لیکن اب کسی مانع کے سبب نہیں کر سکتا اور دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص اگر چاہے تو فلاں کام اس وقت کر سکتا ہے یا وقوع میں لا سکتا ہے مثلاً ایک امی (ناخواندہ) کہے کہ :

" چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ ڈالوں "

اردو زبان سمجھنے والا اس کی تکذیب کرے گا کیونکہ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ اسی وقت صفتِ تکوین کا تعلق کتابت سے صحیح ہے اور اس کا دارومدار کتابت کی قوت قریبہ پر ہے اور امی میں کتابت کی قوت قریبہ بالفعل نہیں ہے اور اگر امی کہے کہ :

" چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ سکوں"

اردو جاننے والا اس کی تکذیب نہیں کر سکتا کیونکہ اگر وہ امی چاہے تو کتابت سیکھے اور کتاب کی ایک جز ایک ساعت میں لکھ دے اور اس کا دار و مدار کتابت کے امکان پر ہے اگرچہ قوت بعیدہ سے ہی ہو، اور اگر امّی کے لئے کتابت کے سیکھنے سے کوئی دائمی مانع موجود ہو اور وہ کہے کہ :

"چاہوں تو کتاب لکھ ڈالوں یا لکھ سکوں"

تو زبان دان اس کی تکذیب کرے گا کیونکہ کتابت کے سیکھنے سے دائمی مانع کے ہوتے ہوئے، کتابت کو بالفعل واقع میں لانا اس امی کے اختیار میں نہیں ہے اور اگر (وہی امی) کہے کہ :

" چاہتا تو کتاب لکھ ڈالتا یا لکھ سکتا "

تو زبان سے واقف اس کی تکذیب نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے کلام کا معنی یہ ہے کہ اگر ابتدائً دائمی مانع کے پیدا ہونے سے پہلے چاہتا تو کتابت سیکھ لیتا اور کتاب لکھتا یا لکھ سکتا تھا، یہ معنی صحیح ہے، دائمی مانع کا موجود ہونا اس کلام کی صحت سے مانع نہیں ہے۔

واضح ہو کہ یہ مثالیں ان کلمات کے معانی اور مدلولات کی تفہیم کے لئے ہیں، کسی کو یہ گمان نہ گزرے کہ اس جگہ اللہ تعالےٰ کی قدرت اور تکوین کا ذکر ہے اور اللہ تعالےٰ نظیروں اور مثالوں سے بلند ہے کیونکہ مقصد نظیر پیش کرنا نہیں بلکہ مقصد ان کلمات کے مدلولات کا بیان کرنا ہے،

مختصر یہ کہ اگر کلام کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائً قدرت یا تکوین کا تعلق کسی کام سے صحیح ہے تو ابتدا میں اس کام کا امکان ضروری ہے اور اگر کلام کا یہ مطلب ہو کہ اس وقت قدرت یا تکوین کا تعلق کسی کام سے صحیح ہے تو اس وقت اس کا امکان

ضروری ہے۔ اور امکان سے مراد امکانِ وقوعی نفس الامری (یعنی اس کام کا وقوع واقعی ممکن ہے) کیونکہ عرفِ عام میں یہی معنی فوری طور پر ذہن میں جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ " فلاں فقیر فلاں بادشاہ کو قید میں بھیج سکتا ہے" تو عرفِ عام میں اس کا معنی یہی ہوگا کہ فقیر کے بادشاہ کو قید میں بھیجنے کا وقوع ممکن ہے اسی لئے عرف میں اس قائل کو بیہودہ گو اور ہرزہ سرا کہا جائے گا۔

اگر قائل یہ تاویل کرے کہ میرا مقصد نفسِ ذات کے لحاظ سے امکانِ ذاتی ہے اور حقیقتِ انسانی کے اعتبار سے ممکن ہے کہ فقیر کو بادشاہ پر تسلط حاصل ہو جائے تو کوئی شخص اس تاویل کو قبول نہیں کرے گا کیونکہ عرف میں امکانِ ذاتی ہرگز متبادر نہیں ہے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا، معنی متبادر خود اپنا کام کرتا ہے، تاویل اس کی تلافی نہیں کر سکتی۔

امتناعِ نظیر پر دلیل اس تمہید کے بعد سنئے! کہ اس قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور سیدِ کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کروڑوں اشخاص سے تکوین کا تعلق صحیح ہے جو شخص اردو زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہے، اس عبارت سے اس معنی کے متبادر ہونے میں شک نہیں کرے گا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص سے بھی تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو نصِ قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالےٰ کا کذب محال بالذات ہے[1] اور جسے محال بالذات لازم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہوتا، (منطقی انداز میں) اس قیاس (اقترانی حملی) کی ترتیب یوں ہوگی:

---

[1] اس مسئلے کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح، از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

(۱) کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات کو مستلزم ہے۔

(۲) اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے یا (بصورت قیاس استثنائی اتصالی) کہا جائے۔

اگر کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کا تعلق صحیح ہوتا تو اللہ تعالےٰ کا کذب بھی صحیح ہوتا" لیکن تالی (اللہ تعالےٰ کا کذب) باطل ہے لہٰذا مقدم (کمالات میں حضور کے برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا) بھی باطل ہوگا۔

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذب الٰہی کو مستلزم ہے اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد (نئے) نبی کے موجود ہونے سے نصِ قرآنی کا کذب لازم آتا ہے اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا خاتمِ جمیع انبیاء ہونا نصِ قرآنی سے ثابت ہے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔

لہٰذا اگر حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا تکوین کے تحت داخل ہونا صحیح ہو تو اس نصِ صریح کا کذب صحیح ہو جائے گا العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

رہا یہ امر کہ اللہ تعالےٰ کا کذب محال بالذات ہے تو اس کا بیان یہ ہے کہ

؎ نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ اگر بالفرض زمانۂ نبوی میں یا اس کے بعد کوئی نبی آجائے تو میں کوئی فرق نہیں پڑتا (مفہوماً) یہ ختمِ نبوت کے عقیدۂ قطعیہ کی کھلی مخالفت ہے ۱۲

کذب صفت نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کا صفات نقص و عیب سے متصف ہونا محال بالذات ہے۔

امکانِ کذب کی دلیل اور اس کا رد

اور وہ جو اس قائل نے بعض رسائل[1] میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب اور اس کا اس نقص سے متصف ہونا محال بالذات نہیں ہے کیونکہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا ملائکہ اور انبیاء پر القاء کرنا قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں ہے، ورنہ لازم آئیگا کہ انسانی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو اس لئے کہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اسے مخاطبین پر پیش کرنا، اکثر انسانوں کی قدرت میں ہے، ہاں کذب مذکور چونکہ حکمت کے منافی ہے اس لئے ممتنع بالغیر ہے اسی لئے عدمِ کذب کو اللہ تعالیٰ کے کمالات میں سے شمار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کی تعریف کرتے ہیں برخلاف پتھر اور گونگے کے کہ کوئی شخص عدمِ کذب سے ان کی تعریف نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ کمال یہی ہے کہ جو شخص کلامِ کاذب پر قدرت رکھتا ہے لیکن مصلحت اور تقاضائے حکمت کی بنا پر جھوٹ بولنے کا ارتکاب نہیں کرتا وہ جھوٹ نہ بولنے اور کمال صدق سے متصف ہونے کے سبب مستحقِ تعریف ہے، برخلاف اس شخص کے جس[1] کی زبان ماؤف ہے اور وہ جھوٹ بولنے کی طاقت نہیں رکھتا، یا[2] اس کی قوتِ متفکرہ میں فساد ہے کہ وہ واقع کے خلاف قضیہ نیا نہیں کرسکتا، یا[3] جس وقت وہ سچ کہنا چاہتا ہے، کہہ دیتا ہے اور جب جھوٹ بولنا چاہتا ہے، اس کی آواز رک جاتی ہے یا اس کی زبان ماؤف ہوجاتی ہے یا کوئی شخص اس کا منہ بند کر دیتا ہے یا اس کا گلا دبا دیتا ہے، یا[4] اس شخص نے بہت سے سچے قضایا (اقوال) یاد کر رکھے ہیں اور وہ دوسرے

---

[1] یکروزی ۱۲

قضایا تیار ہی نہیں کر سکتا اس لئے اس سے کلامِ کاذب صادر نہیں ہوتا، یہ اشخاص مذکورہ عقلاء کے نزدیک مستحق ستائش نہیں ہیں۔

حاصل یہ کہ جھوٹ سے بچتے ہوئے اور اس کی آلودگی سے دامن بچاتے ہوئے، جھوٹ نہ بولنا صفاتِ مدح سے ہے اور اس لئے جھوٹ نہ بولنا کہ اس کی طاقت ہی نہیں، کسی طرح بھی صفاتِ مدح میں سے نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں، یہ کیا عقیدہ ہے جو اس قائل کی زبان سے صادر ہو رہا ہے اور کیا گمراہانہ کلام ہے جو اس کے قلم کی نوک سے بے باکانہ ٹپک رہا ہے۔

یہ قائل مانتا ہے کہ جھوٹ نقص اور عیب ہے، اس کے باوجود کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کذب سے متصف ہونا ممکن ہے لہٰذا یہ صریح اعتراف ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ناقص اور عیب دار ہونا ممکن ہے، اللہ تعالےٰ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں، اب یہ شکایت ختم ہو جاتی ہے کہ اس نے بدطینتی کی بنا پر حضور سیدِ کائنات اور دیگر حضرات انبیاء و ملائکہ و اولیاء کے بارے میں تنقیص اور توہین آمیز کلمات کہے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ خالقِ کائنات کے بارے میں یہ ہے، (کہ اس کا جھوٹ اور نقص و عیب سے متصف ہونا ممکن ہے) تو مخلوقات کے بارے میں کیا کچھ نہ کہے گا!

اس کا یہ استدلال کہ :

" ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا ملائکہ و انبیاء پر القاء کرنا، قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں ہے "

باعثِ تعجب ہے کیونکہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا مخاطب پر القاء کرنا مطلقاً جھوٹ نہیں ہے، اللہ تعالےٰ نے قرآنِ پاک میں اکثر مقامات پر مخلوق سے حکایت کرتے ہوئے قضایا کاذبہ ذکر فرمائے ہیں، قائل کے کذب کا معنی یہ ہے کہ وہ مخالف واقع قضیہ

سے خبر دے اور یہ صفت عیب اور نقص ہے اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا عیب اور نقص سے موصوف ہونا ممکن ہے، اہلِ ایمان کی شان سے بعید ہے، ایسا کلام زبان پر لانا اور اس کا سننا مسلمانوں کی سماعت پر بہت گراں ہے، یہ صحیح ہے کہ یہ باتیں اس شخص کو کہی جاسکتی ہیں جس کا ایمان سے کچھ تعلق نہ ہو۔

اس کا یہ کہنا کہ :

"ورنہ لازم آئے گا کہ قدرتِ انسانی قدرتِ الٰہیہ سے زیادہ ہو"

تعجب بالائے تعجب کا سبب ہے اور دیکھنے والوں کی نگاہوں میں قائل کی دقیقہ رسی اور زیرکی کی قوت کو ظاہر کرتا ہے، سبحان اللہ وتعالیٰ عما یصفون، ظاہر ہے کہ بدترین فواحش اور شنیع قبائح، جن سے اللہ تعالیٰ کا متصف ہونا عقلی، نقلی طور پر بدیہی اور شرعی طور پر ممتنع ذاتی اور محالِ عقلی ہے[1]، قدرتِ انسانیہ کے تحت داخل اور قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل نہیں ہیں، اس قائل کے زعم پر لازم آئے گا کہ قدرتِ انسانی، قدرتِ ربانی سے زائد ہو العیاذ باللہ!

اس شبہ کا حل یہ ہے کہ عیوب ونقائص سے اتصاف اور قبائح وفواحش کے ارتکاب کی قدرت خود عیب اور نقص ہے، اللہ تعالیٰ تمام نقائص، عیوب، قبائح اور فواحش سے پاک ہے، جو قدرت اللہ تعالیٰ کے اوصافِ کاملہ میں سے ہے، وہ تمام ممکنات کے ایجاد کی قدرت ہے، گویا مطلق قدرت دو قسم ہے، ایک قدرت کاملہ جو اللہ تعالیٰ

---

[1] ستم یہ ہے کہ مولوی محمود حسن دیوبندی نے صراحۃً اقرار کیا ہے کہ تمام افعالِ قبیحہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہیں لکھا ہے "صدور قبائح اور قدرت علی القبائح میں زمین وآسمان کا فرق ہے، امر اول کو عند اہل السنۃ بہ نسبت ذات خالق الکائنات محال کہا جاتا ہے تو امر دوم مسلمات میں سے ہے، سب جانتے ہیں کہ ذات تعالیٰ شانہ سے افعالِ قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعالِ قبیحہ کو مثل دیگر ممکناتِ ذاتیہ مقدور باری جملہ اہلِ حق تسلیم کرتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے نفسِ مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی لازم نہیں آتی (جہد المقل، مطبع بلالی ساڈھورہ، ج ۱، ص ۴۱) یعنی ان کے نزدیک چوری، بدکاری، زنا، لواطت اور دیگر تمام فواحش اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہیں، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک ۱۲ شرف قادری

کے اوصافِ مختصہ سے ہے، دوسری قدرتِ ناقصہ جو صفاتِ مخلوق سے ہے، دوسری قدرت پہلی قدرت سے بمراتبِ غیر متناہیہ ناقص ہے، پس انسان میں دوسری قدرت کے موجود ہونے اور ذاتِ باری تعالےٰ میں اس کے ممکن نہ ہونے سے قدرتِ انسانی کا قدرتِ ربانی پر زائد ہونا لازم نہیں آتا، شاید زیادتی کا معنی "خیال شریف" میں نہیں آیا ہوگا۔

ایک شے کا دوسری شے پر زائد ہونا یہ ہے کہ پہلی شے دوسری شے پر مشتمل ہو اور اس کے ماسوا پر بھی، اسے چاہیے تھا کہ پہلے ثابت کرتا کہ قدرتِ انسانی قدرتِ ربانی پر مشتمل ہے، پھر بیان کرتا کہ قدرتِ انسانی قدرتِ ربانی کے ماسوا پر بھی مشتمل ہے، تب یہ کہہ سکتا تھا کہ قدرتِ انسانی کا قدرتِ ربانی پر زائد ہونا لازم آتا ہے، سبحان اللہ! اس مبلغِ علم اور اتنی سمجھ کے ساتھ کیا ضروری ہے کہ معقولات میں دخل دیا جائے! اسی لئے علماء نے کہا ہے:

مَنْ اَرَادَ اَنْ يَتَكَلَّمَ بِالْحِكْمَةِ فَلْيُحْدِثْ لِنَفْسِهٖ فِطْرَةً اُخْرٰى،

"جو شخص حکمت میں کلام کرنا چاہے اسے اپنے لئے ایک اور فطرت (علوم و فنون میں مہارت) تیار کرنی چاہیئے"

اس کا یہ گمان کہ، عدمِ کذب کو اللہ تعالےٰ کی تعریفات میں اسی لئے شمار کرتے ہیں کہ وہ کذب پر قدرت کے باوجود کلام کاذب کا تکلم نہیں فرماتا جیسے اس نے عوام کالانعام کو فریب دینے کے لئے کم معنی اور زیادہ الفاظ والی طویل عبارات سے بیان کیا ہے، ملمع کاری سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ تمام عیوب و نقائص اور قبائح و فواحش سے اللہ تعالےٰ کی تنزیہ، محامد و مدائح الٰہیہ سے شمار کی گئی ہے اور نصوص میں مقام ثنا میں موجود ہے، حالانکہ اللہ تعالےٰ کا ان نقائص اور فواحش سے متصف ہونا ممتنعاتِ عقلیہ اور مستحیلاتِ ذاتیہ سے ہے۔ شانِ الٰہی کی انتہائی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کسی عیب اور نقص سے

موصوف ہونا تجویزِ عقلی میں بھی ممکن نہیں ہے، یہی کمال تنزیہ اور تقدیس ہے، اللہ تعالےٰ کا کذب کے اتصاف سے اس لئے پاک ہونا کہ اس ذاتِ کریمہ کا عیوب و نقائص سے موصوف ہونا ناممکن ہے، عجز نہیں ہے اس لئے کہ جس شے کی شان یہ ہے کہ وہ قدرت میں ہو، اس کا قدرت میں نہ ہونا عجز ہے اور چونکہ اللہ تعالےٰ کا کذب سے موصوف ہونا ممتنع ہے اور قدرت میں نہیں ہے لہٰذا اس پر قدرت کا نہ ہونا عجز نہیں ہوسکتا [1]

اب قائل کے اس قول میں غور کرنا چاہیئے کہ :

"عجز کی بنا پر جھوٹ نہ بولنا کسی طرح صفاتِ مدح میں سے نہیں ہے۔"

عجز کا معنی ہی خیال شریف میں نہیں آیا! اللہ تعالےٰ ہی حکمت والا اور حفاظت فرمانیوالا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ یہ گفتگو اس مقصد کے لئے ہے کہ جو شخص صفاتِ کمال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر فرض کیا جائے اس کے ساتھ تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے۔ قائل مذکور جو ایسے شخص سے تکوین کا تعلق صحیح دکھانا چاہتا ہے، اس کے ابطال کے لئے یہ بیان کافی اور بے غبار ہے،

رہا یہ کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کا تعلق ایسے شخص سے نہیں ہوسکتا، اس کے لئے یہ بیان جاری کرنا خلل سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام کمالات میں کسی شخص کا حضورِ انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر ہونا ممتنع بالغیر ہے اور ضروری نہیں کہ ممتنع بالغیر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل نہ ہوسکتے کہ

---

[1] اللہ تعالےٰ کا عدم اور اس کا شریک ممکن نہیں اور جو ممکن نہ ہو اس پر قادر نہ ہونا عجز نہیں کہلاتا اس لئے اللہ تعالیٰ کا اپنے شریک کے پیدا کرنے اور اپنے عدم پر قدرت نہ ہونا، عجز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدم اور شریکِ باری تعالیٰ ممکن نہیں اور نہ اس قابل ہے کہ اس کے ساتھ قدرت کا تعلق ہوسکے ١٢ اشرف قادری

لازم آئے کہ ایسا شخص قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل نہ ہو، ہماری یہ گفتگو بہ سبیلِ تنزل اور کسی حد تک قائلِ مذکور سے موافقت کرتے ہوئے ہے ورنہ اصل مذہب وہی ہے جو وجہِ ثانی میں مذکور ہوگا۔

وجہِ ثانی جاننا چاہیئے کہ جب قائلِ مذکور کی اس گفتگو (اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ) سے حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں اس کا دلی عقیدہ ظاہر ہوا اور مخلص ایمانداروں کے دلوں میں اس کے ایمان کے بارے میں شبہ واقع ہو گیا تو اس قائل نے اپنے کلام کے مدلول سے اغماض اور چشم پوشی کرتے ہوئے اس عبارت کا خود ساختہ معنی بیان کیا اور کوشش کی کہ اس عبارت کو اللہ تعالےٰ کی قدرت کے عموم اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کے امکان ذاتی پر محمول کر کے اس قباحت سے جان چھڑالے جس میں وہ واقع ہوا ہے۔ ہماری اس تقریر اور اس سے پہلے کی تحقیق سے اس طرف کا راستہ بند ہو چکا ہے، اس خیال اور حیلہ سازی کو ہم اہلِ فہم کے دماغوں سے دور اور ختم کر چکے ہیں، اس کے باوجود ہمارا ارادہ ہے کہ بہ طریقِ تنزل اس کے کلام کا مزید بطلان پیش کریں اور ان غلط باتوں کی تاویل کی ہوس اس کے دل میں نہ رہنے دیں۔

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر سے اس قائل کی مراد ایسا فرد ہے جو ماہیت میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک اور اوصافِ کاملہ میں آپ کے مساوی ہو یعنی جو کمال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے اس کی مثل اس فرد میں بھی موجود ہو جو ماہیت میں آپ کے ساتھ شریک اور اوصافِ کاملہ میں آپ کے مساوی ہو، اور اگر ایک فرد نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ ماہیت میں شریک ہو لیکن وہ آپ کے تمام اوصاف و کمالات کا جامع نہ ہو، آپ کے بعض کمالات اس فرد میں موجود نہ ہوں

یا، العیاذ باللہ اس طرح ہو کہ وہ فرد آپ کے تمام کمالات کا جامع ہو اور اس میں بعض ایسے کمالات پائے جائیں جو آپ میں نہ ہوں وہ فرد حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہے بلکہ کم ہے یا معاذاللہ زیادہ بلند ہے۔

اب ہم دعوےٰ کرتے ہیں کہ وہ شخص جو تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہو، ممتنع بالذات ہے (یہ صغریٰ ہے) اور جو ممتنع بالذات ہو، قدرتِ الٰہی کے تحت داخل نہیں ہے (یہ کبرےٰ ہے) لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ شخص کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر ہو، قدرتِ الٰہی کے تحت داخل نہیں ہے (یہ نتیجہ ہے)

کبریٰ کا بیان یہ ہے کہ اگر کوئی ممتنع بالذات قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہو تو وہ (ممتنع ذاتی نہیں رہے گا بلکہ) ممکن ذاتی ہوگا اور ممتنع ذاتی کا ممکن ذاتی بن جانا محال بالذات ہے (جیسا کہ علماءِ معقول کا اتفاق ہے) پس جو ممتنع ذاتی ہے قدرتِ الٰہی کے تحت داخل نہ ہوگا۔

ایک شُبہ کا ازالہ

اور وہ جو عوام الناس کے دل میں خدشہ پیدا ہوتا ہے اور انہیں تشویش میں مبتلا کرتا ہے کہ ممتنعاتِ ذاتیہ پر اللہ تعالےٰ کی قدرت کی نفی سے اس کے عجز کا قول لازم آتا ہے، جہالت سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز مقدور بننے کی صلاحیت رکھتی ہو، اس پر قدرت نہ ہونے کو عجز کہتے ہیں (یعنی عجز اور قدرت میں تقابل عدم والملکہ ہے) اور ممتنع ذاتی مقدور بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اس پر قدرت نہ ہونے سے اللہ تعالےٰ کا عجز لازم نہیں آئیگا، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی نظیر یا اپنے شریک کے پیدا کرنے یا اجتماعِ نقیضین و ارتفاعِ نقیضین کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اللہ تعالےٰ کے عاجز ہونے کا قول کیا ہے۔

وہ آیات کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے عموم پر دلالت کرتی ہیں مثلاً :

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

یا اللہ تعالےٰ کا فرمان :

وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا

ممتنعاتِ عقلیہ کو شامل نہیں ہیں کیونکہ ممتنع عقلی شئے نہیں ہے (شئے اسے کہتے ہیں جس سے مشیت کا تعلق ہو سکے اور وہ لازماً ممکن ہی ہوگی ممتنع نہیں ہو سکتی) حتیٰ کہ "کل شئے" کے عموم میں داخل ہو۔ اگر کوئی شخص ممتنعاتِ ذاتیہ اور مستحیلاتِ عقلیہ پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی سے گریز کرتا ہے اور اسے بارگاہِ الٰہی کی بے ادبی گمان کرتا ہے، اسے ایمان و توحید کو ایک طرف رکھنا پڑے گا اور اللہ تعالےٰ کے شریک اور اس کے عدم کے امکان اور اللہ تعالےٰ کے نقائص و قبائح سے اتصاف، جسم ہونے، مکان میں ہونے اور تغیر پذیر ہونے کے امکان کا عقیدہ رکھنا پڑے گا کیونکہ یہ سب ممتنع ذاتی ہیں، اگر اس کی قدرت میں ہوں گے تو لازماً ممکن ہوں گے، تعالیٰ اللہ عما یصفون۔

پس حق یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر ممکن ذاتی پر قادر ہے، ممتنع ذاتی چونکہ مقدور بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اس لئے مقدور نہیں ہے، قدرتِ الٰہی کا ممتنعاتِ ذاتیہ کو شامل نہ ہونا معاذ اللہ! اس کے عجز کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ ان ممتنعاتِ ذاتیہ میں وجود کی صلاحیت ہی نہیں ہے ہاں اگر کوئی بے دین ممکن ذاتی سے قدرتِ الٰہی کی نفی کرے تو وہ کافر ہے اور قدرتِ الٰہی کا منکر ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

صغریٰ کا بیان دو طریقے سے ہے :

طریقِ اول | یہ قضیہ سالبہ کلیہ دائمہ صادق ہے، کسی وقت کوئی ممکن ذاتی، کمالات میں سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے (یہ اصل قضیہ ہے)

لہٰذا اس کا عکس ضرور صادق آئے گا،

اوصاف و کمالات میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا کوئی مساوی کسی وقت ممکن ذاتی نہیں ہے (یہ عکس ہے)

اصل قضیہ کے صدق کا بیان یہ ہے کہ اگر ہمارا یہ قول:

"کسی وقت کوئی ممکن ذاتی، کمالات میں سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے"

صادق نہ ہو تو اس کی نقیض ضرور صادق ہوگی کیونکہ ارتفاعِ نقیضین محال ہے اور اس کی نقیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہے اور وہ یہ ہے:

"بعض ممکن ذاتی، سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بالفعل یعنی تین زمانوں (ماضی، مستقبل، حال) میں سے ایک زمانے میں مساوی ہیں"

اور یہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہر مسلمان کے نزدیک باطل ہے (لہٰذا اصل صادق ہوا) اور جب اصل صادق ہوا تو اس کا عکس یقیناً صادق ہوگا لہٰذا ثابت ہوا کہ کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مساوی، ممکن ذاتی نہیں ہے، اب دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ مساوی واجب بالذات ہو العیاذ باللہ تعالےٰ، یا ممتنع بالذات ہو، پہلی صورت بالبداہتہ باطل ہے لہٰذا متعین ہو گیا کہ وہ مساوی ممتنع بالذات ہے اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

طریقِ ثانی یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود ممکن ہے، اجتماعِ نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے اور وہ تو باطل ہے (لہٰذا اس مساوی کا امکان بھی باطل ہے)

یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا وجود ممکن ہے اجتماعِ نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ کوئی شخص تمام کمالات میں نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر ہے، تو دو حال سے خالی نہیں، وہ شخص یا تو خاتم الانبیاء ہوگا، یا خاتم الانبیاء نہیں ہوگا، دونوں صورتوں میں وہ شخص حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہوگا کیونکہ وہ شخص اگر خاتم الانبیاء ہو (لامحالہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان انبیاء کے زمرے میں داخل ہونگے جن کا وہ خاتم ہے) تو معاذ اللہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہ ہوں گے، پس اس شخص میں ایک ایسا کمال (خاتم الانبیاء ہونا) ہوگا جو نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں نہیں ہوگا، لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شخص کے برابر نہ ہوں گے (اور وہ شخص آپ کے برابر نہ ہوگا بلکہ بلند رتبہ ہوگا) اور اگر وہ شخص خاتم الانبیاء نہ ہو تو چونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یقیناً خاتم الانبیاء ہیں لہٰذا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں خاتم الانبیاء ہونے والا ایسا کمال پایا جائے گا جو اس تقدیر پر اس شخص میں نہیں ہے پھر بھی وہ شخص حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہوا دونوں صورتوں میں مساوات فرض کرنے کے باوجود اس کا مساوی نہ ہونا لازم آیا، ثابت ہوا کہ جمیع کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ شخص تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہو لہٰذا واضح ہوگیا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا قول کرنا اجتماعِ نقیضین کے امکان کا قول کرنا ہے اور وہ تو محال بالذات ہے، پس تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات ہے۔

یا یوں کہا جائے کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہے (کیونکہ وہ خاتم الانبیاء ہے یا نہیں؟ بہر حال

وہ مساوی نہیں رہے گا جیسے کہ ابھی گذرا) اور جس کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ محال بالذات ہے، پس تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا محال بالذات ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

تمام کمالات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کے محال ذاتی ہونے پر ایک اور قطعی حجت اور روشن دلیل ہے جس کی بنا ائمہ کشف وشہود کے مختار مسئلہ وحدۃ الوجود پر ہے اور توحیدِ وجودی (عقیدۂ وحدۃ الوجود) براہینِ عقلیہ اور دلائلِ نقلیہ سے ثابت[1] ہے لیکن چونکہ یہ راستہ دشوار ہے اور اس کا سمجھنا عوام الناس کے لئے بہت ہی مشکل ہے اس لئے اس کا ذکر مقام اور عوام کے افہام کے مناسب دکھائی نہیں دیتا اور چونکہ قائل کی پختہ رائے اور فہمِ سلیم یعنی نظرِ ظاہر بین اور غلط سوچنے والی عقل، دقیقہ سنجی اور باریک بینی بلکہ تلاشِ حق اور قبولِ حق کی طرف متوجہ نہیں ہے بس چند وسوسے اس کے ہاتھ میں ہیں اور اس کے دماغ کے گوشے گوشے میں سمائے ہوئے ہیں اس لئے اس کے مزاج کی اصلاح اور علاج کی ضرورت پیش آئی ہے۔

اس قائل نے تین وسوسے، جنہیں وہ دلائل کا نام دیتا ہے، تمام کمالات میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کے ممکن ہونے پر اپنے بعض رسائل میں ذکر کئے ہیں، ان میں سے ایک عقلی اور دو نقلی ہیں، ہم ان میں سے ہر ایک کا ذکر کرتے ہیں اور ان شبہات کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

امکانِ نظیر کی عقلی دلیل اور اس کا جواب

آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر سے مراد وہ فرد ہے جو آنحضرت کے ساتھ ماہیت اور اوصافِ کاملہ میں شریک ہو پس امتناع بالذات یا تو

---

[1] اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے "الروض المجود" (از مولانا فضل حق خیرآبادی) مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور

اس لئے ہوگا کہ ماہیت میں شرکت محال ہے یا اس لئے کہ نفسِ ذات کے اعتبار سے اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا محال ہے، ظاہر ہے کہ آنجناب کی ماہیت (ماہیت انسان ہے) اور ماہیت انسان میں لاکھوں افراد کا شریک ہونا محال نہیں ہے اور نفسِ ماہیت کے لحاظ سے اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا بھی محال نہیں ہے ورنہ آنجناب کا اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا بھی محال ہوگا کیونکہ نفسِ ماہیت کے لحاظ سے جو چیز ثابت کی جائے یا جس چیز کی نفی کی جائے اس میں دو مثلوں کا حکم ایک ہوتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ان دونوں میں ماہیت ہی مشترک نہ ہو، تو عدمِ مماثلت لازم آئے گی اور یہ خلافِ مفروض ہے لہٰذا مثلِ مذکورہ کا وجود ممتنع بالذات نہ ہوگا (بلکہ ممکن بالذات ہوگا)

یہ دلیل جو شبہ کہلانے کی مستحق ہے، وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، کیونکہ یہ تو مسلّم ہے کہ چونکہ ماہیت میں شرکت ممتنع نہیں اس لئے اس مماثل کا وجود بھی ممتنع نہیں ہے لیکن یہ مسلم نہیں ہے کہ نفسِ ذات کے اعتبار سے اوصافِ مذکورہ سے متصف ہونا ممتنع نہیں ہے اس لئے اس مماثل کا وجود بھی ممتنع نہیں ہے کیونکہ ماہیت ایک فرد کے ضمن میں جن اوصاف سے موصوف ہو یا اس کا موصوف ہونا ممکن ہو ضروری نہیں کہ انہی اوصاف کے ساتھ ماہیت کا دوسرے افراد کے ضمن میں متصف ہونا بھی ممکن ہو، مثلاً ماہیتِ انسانیہ نفسِ ذات کے اعتبار سے زید کے تشخص (وہ امور جو اسے دوسرے افراد سے ممتاز کریں) سے موصوف ہو سکتی ہے لیکن زید کے ضمن میں؛ حالانکہ ماہیتِ انسانیہ کا اپنی ذات کے اعتبار عمرو کے ضمن میں زید کے تشخص سے موصوف ہونا ممکن نہیں ہے ورنہ زید کا تشخص تشخص نہ رہے گا بلکہ بہت سے افراد میں قابلِ اشتراک بن جائے گا (اور یہ اس کے تشخص ہونے کے منافی ہے) دیکھئے! ماہیتِ انسانیہ کا عمرو کے ضمن میں زید کے تشخص سے متصف ہونا ممتنع بالذات ہے اور زید کے ضمن میں ممکن بالذات ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زید اور عمرو ماہیتِ انسانیہ میں شریک ہی نہ ہوں، یہ قاعدہ کہ جو چیز نفسِ ماہیت کے لحاظ سے ثابت کی جائے یا جس چیز کی

نفی کی جائے، اس میں دو مثلوں کا ایک حکم ہوتا ہے، مطلقاً صحیح نہیں ہے، یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ماہیت میں شرکت نہیں رہے گی اور مماثلت باقی نہیں رہے گی جیسے کہ ہم اس کی مثال پیش کر چکے ہیں (یہ کہنا کہ جن اوصافِ کاملہ سے نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم متصف ہیں ان اوصاف سے آپ کے مماثل مفروض کا متصف ہونا بھی ممکن ہے، غلط ہے کیونکہ خاتم النبیین وغیرہ اوصافِ کاملہ ناقابلِ شرکت ہیں، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ان اوصاف سے متصف ہوتے ہوئے کوئی دوسرا فرد ان اوصاف سے متصف نہیں ہوسکتا، شرف قادری)

اعتراض اگر یہ وہم پیدا ہو کہ ماہیتِ انسانیہ کا زید کے تشخص سے متصف ہونے کا امکان نفسِ ماہیت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ (زید کی) خصوصیت کے اعتبار سے ہے (اور ہماری گفتگو ان اوصاف میں ہے جن سے ماہیت نفسِ ذات کے اعتبار سے متصف ہو نہ کہ خصوصیت کے اعتبار سے)

جواب زید کے تشخص سے یا تو ماہیتِ انسانیہ نفسِ ذات کے اعتبار سے موصوف ہو گی یا کسی زائد عارض کے ساتھ مل کر؟ دوسری صورت باطل ہے کیونکہ یہ زائد عارض تشخص سے پہلے عارض ہوگا یا بعد، اگر تشخص کے بعد عارض ہو تو تشخص کا مصداق اور اس کا موصوف نفسِ ماہیت ہو گی اور یہی مطلوب ہے اور اگر تشخص سے پہلے عارض ہوا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو تشخص کے عارض ہونے سے ماہیت اس عارض کے لاحق ہونے سے متشخص ہو چکی ہے یا نہیں؟ پہلی صورت باطل ہے ماہیت کے لئے تشخص سے پہلے ایک تشخص لازم آئے گا، دوسری صورت میں ماہیت اس عارض کے لاحق ہونے کے باوجود کلی ہے اور قابلِ اشتراک، پس یہ کلی جو بنفسہٖ قابلِ اشتراک ہے اس کا زید کے تشخص سے موصوف ہونا ممکن ہے اور یہی مطلوب ہے۔

علاوہ ازیں وجود اور تشخص لازم و ملزوم ہیں اور وجود سے پہلے کوئی عارض لاحق نہیں ہو سکتا (لہذا تشخص سے پہلے بھی لاحق نہیں ہو سکے گا)، یہ مسئلہ فلسفہ سے تعلق رکھتا ہے اور اپنی جگہ تفصیل و تحقیق سے مذکور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تشخص بذاتہ اشتراک کے منافی ہے اگرچہ اشتراک دو فردوں کے درمیان ہی ہو، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض مختص کمالات دو فردوں میں اشتراک کو قبول نہیں کرتے مثلاً اگر ختم نبوت کو دو فردوں میں مشترک فرض کیا جائے تو ایک شخص کا اس سے متصف ہونا مستلزم ہے اس امر کو کہ دوسرا فرد اس سے متصف نہ ہو جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے قائل مذکور حال وصف (کہ وہ قابل اشتراک ہی نہیں) سے چشم پوشی کر کے اس وصف سے نفس ماہیت کے اتصاف کے ممکن ہونے کو اشتراک کے ممکن ہونے کی دلیل بناتا ہے اور اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ یہ وصف دو فردوں میں مشترک ہو ہی نہیں سکتا۔

نقلی دلیلیں دو ہیں:

امکانِ نظیر کی پہلی نقلی دلیل اور اس کا جواب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔

مِثْلَهُمْ کی ضمیر جمع مذکر، تمام انسانوں کی طرف راجع ہے کیونکہ آیتِ کریمہ قیامت کے بیان میں واقع ہے لہذا جو قیامت میں زندہ ہوگا آیتِ مذکورہ کے تحت داخل

ہوگا اور ظاہر ہے کہ ہر فردِ انسانی قیامت میں زندہ ہونے والا ہے لہٰذا آیتِ کریمہ کے مقتضا کے مطابق ہر فرد کا مثل قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہوگا، گویا دلیل کی ترتیب یوں ہوگی کہ : آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قیامت کے دن زندہ ہوں گے اور یہ ضروریاتِ دین سے ہے اور جو شخص قیامت کے دن زندہ ہوگا، آیتِ کریمہ کے مطابق اس کا مثل قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہے لہٰذا نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مثل قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

جواب یہ عجیب استدلال ہے جو اگلے پچھلے تمام دلائل کی وقعت خاک میں ملا رہا ہے، یہ اس آیتِ قرآنیہ کی تفسیر نہیں البتہ اس قائل کی تفسیر دانی کی علامت ضرور ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں :

اَوَ لَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ مَعَ كِبَرِ جِرْمِهَا وَعِظَمِ شَانِهَا بِقَادِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ فِى الصِّغَرِ وَالْحِقَارَةِ بِالْاِضَافَةِ اِلَيْهِمَا اَوْ مِثْلَهُمْ فِىْ اُصُوْلِ الذَّاتِ وَصِفَاتِهَا

(انتہٰی)

"جس ذاتِ کریمہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا باوجود ان کے جسم کی بڑائی اور شان کی عظمت کے، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے افراد پیدا کرے، جو زمین و آسمان کی نسبت بہت ہی چھوٹے ہوں یا اصولِ ذات اور صفاتِ ذات میں ان جیسے ہوں)

کافر اور حشرِ جسمانی کے منکر کہتے تھے :

مَنْ يُّحْىِ الْعِظَامَ وَهِىَ رَمِيْمٌ

"بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟"

یہ آیتِ کریمہ، حشرِ جسمانی کے ان منکروں کا استبعاد دفع کرنے کے لئے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے عظیم الشان اور بڑے بڑے جسموں والے زمین و آسمان کو پیدا کیا، کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ انسانوں کے چھوٹے قد والے معمولی امثال کو پیدا کر دے یا ذات کے اصول وصفات میں ان کے مثل پیدا فرما دے؟ ہاں وہ اس پر قادر ہے، وہ پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے، فرماتا ہے ہو جا! تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔

لہٰذا اس آیت کا مدلول یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ابدان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور منکروں کے استبعاد کو دفع کرنا مقصود ہے اور اس جگہ مثل سے مراد وہ ہے جو اجزائے بدنیہ اور بدن سے تعلق رکھنے والی صفات میں مماثل ہو یا کوتاہ قامت اور معمولی ہونے میں مثل ہو نہ کہ تمام کمالات میں مماثل ہو کیونکہ حشرِ جسمانی اور اعادۂ ابدان سے، تمام کمالات میں مماثل کا ذکر کسی طرح تعلق اور مناسبت نہیں رکھتا، پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اجزائے بدنیہ اور ان سے تعلق رکھنے والے امور یا حجم اور مقدار میں ہر فردِ انسانی کا مثل قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہے، ایسے مقامات میں لفظِ مثل سے تمام کمالات میں مساوی کا سمجھنا علماء کی شان سے بعید ہے آیتِ قرآنی کی یہ تفسیر (جو قائلِ مذکور نے کی ہے) بیان و معانی کے اس عالمِ یگانہ کی تفسیر دانی کی دلیل ہے، تمام کمالات میں حضور سید العالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممکن ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

مقامِ تعجب ہے کہ اس قائل نے اس آیت میں واقع لفظِ مثل سے تمام کمالات میں مساوی سمجھ کر دلیل قائم کرنے میں تکلف سے کام لیا ہے، آسان یہ تھا کہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے استدلال کرتا، یہ آیت

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے امثال کے امکان کیا بلکہ وقوع پر دلالت کرتی ہے اور لفظِ مثل اس آیت میں بھی واقع ہے اور لفظِ مثل کا معنی متبادر اس قائل کے ذہن میں وہی ہے جس کے ثابت کرنے کے وہ درپے ہے، کج فہمی اور بداعتقادی سے خدا کی پناہ اور اسی سے ہدایت اور راستی کی توفیق ہے ۔

دوسری نقلی دلیل اور اس کا رد

اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں متعدد جگہ مخلوقات کے موجود ہونے سے ان کے امثال پر اپنی قدرت کے محیط ہونے پر استدلال فرمایا ہے جیسے کہ بہت سی آیات میں زمین کے زندہ کرنے، بارش نازل کرنے سے مردوں کے زندہ کرنے پر استدلال فرمایا ہے، مثلاً ارشاد فرمایا :

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْشَرْنَا
بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۔

باپ کے بغیر حضرتِ آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے باپ کے بغیر حضرت عیسٰے علیہ السلام کے پیدا کرنے کے امکان پر استدلال فرمایا :

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔

حاصل یہ کہ استدلال کا یہ انداز قرآن پاک میں عام ہے بنابریں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود خود دلیل ہوگا اس امر پر کہ آپ کا مثل پیدا کرنا قدرتِ الٰہی کے لئے ممکن ہے گویا اس صورت میں دلیل کی ترتیب یہ ہوگی کہ اگر نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا وجود قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہے تو آپ کے مثل کا وجود بھی قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہوگا لیکن وجودِ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہے لہٰذا آپ کے مثل کا وجود بھی قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہوگا کیونکہ قرآنِ پاک کے ارشاد کے مطابق قدرت کے تحت

داخل ہونے یا داخل نہ ہونے میں دو مثلوں کا حکم ایک ہوتا ہے۔

جواب یہ شبہ بھی وہم سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ اوصاف دو قسم ہیں:
(۱) جن کا اشتراک دو چیزوں کے درمیان ممکن ہو اور وہ اشتراک سے مانع نہ ہوں، مثلاً باپ کے بغیر پیدا ہونا کہ دو فردوں میں مشترک ہونے سے مانع نہیں ہے حضرتِ آدم علیہ السلام کا اس وصف سے موصوف ہونا، حضرتِ عیسٰے علیہ السلام کے اس وصف سے موصوف ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ بغیر باپ کے ایک شخص کے پیدا ہونے سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے شخص کا اتصاف اس وصف سے منتفی ہو جائے، اسی طرح زمین کے قابل زندگی ہونے سے لازم نہیں آتا کہ مردوں کا اس سے اتصاف منتفی ہو جائے۔

(۲) جن کا اشتراک دو چیزوں میں ممکن نہ ہو مثلاً تمام انبیاء کا خاتم ہونا کہ ایک شخص کا اس صفت سے متصف ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ دوسرا فرد اس سے متصف نہ ہو (یعنی ایک شخص خاتم الانبیاء ہوا تو دوسرا خاتم الانبیاء نہیں رہے گا)

پس اگر کوئی چیز ایک وصف سے موصوف ہو اور وہ وصف قسم اول سے ہو تو اس چیز کا وجود اس کے مثل کے ممکن ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے اور یہی قرآنِ پاک کا مطلب ہے اور اگر وہ وصف قسم ثانی سے ہو تو اس کے موصوف کا وجود، اس وصف میں مماثل کے وجود کے ممکن ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس شخص کا اس وصف سے موصوف ہونا دلالت کرتا ہے کہ اس وصف میں اس کا شریک ممتنع الوجود ہے ورنہ وہ وصف ممکن الاشتراک ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے۔

حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے موجود ہوتے ہوئے تمام کمالات میں آپ کے برابر کے ممکن ہونے پر اس قائل کا استدلال اس صورت میں قابل توجہ ہو سکتا تھا کہ یہ قائل پہلے ثابت کرتا کہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے تمام

اوصافِ کاملہ قسم اول سے ہیں اور ممکن الاشتراک ہیں اور یہی اس مسئلہ کی بنیاد ہے، حق آگیا اور باطل چلا گیا، بے شک باطل جانے والا ہے۔

ایک اور شبہ اس جگہ ایک امر باقی ہے جس کا اظہار ضروری ہے کہ یہ قائل عوام کالانعام کو اس سے غافل پاکر حیلہ سازی سے ان بیچاروں کو دام فریب میں پھنسا دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے سے حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا واجب بالذات ہونا لازم آتا ہے لہ

جواب یہ فریبِ نظر سے زیادہ کچھ نہیں، حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے سے آپ کا وجوبِ ذاتی لازم نہیں آتا، ہاں شے کی نقیض ممتنع ذاتی ہو تو لازماً وہ شے واجب بالذات ہوگی لیکن شے کا مساوی فی الکمالات کہاں اور اس کی نقیض کہاں، نیز کمالات میں بے نظیر و بے مثال ہونا وجوب ذاتی کا خاصہ نہیں ہے، وجوبِ ذاتی کا خاصہ یہ ہے کہ حقیقت میں شرکت متصور نہ ہو کیونکہ وجوبِ ذاتی کا مصداق، حقیقتِ احدیہ بسیطہ بذاتہا متشخص ہے جو قابلِ اشتراک ہی نہیں ہے۔

بعض رسائل میں اس قائل کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کمالات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے کا قول ایسا ہے کہ موحدین کی شان سے بعید ہے اور اس کے سننے سے موحدین کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اگر یہ جہالت نہیں تو پھر کیا ہے؟

اسی طرح اس قائل نے بعض رسائل میں یہ بھی کہا ہے کہ یہ کلام لغو یعنی وہ بے فائدہ

لہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا مساوی ممتنع بالذات تبھی ہوگا جبکہ آپ واجب بالذات ہونگے اور اگر آپ ممکن بالذات ہوں تو آپ کا مساوی بھی ممکن بالذات ہوگا، یہ شبہ بشیرالدین قنوجی نے بھی کشف المبہم میں پیش کیا ہے ۱۲ شرف قادری

گفتگو (امکانِ نظیر کا قول) حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شانِ بندگی کا اظہار ہے، یہ بھی بے معنی گفتگو اور خیالِ باطل ہے کیونکہ تمام کمالات میں حضور پُرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے کا قول آپ کے مخلوقِ خداوندی اور اس کا بندۂ مکرم ہونے کے منافی نہیں ہے لیکن جاہلوں کو فریب دینے کے لئے حیلہ تراشی کارآمد ہے لہذا حیلہ سازی اور صدق واخلاص کی آبرو لٹانے پر مجبور ہے، اللہ تعالےٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

مقامِ ثالث

اس امر کے بیان میں کہ یہ گمراہانہ اور گمراہ کن کلام، اس ذات کریم کی توہین وتنقیص پر مشتمل ہے جن کی تعظیم فرض ہے اور جو بارگاہِ الٰہی کے مقربین کے سردار ہیں، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم وسلم۔

جاننا چاہیئے کہ کسی کلام کا کسی کی توہین وتنقیص پر مشتمل ہونا اس کے صادق یا کاذب ہونے سے متعلق نہیں ہے، لبسا اوقات کلام صادق تحقیر پر اور کلامِ کاذب تعظیم وتوقیر پر مشتمل ہوتا ہے، اسی طرح کلام کا کسی کی توہین وتنقیص پر دلالت کرنا اس سے متعلق نہیں ہے کہ کلام سے مضمون کے واقع ہونے پر صراحۃً یا اشارۃً دلالت کا پتہ چلے بلکہ ایک عبارت مقتضائے حال کے مطابق کبھی تعظیم پر دلالت کرتی ہے اور کبھی تحقیر وتذلیل پر، مثلاً جب کہا جائے کہ "فلاں ایک انسان ہے" اگر مقتضائے حال کے مطابق کلام کا سیاق وسباق تعظیم وتوقیر کے مناسب ہو تو یہ کلام کمال تعظیم و تکریم پر دلالت کرے گا اور اس معنی پر دلالت کرے گا کہ فلاں شخص نوعِ انسان میں یگانۂ زماں اور اپنے امثال میں منفرد ہے اور اگر حالی یا لفظی قرینہ اس شخص کی اہانت کا مقتضی ہو تو یہی کلام اس شخص کی تنقیصِ شان پر دلالت کرے گا، اس کلام کا یہ مطلب ہوگا کہ فلاں شخص عام سا انسان ہے جس کی کوئی وقعت نہیں۔

اسی طرح اگر کہا جائے کہ اگر فلاں خنزیر ہوتا تو نجاستیں کھاتا، یقیناً یہ کلام اس شخص کی تحقیر پر دلالت کرے گا، اگرچہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کی شرط کا واقع ہونا

ضروری نہیں ہے اور اگر کہا جائے کہ اگر فلاں شخص فرشتہ ہوتا تو ملائکہ مقربین کی لڑی میں ہوتا، یہ کلام اس شخص کی عظمتِ شان پر دلالت کرے گا اگرچہ اس کا مقدم (پہلا جزء) ممکن الوقوع نہیں ہے۔

جس طرح مقتضائے حال کے اعتبار سے توہین یا تعظیم پر دلالت کرنے میں کلام مختلف ہوتا ہے اسی طرح حالِ قائل کے مختلف ہونے سے کلام اس دلالت میں اختلاف پذیر ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی بلند مرتبہ سردار کہے کہ میں ناچیز انسان ہوں، اس کی زبان سے یہ کلام کم مایہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کا یہ کلام کمالِ تواضع پر دلالت کرتا ہے جو قابلِ تعریف و توصیف ہے، اور اگر کوئی کمینہ ایسے سردار کے بارے میں کہے کہ وہ ناچیز انسان ہے، یہ گراں کلمہ اس رذیل کی زبان سے، اس معزز سردار کے لئے انتہائی تحقیر اور تذلیل ہے، اسی طرح اگر بادشاہ اپنے دربار کے انتہائی مقرب اور مکرم وزیرِ اعظم کو اپنی قدرت اور سلطنت کے اظہار کے لئے کہے کہ اگر میں چاہوں تو تم سے وزارت چھین لوں، رعایا کے کسی معمولی آدمی کو تمہارے منصب پر فائز کر دوں اور تمہیں جیل بھیجدوں یا تمہیں تختۂ دار پر لٹکا دوں، بادشاہ کی زبان سے یہ کلام وزیر کی شان کی تخفیف نہیں ہے اور اگر کوئی معمولی سا سپاہی کہے کہ اگر بادشاہ چاہے تو تم سے وزارت چھین لے، رعایا کے کسی معمولی انسان کو تمہارے مقام پر فائز کر دے اور تمہیں جیل بھیجدے یا پھانسی چڑھا دے، اس کلام میں قابلِ تکریم وزیر کی انتہائی تذلیل ہے اور اس کا مرتکب بادشاہ کی عادلانہ رائے میں وزیر کی توہین کے نتیجے میں سخت سزا کا مستحق ہوگا کیونکہ اس عام سے سپاہی کا یہ مقام نہیں ہے کہ لائقِ تعظیم، بلند مرتبہ وزیر کے بارے میں ایسا کلام زبان پر لاتا بلکہ اس کی یہ حیثیت بھی نہیں ہے کہ تعظیمی کلمات ملائے بغیر وزیر کا نام لے، اربابِ عقل کو سمجھانے کے سلسلے میں مزید طوالت کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

"اے حبیب! تم فرمادو کہ میں ظاہراً تمہاری طرح انسان ہوں"

حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر مشتمل نہیں ہے، انبیاء و مرسلین کی دعوت کے جواب میں زمانۂ ماضی کے کافروں کا یہ کہنا:

مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

"تم نہیں ہو مگر ہم جیسے انسان"

بلاشبہ ان حضرات علیہم السلام کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے۔

پس اگر آیاتِ قرآنیہ جو اللہ تعالے کے کلامِ نفسی کی ترجمان ہیں، ایسے امور پر قدرتِ الٰہیہ کے شامل ہونے پر دلالت کرتی ہیں جن کا عدمِ وقوع، نبیِ اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی شان میں، اسبابِ خارجیہ پر نظر کرتے ہوئے قطعی اور یقینی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

"اگر (بالفرض) تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل ساقط ہو جائینگے"

اور وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ۔

"اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی اسے لے جاتے۔"

اور وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ۔

"اور اگر ہم تمہیں ثابت قدمی نہ دیتے تو قریب تھا کہ تم انکی

طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دو نی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے۔"

نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخفیف و تنقیص پر دلالت نہیں کرتا، مگر کسی امتی کا یہ مقام نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے کلمات کہے جو ان آیاتِ کریمہ کا مفہوم ادا کرتے ہوں کیونکہ مخلوق کی زبان سے ایسے کلمات، اللہ تعالےٰ کے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہیں۔

جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ متکلم کے مختلف ہونے سے، تنقیص پر دلالت کرنے یا نہ کرنے میں کلام کا حال مختلف ہوتا ہے تو کسی شخص کو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ اگر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کا زبان پر لانا تخفیف اور تنقیص پر مشتمل ہو تو ایسے کلمات پر مشتمل آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت اور ان کی تفسیر شرعاً جائز نہ ہوگی (یہ گمان اس لئے غلط ہے کہ تلاوت اور تفسیر اللہ تعالےٰ کے کلام کی ہے، بندہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا) ہاں یہ پروپیگنڈہ کرنے کے لئے اس قسم کی آیات کو جمع کرنا کہ سیدِ کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں اس قسم کے کلمات قرآنِ پاک میں واقع ہیں تاکہ جہلاء اور عوام ان آیات کو دلیل بنا کر حضور سرورِ موجودات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کے استعمال کا جواز معلوم کریں اور ان آیات کی بنیاد پر حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان میں بیباک ہو جائیں اور اس بے ادبی کی بدولت تباہی اور ہلاکت کے مستحق ٹھہریں، حضور اشرف الاشراف صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی بے ادبی پر مشتمل ہے اور عوام اور جہلاء کی زبانوں پر امرِ قبیح کی اشاعت ہے، نعوذ باللہ تعالےٰ من ذالک۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ کی تعریف و ثنا میں ایسا کلام کرنا ناجائز ہے جس میں کسی طرح بھی اللہ تعالےٰ یا کسی نبی اور رسول یا کسی ولی اور فرشتے کی تخفیفِ

شان پائی جاتی ہو، خواہ وہ کلام صادق ہو یا کاذب، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالےٰ ایسا بے نیاز ہے کہ ملائکہ اور شیاطین اس کی شان کی نسبت سے برابر ہیں یا کوئی شخص کہے کہ تمام اولین و آخرین اللہ تعالےٰ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہیں (جیسے کہ تقویۃ الایمان میں ہے) یہ قائل ملائکہ اور اولین و آخرین کی توہین کا مرتکب ہوا ہے اور یہ ناجائز ہے، اس کلام کا اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا پر مشتمل ہونا اسے ممنوع اور خلافِ شرع توہین سے خارج نہیں کر سکتا۔

اسی لئے فقہار فرماتے ہیں " خَالِقُ الْقِرَدَۃِ وَالْخَنَازِیْرِ " اللہ تعالےٰ کی حمد کے لائق نہیں ہے حالانکہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی بھی کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتا، نفیس اشیار کے پہلو میں حقیر اشیار کا ذکر، اگرچہ نفی کے ضمن میں ہو، نفیس اشیار کی تخفیف پر مشتمل ہے، مثلاً اگر کوئی شخص بادشاہ کی تعریف کرتے ہوئے کہے کہ بادشاہ بھکاری نہیں ہے یا کہے کہ بادشاہ چماروں سے بہتر ہے، یہ کلام بھی بادشاہ کی تخفیفِ شان پر مشتمل ہے۔

جس طرح غرضِ مقصود کے لئے کلام کے چلانے سے توہین پر دلالت ہوتی ہے اسی طرح مضمون کلام پر مرتب ہونے والے اثرات سے بھی توہین ہوتی ہے اور اس کلام میں پوشیدہ ہوتی ہے اگرچہ بنظرِ ظاہر میں وہ آثار مقصود نہ ہوں مثلاً اگر بادشاہ کا کوئی نوکر کہے کہ بادشاہ کے دربار میں فلاں وزیر کی گفتگو فائدہ یا نقصان کا سبب نہیں ہو سکتی،

یہ کلام دو طرح شانِ وزیر کی توہین پر مشتمل ہے:

(۱) بادشاہ کے سامنے اس وزیر کا کوئی مقام نہیں ہے اس لئے اس کی بات کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

(۲) وزیر کی تعظیم و تکریم کوئی ضروری نہیں کیونکہ وہ نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے

نہ نقصان، اس کی پروا کیوں کی جائے اور کسی کو فائدہ دینے یا ضرر دور کرنے
میں اس کا کسی پر احسان نہیں ہے، اس کا شکریہ کیوں ادا کیا جائے؟
یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی کی توہین چند طرح ہوتی ہے:

(۱) کسی کی توہین عمداً اور ارادۃً کی جائے،
(۲) کسی کی توہین غلطی سے، زبان کی لغزش یا زبان کی لکنت کی بنا پر یا نادانستگی میں، کہ قائل کو جہالت کے سبب خبر ہی نہیں کہ میرا کلام توہین پر دلالت کرتا ہے چنانچہ کسی ظریف نے ایک عام آدمی کو سکھا دیا کہ سادہ لوح، دانا کو کہتے ہیں، اس بیچارے نے یہ لفظ کسی بادشاہ کی خوشامد میں کہہ دیا اور اس لفظ کے کہنے پر سزا پائی۔

اس تمہید کے بعد سنئے کہ اس قائل کا بے فائدہ کلام حضور سیدنا و مولانا سید الاولین والآخرین، دیگر انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور اولیاء عارفین صلوات اللہ تعالےٰ علی سیدنا وعلیہم اجمعین کی انتہائی توہین و تنقیص شان پر مشتمل ہے اور اس قائل نے ان حضرات کی توہین و تنقیص کا ارتکاب قصداً کیا ہے اور توہین کی بدترین وجوہ میں گرفتار ہوا ہے۔

پہلی وجہ اس کلام سے اول تا آخر قائل کا مقصد یہ ہے کہ انبیاء، اولیاء، ملائکہ اور مشائخ میں سے کسی کی شفاعت، آگ کے عذاب اور برے کردار کی سزا سے کسی گنہگار کی نجات کا سبب نہیں ہو سکتی اور وہ جو بہت سے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان حضرات کی شفاعت، نجات اور گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے، ان کی غلط فہمی ہے، اللہ خود رحم فرما کر اور معافی دے کر اپنے آئینِ سلطنت کی حفاظت کی خاطر کسی کو برائے نام شفیع بنا دے گا، کسی کی شفاعت، اللہ تعالےٰ کے رحم اور بخشش کا سبب ہرگز نہ ہوگی۔

یہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دیگر ممدوح حضرات کی تنقیصِ شان اور توہین ہے کیونکہ قرآنِ پاک، احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور ائمۂ دین کے اجماع سے ثابت ہے کہ ان حضرات کی شفاعت عموماً اور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت خصوصاً اللہ تعالےٰ کے رحم اور بخشش کا سبب اور عذابِ نار سے بدکردار گناہگاروں کی نجات کا ذریعہ ہے، اور ان کی دعائیں گناہِ کبیرہ سے مرتکب افراد کے حق میں مقبول اور عذاب سے نجات کا سامان ہیں، اس حقیقت کا انکار بارگاہِ الٰہی میں ان حضرات کی قدر و منزلت کی تنقیص اور دربارِ ایزدی میں ان کے مراتب کی تخفیف ہے کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں ان حضرات کی قدر و منزلت، گناہگاروں کی نجات کے لئے ان کی شفاعت کی مقبولیت کا سبب ہے پس گناہگاروں کی نجات کے لئے ان کی شفاعت کے دخل اور سبب ہونے کا انکار، بارگاہِ الٰہی میں ان کی عزت و کرامت کا انکار ہے، اگر یہ تنقیصِ شان نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری وجہ جب اس قائل کا مقصد معلوم ہو گیا تو اب یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اس کا کلام اسی مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اس مقصد کو مسلمانوں کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ اہلِ اسلام جن حضرات کو بارگاہِ الٰہی میں جرم و گناہ کی شفاعت کرنے والے سمجھتے ہیں اور انہیں حاجت روائی اور گناہوں کی سزا سے نجات کا وسیلہ اور شفیع کہتے ہیں، مسلمانوں کے دلوں سے ان کی وجاہت، عزت، محبوبیت اور مقبولیت ختم کر کے ان کی محبت و تعظیم اور بارگاہِ الٰہی میں مسلمانوں کے لئے ان کی دعا و شفاعت کی قبولیت اور ان کے مرتبہ و مقام میں فرق ڈالا جائے اور کم کیا جائے اور انہیں باور کرایا جائے کہ وہ عزت و محبوبیت جو قبول شفاعت کا سبب ہوتی ہے، بارگاہِ الٰہی

میں کسی کو حاصل نہیں جتنی کہ ان کی شفاعت کی امید رکھی جائے۔

یہ بھی مقصد ہے کہ شفاعتِ وجاہت کی نفی میں ایسے کلمات کہے جائیں جو عزت و وجاہت کی نفی پر دلالت کریں مثلاً کہا جائے کہ :

" اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکمِ کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے "

(تقویۃ الایمان)

اور یہ کہا جائے کہ :

" اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن (یہ تعمیم تمام کافروں، مشرکوں، اشقیاء اور شیاطین کو شامل ہے) جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب (یہ تعمیم تمام انبیاء و مرسلین، سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، تمام ملائکہ مقربین، شہداء، صدیقین اور صالحین کو شامل ہے) شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں "

(تقویۃ الایمان)

اس کلام کی غرض و غایت یہ ہے کہ حضور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر انبیاء کرام، رسولانِ عظام، ملائکہ مقربین اور اولیائے کرام کی تنقیصِ شان کی جائے اور ان کی عظمت و اہمیت کو کم کیا جائے، اگر یہ مقصد اس عبارت میں مضمر اور قائل کے دل میں پوشیدہ نہیں ہے تو یہ کلام لغو ہو جائے گا اور اس کا مقصود برباد ہو جائے گا۔ اب منکشف ہوا کہ شفاعتِ وجاہت کی نفی کرتے ہوئے

اس کلام کے لانے کا باعث بھی تھا ورنہ صرف یہ کہہ دینے سے مقصد پورا ہو جاتا کہ کسی کو سلطنتِ ایزدی کے کارخانوں میں دخل نہیں ہے ورنہ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ کلام مقصد کے ساتھ واضح تعلق اور مناسبت نہیں رکھتا۔

تیسری وجہ اس کلام کا سیاق و سباق عرفِ عام کے مطابق حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان اور تنقیص پر دلالت کرتا ہے مثلاً ایک جماعت کسی صاحبِ اقتدار بادشاہ کے وزیر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اسے نوازشِ خسروانہ کی بدولت وہ عزت و کرامت حاصل ہے کہ وہ تمام معززافراد میں امتیازی مقام رکھتا ہے، ایک شخص چاہتا ہے کہ اس وزیر کے بارے میں اس جماعت کا عقیدہ مخدوش کردے اور کہتا ہے کہ بادشاہ کی یہ شان ہے کہ چاہے تو کروڑوں انسانوں کو ایک آن میں وزیر کے برابر بنا دے، بلاشبہ یہ کلام اس عالی مقام وزیر کی تنقیص پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی جماعت کا عقیدہ ہے کہ فلاں عالم پوری دنیا میں بے نظیر اور یگانۂ عصر ہے، ایسے علم و فضل والا بہت کم کوئی موجود ہوگا اور اس کے ہم مرتبہ کا پیدا ہونا بعید ہے، کوئی شخص کہتا ہے کہ :

"خدا چاہے تو ایک آن میں کروڑوں عالم اس کے برابر پیدا کر ڈالے"

یقیناً یہ انداز کلام اس عالم کا مرتبہ گھٹانے پر دلالت کرتا ہے، اگرچہ یہ بات سچ ہے لیکن اس کی سچائی تنقیص پر دلالت کرنے کے منافی نہیں ہے، جو شخص اس کلام کے استخفافِ شان پر دلالت کرنے کا انکار کرتا ہے، تین حال سے خالی نہیں ہے :

(۱) یا تو زبان نہیں سمجھتا اور اندازِ کلام سے ناواقف ہے،

(۲) یا بیچارہ تنقیص و توہین کا معنی ہی نہیں جانتا،

(۳) یا پھر ہٹ دھرم ہے کہ بدیہیات کے انکار میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا۔

چوتھی وجہ کلام کے مضمون اور اس کے حاصل مقصد پر ایک اثر مرتب ہو رہا ہے جو سید الانبیاء، دیگر انبیاء اور اولیاء کی توہین اور ان کی شان سے بے اعتنائی کی طرف لے جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ ان حضرات میں سے کوئی بھی نہ تو مجھے فائدہ دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے تو وہ ضرور سوچے گا کہ ان سے محبت کیوں کی جائے؟ ان کی تعظیم و توقیر کیوں کی جائے؟ ان کے آداب کی رعایت کیوں کی جائے؟ ان کے آثار کا احترام کیوں کیا جائے؟ ان کا میری گردن پر کونسا حق ہے جسے ان کی تعظیم کے ذریعے ادا کروں؟ ان کا میری جان پر کونسا احسان ہے کہ ان کی تکریم سے اس کا شکر بجا لاؤں؟ ان سے کونسی توقع اور کونسی امید ہے کہ میں ان سے عقیدت رکھوں؟ اس کلام ناتمام کے مفاد پر اعتقاد رکھنے سے بہت سی بے باکیاں اور لاپروائیاں پیدا ہونگی اور یہ اعتقاد خسارے کے اختیار کا سبب بنیگا اور بے ادبیوں اور لاپروائیوں کا راستہ کھول دیگا۔

پانچویں وجہ اس کا یہ کہنا:

"اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کلمۂ کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔"

(تقویۃ الایمان)

تخفیفِ شان پر مشتمل ہے کیونکہ مقامِ ثانی میں مذکور ہو چکا ہے کہ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کروڑوں افراد سے تکوین (ایجاد) کا تعلق صحیح ہے کیونکہ حکمِ کُن کا تعلق اسی شے سے ہوگا جس سے تکوین کا تعلق صحیح ہو، اس مطلب میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان ظاہر و باہر ہے جو تمام مخلوق، تمام ممکنات اور جمیع، ان افراد سے افضل و اعلیٰ ہیں جن سے تکوین کا تعلق

ہو سکتا ہے، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا اس افضلیت کے منافی ہے جو آپ کو ان تمام افراد پر حاصل ہے جن سے تکوین کا تعلق ہو سکتا ہے، یہ منافات محتاجِ بیان نہیں ہے۔

چھٹی وجہ سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں اور اس جیسے الفاظ کا کسی شے کی نظیر کے لئے استعمال اس شے کی تحقیر پر دلالت کرتا ہے، شئے کے امثال و نظائر جتنے زیادہ ہوں گے، تحقیر اتنی ہی زیادہ ہوگی کیونکہ خوبی میں شے کی نظیر کا ممتنع یا معدوم یا نادر ہونا اس شے کی عظمت اور جلالتِ شان پر دلالت کرتا ہے اور کسی شے کی نظیر کا ممکن ہونا یا موجود ہونا یا بالقوہ یا بالفعل بکثرت ہونا اس شے کی ناقدری اور ارزانی پر دلالت کرتا ہے، نظیر کی کثرت کے مراتب کے مختلف ہونے سے بے قدری کے مراتب بھی مختلف ہوں گے۔

پس جو کلام شے کی نظیر کے ممتنع ہونے یا معدوم ہونے یا نادر ہونے پر دلالت کرے گا وہ درجہ بدرجہ اس شے کے اعزاز اور توقیر کے مراتبِ مختلفہ پر دلالت کرے گا یعنی جو کلام نظیر کے ممتنع ہونے پر دلالت کرے وہ توقیر کے اعلیٰ مرتبے میں ہے، اس کے بعد وہ کلام جو نظیر کے معدوم ہونے پر دلالت کرے پھر وہ کلام کہ اس کے نادر ہونے پر دلالت کرے اور جو کلام کہ وجودِ نظیر کے صحیح ہونے یا موجود ہونے یا بکثرت ہونے پر دلالت کرے وہ اس شے کے استخفاف اور ارزانی کے مختلف مراتب پر دلالت کرے گا، نظیر کی جتنی کثرت ہوگی اتنی ہی تخفیف ہوگی، مثلاً اگر کہا جائے کہ دو سَو افراد زید کی نظیر ہو سکتے ہیں، اس میں تخفیف کم ہوگی بہ نسبت اس کے کہ سینکڑوں افراد زید کی نظیر ہو سکتے ہیں، سینکڑوں کے لفظ میں ہزاروں کی نسبت اور ہزاروں کے لفظ میں لاکھوں کی نسبت اور لاکھوں کے لفظ میں کروڑوں کے اعتبار سے کم تخفیف سمجھی جاتی ہے۔

اس قائل نے اپنی سرشت کے مطابق "کروڑوں" کا لفظ جو اردو زبان میں استعمال ہونے والے اعداد میں بہت بڑا عدد ہے، استعمال کیا ہے تاکہ روزِ محشر مقبول شفاعت کرنے والے تمام انسانوں کے سردار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ تخفیفِ شان کرے اور زیادہ سے زیادہ جہلار کو کفر اور گمراہی میں ڈالے۔

ساتویں وجہ

قائلِ مذکور نے حضور سید الانام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جن کی تعظیم فرض ہے، کا نامِ پاک کمال بے باکی سے ذکر کیا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی تعظیم وتکریم کا کلمہ اور صلوٰۃ وسلام نہیں لایا، ہاں! اس کی کلام کی غرض کے مناسب یہی تھا۔

اس بے باکی کو افضل الصدیقین، خیر البشر بعد الانبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ارشاد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، انہوں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔

"جو شخص حضور کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے) کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں اور جو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ تعالےٰ زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی"

اس قول پر قیاس اس لئے درست نہیں کہ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے قرآنِ کریم سے اقتباس کیا تھا، یعنی اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔

اگر نامِ پاک کو تعظیم و توقیر کے کلمہ یا صلوٰۃ و سلام کے ساتھ لاتے تو اقتباس فوت ہو جاتا اور ان کے کلام کا مقصد فوت ہو جاتا، ان کا مقصد غمگین اور پریشان حال صحابہ کو تسلی دینا تھا، ان میں سے بعض تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال ہی کا انکار کرتے تھے کیونکہ ایسے مقام اور عام پریشانی کی جگہ میں حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامِ پاک کے ساتھ تعظیم و اکرام کے کلمات ملانے اور صلوٰۃ و سلام کے اضافہ سے یہ کلام اظہارِ رنج و غم بن کر رہ جاتا، اہلِ اسلام کو اور زیادہ رلاتا اور خاک و خون میں لوٹا دیتا اس لئے مناسب یہی تھا کہ قرآنِ مجید کی آیت سے اقتباس کرتے اور اس پر کچھ اضافہ نہ کرتے، ہر بات کا ایک وقت اور ہر نکتے کا ایک مقام ہوتا ہے۔

البتہ یہ قائل، کہہ سکتا ہے کہ اس جگہ غرضِ مقصود کے مناسب وہی تھا جو اس کی زبان سے نکلا ہے، اگر وہ کلمہ تعظیم یا صلوٰۃ و سلام کا اضافہ کر دیتا تو اس کے مقصدِ اصلی اور مرادِ دلی نیز سیاق و سباق کے مطابق نہ ہوتا، نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامِ پاک کی تعظیم کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ مقامِ رابع میں ہوگا، انتظار کیجئے۔

اردو میں "کر ڈالے" کا لفظ اہانت اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے

آٹھویں وجہ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ " چاہوں تو فلاں کام کر ڈالوں " یہ کلام اس کام کے خفیف اور ہلکا ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور اگر کہے کہ " چاہوں تو فلاں کام کروں " اس میں وہ دلالت نہیں ہے۔

یہ فرق اردو داں حضرات پر مخفی نہیں ہے کیونکہ اردو میں "ڈالنا" "پھینکنے کے معنی میں آتا ہے، اس اعتبار سے اس لفظ سے مرتبہ کی پستی معلوم ہوتی ہے، اس

قائل کا دل یہ کہنے سے خوش نہیں ہوا کہ چاہے تو پیدا کرے، کیونکہ یہ عبارت اس کے مقصدِ دلی سے چنداں مناسبت نہیں رکھتی اور کمال استخفاف پر دلالت نہیں کرتی ہاں ع

از کوزہ ہماں تراود کہ در وست
"کوزہ سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہو"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيْلًا

"بے شک اصل کلام دل میں ہوتا ہے، زبان تو دل کی دلیل بنائی گئی ہے۔"

اعتراض اردو میں لفظ "کر ڈالنا" وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں اس کام کے جلدی سے کرنے پر دلالت مقصود ہو، اس جگہ بھی یہی دلالت قائل کا مقصود ہے۔

جواب اس کے یہ الفاظ:
"ایک آن میں ایک حکمِ کن سے"

سرعت اور تعجیل پر دلالت کرانے کے لئے کافی تھے، اگر "کر ڈالے" کے لفظ سے استخفاف پر دلالت مقصود نہ ہوتی تو اس لفظ کا اضافہ کیوں کیا؟

باوجودیکہ قائل اپنے کلام کی تاویل میں کہتا ہے کہ اس سے مقصودِ تکوین کا تعلق نہیں ہے پھر بھی اس عبارت سے ایجاد اور کام کرنے کی سرعت و تعجیل مراد لینا ایسی توجیہ ہے جسے خود قائل بھی پسند نہیں کرتا، ہاں! اپنے کئے کا علاج نہیں ہوتا۔

یہ الفاظ :

نویں وجہ " اور سب لوگ اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب ملکہ
جبرئیل اور پیغمبر سے ہو جاویں تو اوس مالک الملک کی سلطنت میں
اون کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی "

کتنے عجیب ہیں ! یہ الفاظ غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی زبان پر محض نقل کے طور پر ہزار دقت سے جاری ہوتے ہیں حالانکہ نقل کفر، کفر نہیں ہوتی، ورنہ ہر مسلمان ایسے کلمات سن کر ہی لرز جاتا ہے نعوذ باللہ تعالے من ذلک، چہ جائیکہ یہ کلمات خود کہے کہ :

" تمام اولین وآخرین جبریل اور پیغمبر سے ہو جائیں "

اپنے مقام پر مذکور ہوگا کہ ایسے قول کو قضیہ شرطیہ کا مقدم بنانا حضرتِ جبریل امین اور حضرتِ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی شانِ جلیل کی انتہائی تحقیر ہے کیونکہ اولین اور آخرین (اگلے اور پچھلے) میں شیاطین، مشرکین، جابرہ وملعون اور اشقیاء بے دین سب داخل ہیں، ان سب کی برابری اور مماثلت کے الفاظ حضرتِ جبریل امین اور حضرتِ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہما وسلم کی شان میں استعمال کرنا، اگرچہ قضیۂ شرطیہ کے ضمن میں ہو اسلام کے ان نام نہاد دعویداروں کی زبان پر کس طرح آجاتے ہیں ؟

قائل نے اس کلام میں چند وجہ سے دادِ بلاغت دی ہے :

(۱) اگلے اور پچھلے کی تعمیم کے باوجود اس نے آدمی اور جن کی تعمیم بھی ذکر کی ہے حالانکہ صرف پہلی تعمیم اس کا مقصد ادا کر سکتی تھی، اس میں نکتہ یہ ہے کہ پہلی تعمیم صراحۃً ، بلا تکلف شیطان کو شامل نہ تھی، مجبوراً لفظ جن کی تصریح کی کہ اگرچہ تکرار کی ضرورت نہ تھی تاہم وہ اہلِ تلبیس کا رئیس یعنی ابلیس بھی اس تعمیم میں (صراحۃً)

داخل ہو جاتے، ایک دفعہ سب اولین کی تعمیم میں دوسری دفعہ تمام پھلوں کی تعمیم میں اور (تیسری بار) جنّ کی تعمیم میں اس کا داخل ہونا سمجھا جاتا ہے کَانَ مِنَ الْجِنِّ (وہ جنوں میں سے تھا) اس نکتہ کو اس قائل کی تفسیر دانی کے آثار میں شمار کیا جا سکتا ہے، ایسے مقام پر ایسی رعایت مقتضائے حال کے مناسب واقع ہوئی ہے۔

(۲) اس نے اس جگہ فرشتوں کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اس سے پہلے فرشتوں کا ذکر کر چکا ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ حضرتِ روح الامین اور حضرتِ سید المرسلین علیہما السلام کے ساتھ فرشتوں کی برابری اور ہمسری، استخفاف کا فائدہ نہیں دیتی تھی اس لیے اس کی غرض پر کچھ زیادہ دلالت نہیں کرتی تھی۔

(۳) اس کے اس قول میں کلمۂ حصر ہے :

"جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں"

اس جگہ اس کی مراد کے چہرہ پہ رنگ تازہ دکھائی دیتا ہے، ہاں اپنے دلی مقصد کو اسی طرح آراستہ کرنا چاہیے۔

دسویں وجہ

اس کا یہ قول :

" اور سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو اوس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں "

ایسی گفتگو ہے کہ اس کے سننے کے تصور ہی سے اہلِ ایمان کانپ جاتے ہیں اور سننے والا اگرچہ رنگِ اخلاص نہ رکھتا ہو، اس کلام کے سنتے ہی اس کا رنگ اڑ جاتا ہے، مقربانِ بارگاہِ ذوالجلال کے ساتھ شیطان اور دجال کے ذکر سے اگرچہ مساوات کی نفی کے طور پر ہی ہو، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اخلاص کی آبرو برباد ہو جاتی ہے، حیف ہے اس شخص کے حال پر جو یہ کہے کہ :

" سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں "

کیونکہ "سب لوگ" کا عموم، سید کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور تمام انبیار، ملائکہ، مقربین، اولیار، صدیقین، شہدار اور صالحین کو شامل ہے، شیطان اور دجال گمراہوں اور گمراہ سازوں کے سرغنہ ہیں، اگرچہ قائل اس بیان کو بطور تلبیس قضیہ شرطیہ کہے، کوئی ایماندار ایسے پوشیدہ اور ظاہر کلمات کو گوارا اور جائز نہیں رکھتا، انہیں زبان پر لانا تو کجا، سوچ بھی نہیں سکتا۔

سبحان اللہ! اس شخص کا ایمان کیا خوب ہے کہ اپنے کو اہل اسلام کا مرشد جانتا ہے اور اپنے مخالفین کو کافر و مشرک کہتا ہے اور بغیر کسی داعیہ اور ضرورتِ شدیدہ کے ایسے ثقیل کلمات جو بارگاہ ربِ ذوالجلال کے مقربین کی سراپا گستاخی ہیں، بے باکانہ زبان پر لاتا ہے، عوام اور جہلار کی تعلیم کے لئے انہیں اپنی کتاب میں درج کرتا ہے، کوچہ و بازار میں ان کی تشہیر کرتا ہے اور ان کی تلقین سے اپنے حلقہ بگوشوں کی گردن پر طوقِ لعنت رکھتا ہے۔

لیکن اس قائل نے اس کلام میں بھی دادِ بلاغت دی ہے کہ اپنے قول "شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں" میں کلمۂ حصر لایا ہے، اس نے اس میں بھی ایک نکتہ رکھا ہے اور دونوں جملوں میں جبریلِ امین و نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیطان و دجال کے درمیان طباق (مطابقت) کی رعایت رکھی ہے، اگرچہ ایمان چلا گیا (تو کیا ہوا) رشتۂ بلاغت کا دامن تو ہاتھ سے نہیں جانا چاہیئے، ہاں دلی مقصد کو اسی طرح ظاہر کرنا چاہیئے اور ایسے اہم مقصد کی تعبیر میں بلاغت کی ایسی ہی رعایت کرنا چاہیئے۔

رہا شفاعت کی نفی کا مسئلہ جس کے لئے ایسے گوناگوں کلمات اور "دقیق مضمون والی عبارتیں" لایا ہے، وہ اس عبارت سے حل نہیں ہوا، مقصد یہ تھا کہ قدرتِ الٰہی کے کارخانوں میں کسی کو دخل نہیں ہے حتیٰ کہ اس کی خوشی اور دلداری سے سلطنت

رونق میں اضافہ ہو یا اس کی ناخوشی اور بے دلی سے رونق جاتی رہے (جب یہ مقصد ثابت نہیں ہوا تو) یہ عبارت آرائی اور بیہودہ سرائی کس لئے ہے؟ لیکن یہ قائل اپنی عادت سے مجبور ہے کہ اکثر اپنی گفتگو میں انبیاء، ائمہ، اولیاء اور شہیدوں کا ذکر شیطانوں، بدبختوں، خبیثوں اور سرکشوں کے ساتھ لاتا ہے اور علمِ بدیع کی صنعتِ طباق (تطبیق) نہیں چھوڑتا اور پاسِ ادب اس طریقے کے لئے سرمایۂ بلاغت صرف کرنے سے باز نہیں آتا تاکہ رشتۂ بلاغت کا دامن نہ چھوٹ جائے اگرچہ ایمان برباد ہو جائے

، اگر اس کی عبارت پر علمی مواخذہ کیا جائے تو جواب دیتے ہوئے جان کو آتا ہے اور مبلغِ علم کی نمائش کرتا ہے حالانکہ بیہودہ گوئی اور ہرزہ سرائی کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔

اب سنئے! اس کا یہ قول :

" اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک آن میں ایک حکمِ کن سے" (الیٰ آخرہ)

اگر قضیہ حملیہ ہے تو دو وجہ سے باطل ہے :

(۱) اس قضیہ میں حکم حملی نہیں ہے تاکہ قضیہ حملیہ ہو،

(۲) اگر اسے حملیہ فرض کر لیا جائے تو یہ قضایا بتّیہ (جن میں موضوع محقق فی نفس الامر پر حکم لگایا جاتا ہے) میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کا مصداق کبھی بھی نفس الامر میں واقع نہیں ہے لہذا یہ قضایا غیر بتّیہ میں سے ہے اور قضایا غیر بتّیہ شرطیات کے مساوی ہوتے ہیں (تفصیل کے لئے حمد اللہ شرح سلّم ملاحظہ ہو) پس اس کا بطلان شقِ ثانی میں مذکور ہوگا۔

اور اگر یہ قول قضیہ شرطیہ ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ " اگر اللہ تعالےٰ چاہے کہ کروڑوں انبیاء، اولیاء، جن اور فرشتے حضرتِ جبریلِ امین اور نبی

اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرے اور واقع میں لائے''، پس دو حال سے خالی نہیں، اس شرطیہ کا مقدم واقعی ہے یا غیر واقعی اور فرضی، اگر مقدم واقعی ہے تو لازم آئے گا کہ کروڑوں افراد ہر دو ممدوح کے برابر نفس الامر میں موجود ہوں کیونکہ مقدم موجود ہو تو تالی لازماً موجود ہوگا اور تالی کے وقوع کا قول کفرِ صریح ہے اور اگر مقدم غیر واقعی ہے تو ممتنع بالذات ہے یا ممتنع بالغیر اور دونوں میں مقدم مذکور کہ ممتنع بالذات ہے یا ممتنع بالغیر کا، تالی کو مستلزم ہونا یقینی نہیں ہے (کیونکہ جب مشیتِ ایزدی کا تعلق اس مساوی سے ممتنع بالذات یا ممتنع بالغیر ہونے کی بنا پر نہ ہوسکے گا تو اس مساوی کا وجود کہاں سے ہوسکے گا؟)

اگر اس قائل کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کروڑوں افراد سے مشیت کا تعلق ممکن بالذات ہے اور ممکن ذاتی اگرچہ ممتنع بالغیر ہو محال بالذات کو مستلزم نہیں ہوسکتا اور جس شے کے ساتھ مشیتِ ایزدی کا تعلق ہو اس کا واقع نہ ہونا محال بالذات ہے تو اس کے لئے معاملہ اور مشکل ہوجائیگا کیونکہ مقامِ ثانی میں گزر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کا موجود ہونا کذبِ الٰہی کو مستلزم ہے اور اللہ تعالےٰ کا کذب محال بالذات ہے پس اس اعتقاد پر لازم آئیگا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات ہو، اس تقدیر پر بے چارے کو جلد الزام آجائیگا (کیونکہ جب تالی کا محال بالذات ہونا ثابت ہوگیا تو ماننا پڑے گا کہ مقدم بھی ممکن بالذات نہیں ہے ورنہ محال بالذات کو مستلزم نہ ہوتا)

اسی قیاس پر وہ دو قضایا شرطیہ جو اس قول میں ہیں :

" اور سب لوگ اگلے پچھلے (سے) رونق گھٹنے کی نہیں (تک)"

قضایا فرضیہ تقدیریہ ہیں یا قضایا واقعیہ نفس الامریہ یعنی یا تو کہا جائے گا کہ ان دونوں شرطیوں کا مقدم غیر واقعی ہے، یا کہا جائے کہ ہر دو شرطیہ کا مقدم واقعی ہے، دوسری شق باطل ہے کیونکہ تمام اگلے اور پچھلے افراد کا حضرت جبریل امین اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم کے برابر ہونا یا شیطان اور دجال کے برابر ہونا فی نفسہ اجتماع نقیضین ہے کیونکہ ہر ایک کے پیغمبر ہونے سے لازم آتا ہے کہ ان میں سے بعض پیغمبر نہ ہوں بلکہ امتی ہوں کیونکہ امت کے بغیر پیغمبر کا کوئی مطلب نہیں اور ہر کسی کا شیطان ہو جانا اس طرح کہ کوئی بھی ایسا فرد نہ ہو جو ان سے گمراہی حاصل کرے، خلافِ عقل ہے (یعنی بعض افراد لازماً ایسے ہوں گے جو گمراہی حاصل کریں گے ورنہ شیطان کیسے گمراہ کرے گا؟) پس وہ بعض شیطان نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے خدمتگار اور فرمانبردار ہوں گے لہذا ہر دو شرطیہ کا مقدم جو اجتماعِ نقیضین پر مشتمل ہے، محال ہے اور مقدم محال ہو تو اس کا تالی کو مستلزم ہونا یقینی نہیں ہوتا کیونکہ مقدمِ محال کا نقیضِ تالی کو مستلزم ہونا ممکن ہے۔

یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ سلطنتِ الٰہی اور اس کی رونق سے قائل کی مراد کیا ہے؟ اگر سلطنت سے مراد ملک و ملکوت میں مشیت کے مطابق اللہ تعالےٰ کا تصرف ہے اور رونق سے مراد حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق تصرف کا جاری ہونا ہے جیسے کہ تمام عالم اللہ تعالےٰ کی مشیتِ شاملہ اور حکمتِ کاملہ کے مطابق بہترین نظام پر واقع ہے، پس اس بہترین نظام کا باقی رہنا کہ اس میں بعض گمراہ ہیں، بعض مقرب، بعض مردود ہیں، بعض بارگاہِ ایزدی میں مقبول، بعض نجات پانے والے اور بعض بدکرداری کی پاداش میں سزا یافتہ اور جہنمی ہیں، بعض بلند درجات پر فائز اور بعض جہنم کے نچلے طبقوں میں، بعض شقی اور بعض سعید، بعض فائدہ دینے والے اور بعض فائدہ لینے والے ہیں، تقدیرِ مذکورہ (کہ ہر دو شرطیہ کا مقدم واقعی ہو) کے منافی ہے۔

اور اگر اس کی مراد کوئی اور چیز تھی تو اسے بیان کرنا چاہئے تھا تاکہ اس کے

کلام کا مطلب سامنے آتا، دیکھنا چاہئے کہ قائل نے ایسا بے فائدہ کلام جس کا معنیٰ ہی صحیح نہیں ہے، کس مقام میں؟ کس مقصد کو ثابت کرنے کے لئے؟ کیسے ذہنوں کے لئے؟ اور کیسے عوام کو خطاب کرتے ہوئے استعمال کیا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دانست میں شانِ ہدایت، تعلیمِ ایمان اور عقائدِ دینیہ کے بیان کے لئے یہی طریقہ مناسب تھا۔

عذرِ گناہ بعض خود پرست، نامنصف جو خبردار اور ہوشیار ہونے کے باوجود غرور کی شدت سے مدہوش ہیں جب دیکھتے ہیں کہ اردو جاننے والے ان ناروا کلمات اور بے سر و پا گفتگو سے سید الانام، دیگر انبیاء، ملائکہ علیہم السلام، اولیاءِ کرام اور مشائخ عظام کی تخفیف اور تنقیصِ شان سمجھتے ہیں، اسے سن کر کانپ جاتے ہیں اور انہیں اپنے ایمان کا خطرہ پڑ جاتا ہے تو ان کلمات سے ہزار زبان سے اپنی برائت پیش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی فریب دینا چاہئے اور ان کی وحشت (و نفرت) دور کرنے کے لئے کوئی حیلہ سامنے لانا چاہئے، اس لئے کبھی تو کہتے ہیں کہ ان کلمات میں شانِ الٰہی کی تعظیم ہے، ان سے گریز نہ کرنا چاہئے اور دل میں نفرت نہ لانی چاہیئے ورنہ شانِ الٰہی سے بداعتقادی لازم آئے گی اور ایمان و توحید برباد ہو جائیں گے۔

جواب

یہ الفاظ :

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے (الیٰ آخرہ)"

کذبِ الٰہی کے جائز ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ بہت بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں، جیسے کہ مقامِ ثانی کی وجہِ اول میں مذکور ہوا، وہ کلمات کہ اللہ تعالےٰ کے ناممکن کذب کے جائز ہونے پر دلالت کرتے ہوں ان سے تعظیم و تکریم کا سمجھنا نہ فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے دوسرے قول :

"اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (الیٰ آخرہ)"

کا معنی ہی صحیح نہیں ہے، پہلے اس کا معنی درست کرنا چاہیئے پھر جلالتِ شانِ الٰہی کی بات زبان پر لائی جائے اور اگر یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالےٰ متقین کی نیکیوں اور بدکرداروں کی برائیوں سے بے نیاز ہے تو یہ آیاتِ کریمہ :

مَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔

"جو شکر کرے وہ اپنے فائدے کے لئے ہی شکر کرتا ہے اور جو کفر کرے تو بے شک اللہ تعالےٰ بے نیاز اور محمود ہے"

إِنْ تَكْفُرُوْا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا فَإِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔

"اگر تم اور زمین کے تمام باشندے کفر کریں تو بے شک اللہ تعالےٰ بے نیاز اور محمود ہے"

قائل کے اس مقصد کا فائدہ نہیں دیتیں جس کے لئے یہ قائل بیجا عبارت آرائی کے درپے ہے۔

اور اگر ان دو جملوں (اور سب لوگ اگلے اور پچھلے، الیٰ آخرہ) سے مقصد (صرف) یہ ہے کہ کسی کا قدرتِ الٰہی کے کارخانوں میں دخل نہیں ہے تو یہ عبارت اس مقصد کے بیان سے قاصر ہے کہ اللہ تعالےٰ کارکنوں اور کارندوں کا محتاج نہیں ہے اور ہر چیز کو اپنی قدرت کاملہ اور حکمتِ شاملہ سے پیدا فرماتا ہے۔

صاف کیوں نہیں کہا جاتا کہ انبیاء و اولیاء کی شان کی تخفیف اور بارگاہِ الٰہی میں ان حضرات کی وجاہت کی نفی اس کا مقصود ہے اور اس کے بیان کے لئے کوئی دوسری عبارت موزوں نہیں تھی، اس مقام کی ابتداء میں گزرا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا میں

جو کلام حضرات انبیاء و ملائکہ کی توہین پر مشتمل ہو، ثنائے الٰہی پر مشتمل ہونے کے سبب انبیاء و ملائکہ کی توہین پر دلالت کرنے سے خارج نہیں ہوسکتا۔ بالفرض اگر یہ دو جملے تعظیم شانِ الٰہی پر مشتمل ہوں اگرچہ فرض خلاف واقع ہے تاہم یہ اشتمال حضرات انبیاء و اولیاء کی تخفیفِ شان کے لئے وجہِ جواز نہیں بن سکتا۔

ایک اور قلابازی کبھی اس کے ہوا خواہ یہ کہتے ہیں کہ ان کلمات سے حضرت سرورِ کائنات، دیگر انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کی تنقیصِ شان اللہ تعالےٰ کی شان کی نسبت سے ہے اور ایسی تنقیص میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جواب معلوم نہیں کہ اس توجیہ کا کیا مطلب ہے، کیا یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالےٰ کی شان سے ان حضرات کی شان کا کم ہونا ان کلمات کا مدلول ہے، یہ واضح غلط فہمی ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں اور پایۂ ثبوت تک پہنچا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو جو مراتب عطا فرمائے ہیں، ان کلمات سے ان مراتب سے کمی دکھائی گئی ہے اور اس کی قباحت کسی ایماندار پر مخفی نہیں اور انشاء اللہ تعالےٰ مقامِ رابع میں مذکور ہوگی۔

بایں ہمہ حضرات ممدوحین کی شان کا شانِ الٰہی سے کم ہونا کلام کی روش پر منطبق نہیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ شفاعت، گنہگاروں کی نجات کا سبب نہیں ہے جو لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان حضرات کی شفاعت نجات کا سبب ہوگی وہ بھی ان حضرات کو اللہ تعالےٰ کے بندے ہی مانتے ہیں (معاذ اللہ! اللہ تعالےٰ کے برابر نہیں مانتے معلوم ہوا کہ) شانِ الٰہی سے ان حضرات کی شان کی کمی کا بیان اس قائل کے مقصد کے بیان میں کچھ دخل نہیں رکھتا۔

انصاف شرط ہے، کلامِ الٰہی، احادیثِ طیبہ، صحابہ، تابعین، ائمۂ مجتہدین، علماءِ دین اور عرفاءِ عابدین کے اقوال، شانِ الٰہی کی تعظیم و تکریم سے پُر اور حدِ شمار سے

باہر ہیں کسی بیان میں، کسی وقت، کسی جگہ، کسی ایماندار سے ایسے کلمات صادر نہیں ہوئے جیسے کہ اس قائل سے دلی عقیدہ کی بنا پر بے تابانہ سرزد ہوئے ہیں، کیا وہ تمام حضرات تعظیمِ شانِ الٰہی میں تقصیر کے روادار تھے کہ انہوں نے ایسے کلمات پر جسارت نہ کی اور ایسا سراپا تنقیص کلام زبان پر نہ لائے، شاید اس قائل نے اس کلام کو کَمۡ تَرَكَ الۡاَوَّلُ لِلۡاٰخِرِ (بہت کچھ پہلے، پچھلوں کے لئے چھوڑ گئے) کے زمرے میں شمار کیا ہے۔

گیارہویں وجہ اس کا یہ قول :

"اور وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے (الیٰ آخرہ)"

روش کے اعتبار سے استخفاف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ حضور نبیِ اکرم اور دیگر حضرات انبیاء علیہ وعلیہم السلام کو بارگاہِ الٰہی میں شفاعتِ محبت کا مقام حاصل نہیں ہے اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک بارگاہِ الٰہی میں ان حضرات کی محبوبیت کی نفی نہ کی جائے کیونکہ اگر محبوبیت پائی جائے گی تو اس کے آثار بھی پائے جائیں گے، قاعدہ ہے کہ :

اَلشَّيۡئُ اِذَا ثَبَتَ ثَبَتَ بِلَوَازِمِهٖ وَاٰثَارِهٖ

"شے جب ثابت ہوتی ہے تو اپنے آثار و لوازم سمیت ثابت ہوتی ہے"

یعنی بارگاہِ الٰہی میں ان حضرات کی شفاعت کی پذیرائی اور گناہوں کے محو کرنے میں اس کا فائدہ اور اللہ تعالےٰ کا ان حضرات کی رضا چاہنا کہ یہ سب محبت و محبوبیت کے آثار ہیں جو اس قائل کے زعم میں مترتب نہیں ہیں ورنہ شفاعتِ محبت متحقق ہو جائے گی، جب محبوبیت کے آثار و لوازم منتفی ہوئے تو محبوبیت بھی منتفی ہو گی اگرچہ بظاہر اور برائے نام حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو حبیب اللہ کا لقب دیا جائے کیونکہ اعتبار معنی کا ہوتا ہے نہ کہ لفظ کا،

اس کلام سے محبوبیت کے آثار کی نفی مقصود ہے جس سے محبوبیت کی نفی لازم ہے اور اس طریقے سے محبوبیت کی نفی تصریح سے زیادہ بلیغ ہے (کیونکہ اسطرح صرف محبوبیت کی نفی ہی نہیں کی بلکہ اس نفی پر دلیل بھی دیدی ہے) خصوصاً مقام استخفاف میں عجیب تعریض اور اشارہ ہے، یہ تنقیصِ شان، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس مقام کے لحاظ سے ہے جو آپ کو بارگاہِ رب العزت میں حاصل ہے، اس کا کچھ حصہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام محبوبوں سے زیادہ محبوب ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی رضا کا طالب ہے، آپ کی شفاعت کو قبول کرنے والا ہے اور آپ کی شفاعت کی مقبولیت کا سبب آپ کی محبوبیت ہے، یہ حقیقت آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ مقامِ اول میں تفصیلاً گزرا (یہ بھی قابلِ غور ہے کہ) ایسے مقام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر تنکیر (تعیین کے بغیر) کے ساتھ، تحقیر کا فائدہ دیتا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے :

"اور کسی کو حبیب کا"

یہ قول، مرادِ قائل (تحقیر) کا فائدہ دینے میں اہمیت رکھتا ہے۔

اس قائل نے تیسری صورت میں بیان کیا اور اس قسم کو اللہ تعالیٰ کے

بارہویں وجہ حق میں جائز رکھا ہے اس سے صراحۃً پتہ چلتا ہے کہ جو گنہگار بخشے جائیں گے اور نجات پائیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں طلبِ شفاعت اور التجا نہیں کریں گے اور آپ کی پناہ نہیں لیں گے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام یہ ہے کہ تمام اولین و آخرین مجبور و ناچار ہو کر اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے ناامید ہو کر مخلوقات کے ملجأ و ماوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لیں گے اور آپ سے شفاعت طلب کریں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمتِ بے پایاں سے ان

کے لئے بارگاہِ الٰہی جل شانہ میں شفاعت کریں گے، یہ بیچارے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فیضِ توجہ سے مصائب و مشکلات سے نجات پائیں گے، تمام انبیاء و رسل علیہم السلام حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور حضرتِ ابراہیم و حضرتِ موسےٰ علیہما السلام آپ کی امت میں آجائیں گے، یہ حقیقت احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ کیا یہ کلام حضور سید الکرام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان نہیں ہے؟

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

"میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہونگا"

علماءِ دین نے اس حدیثِ صحیح کے بیان میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں تمام انسانوں کے سردار ہیں لیکن روزِ قیامت کی تخصیص اس لئے کی کہ سید (سردار) وہ ہے کہ لوگ اپنی حاجتوں میں اس کی پناہ لیں، اس سے التجاء کریں، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قیامت کے روز اس صفت میں منفرد ہوں گے کہ تمام اولین و آخرین جب مرسلین سے التجاء کریں گے تو سوائے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے، گویا یہ حدیث اس حکم میں درجِ ذیل آیت کے مشابہ ہے:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

"آج کس کی شاہی ہے؟ اللہ واحد قہار کی!"

کیونکہ ہر آن اور ہر زمانہ میں بادشاہی اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہے مگر خصوصی بادشاہی کا ظہور اس طور پر کہ کوئی شخص بادشاہی کا دعوےٰ جھوٹے منہ سے بھی نہیں کر سکے گا قیامت کے دن ہی ہو گا۔

تیرہویں وجہ اس کا قول :

"اوس امیر نے اوس چور کی سفارش اس واسطے نہیں کی کہ اوس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اوس کی حمایت اوس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ رفیع کی انتہائی تنقیص پر دلالت کرتا ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ آپ امت کے حال پر انتہائی رحمت و شفقت رکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں رحمت و رأفت سے آپ کی نعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے :

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

"تحقیق تمہارے پاس تم میں سے رسول عظیم آئے، ان پر تمہاری مشقت گراں ہے، تم پر حریص ہیں، مومنوں پر مہربان اور رحیم ہیں"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حال پر رحمت و رأفت کے سبب ان کے بارے میں متفکر رہتے تھے اور ان کی مغفرت کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا کیا کرتے تھے،

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے :

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ فِيْ سُوْرَةِ اِبْرَاهِيْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ

مِنِّیْ وَ قَالَ عِیْسٰی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ
فَرَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ وَبَکٰی
فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا جِبْرَئِیْلُ اِذْهَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ
وَرَبُّكَ اَعْلَمُ مَا یُبْکِیْهِ فَاَتَاهُ جِبْرَئِیْلُ
فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه تعالٰی
علیه وسلم بِمَا قَالَ فَقَالَ اللّٰهُ لِجِبْرَئِیْلَ
اِذْهَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِیْكَ
فِیْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ۔

اس حدیث کا ترجمہ مقام اول میں گزر چکا ہے، اسی طرح دوسری حدیثوں میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم قیامت کے روز بھی امتی امتی فرمائیں گے، اس حدیث اور دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم امت کی شفاعت، فرطِ رحمت ورأفت کی بنا پر فرمائیں گے اور ان کی مغفرت کے لئے اللہ تعالٰے کی رضا حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب ہوگی، یہ رحمت و رأفت جو امت کی شفاعت کا سبب ہے، یہ قائل اسے طاقِ نسیان میں رکھ کر تقاضائے رحمت ورأفت گنہگاروں کی حمایت کو چوروں کی جانبداری سے تعبیر کرتا ہے، اگر یہ استخفافِ شان نہیں تو کیا ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم جس طرح بارگاہِ الٰہی جل مجدہ کے مقرب ہیں اسی طرح امت اگرچہ گنہگار اور بدکردار ہے ان کے حال پر رؤف ورحیم بھی ہیں، یہ سراپا گمراہی کلام دو وجہ سے حضور سید الانام صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تنقیصِ شان ہے۔

(۱) اس قائل نے صفتِ رأفت و رحمت کو جو سببِ شفاعت ہے، جان بوجھ طاقِ نسیان میں رکھ دیا۔

(۲) بتقاضائے رحمت و رأفت گنہگاروں کی شفاعت کو چوروں کی جانبداری قرار دیا، ہاں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے انعامِ رحمت و رأفت کا شکریہ اسی طرح ادا کرنا چاہیئے [1]

اس کا یہ قول :

چودھویں وجہ "اور جو چور کا حمایتی بن کر اوس کی سفارش کرتا تو آپ ہی چور ہو جاتا"

قبیح تعریض ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ پہلے "چور کے حمایتی" سے قائل کی مراد سمجھنا چاہیئے، "چوروں کے حمایتی" کے دو مطلب ہو سکتے ہیں :

(۱) وہ ہے جو چوری کو پسندیدہ فعل اور چور کو بے گناہ خیال کر کے چور کی حمایت میں بادشاہ کے مقابلہ اور مزاحمت کے لئے اٹھے اور کہے چور سزا کا مستحق نہیں ہے یا کہے بادشاہ اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ چور کو سزا دے اس لئے کہ میں اس کا حامی ہوں۔

چور کا ایسا حمایتی واقعی خود گنہگار ہے اور بدکرداروں کا ایسا حامی خود بدکردار ہے لیکن ایسے شخص کو چور کا شفیع نہیں کہہ سکتے کیونکہ بادشاہ کے حضور چور کی شفاعت اور چیز ہے، بادشاہ سے بغاوت اور باغیوں کی پشت پناہی امر دیگر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس معنی کی نفی اس مقام سے کوئی تعلق اور مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ اس معنی کی نفی سے شفاعت کا بے دخل ہونا اور

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا؟

مجرموں کی نجات کا سبب نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا لہٰذا اس معنی کا ارادہ قائل کی مراد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

(۲) وہ شخص کہ گرفتاری کے بعد ناچاری، شرمساری، ذلت وخواری اور غم وگریہ کے سبب چور کے حال پر ترس کھا کر چور کو امید دلاتا ہے کہ میں تمہارے لئے بادشاہ کے حضور سفارش کروں گا اور تیری بخشش چاہوں گا، بادشاہ کی بے حد عنایت اور اس کے وعدہ کی بنا پر یقین رکھتا ہوں کہ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور گناہ بخش دے گا، بادشاہ کی عنایت اور اس کے وعدہ کی بنا پر میں تیری شفاعت کا ذمہ لیتا ہوں، پھر وہ بادشاہ کے پاس جا کر شفاعت پیش کرتا ہے، بادشاہ نے اپنی بارگاہ میں اس کے مرتبہ اور اس کی عزت ومحبوبیت اور اپنے اس وعدہ کی بنا پر کہ میں تمہاری سفارش رد نہیں کرونگا شفاعت قبول کرلی اور وہ بیچارا چور نجات پاگیا۔

قائل اسی معنی کے اعتبار سے "چور کے حمایتی" کی نفی کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس معنی کے اعتبار سے حمایتی ہونا، اس کے دل کو زخمی کرتا ہے اور چور کے حمایتی کا یہی معنی ہونا چاہیے تاکہ قائل کی مراد (تنقیص انبیاء واولیاء) پوری ہوسکے اور عوام الناس اور فریب خوردہ جہلاء ایسے حمایتی کے ثابت کرنے سے اجتناب کرکے اس کا حلقۂ اطاعت کان میں اور تلبیس (مکر) کا پردہ کاندھے پر رکھیں۔

اہلِ ایمان کا عقیدہ اب پہلے ایمانداروں کا عقیدہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی شان میں سنئے، بعد ازاں اس قائل کے کلام کو اس پر منطبق کرکے معلوم کر لیجئے کہ حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کہاں تک پہنچی ہے؟

ہم مومنوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم از راہِ غایت

رحمت و رأفت اپنی امت کے حال پر ترس کھا کر اور ان بے چاروں کو مجبور و ناچار دیکھ کر اور انہیں اپنی بارگاہ کے پناہ جو اور سراپا التجار پاکر میدانِ محشر میں ان کے حال پر شفقت و رحمت فرماکر ان کے حامی ہوں گے، آپ نے فرمایا ہے :

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

"میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہوگی "

اور قیامت کے میدان میں فرمائیں گے :

اَنَا لَهَا

"شفاعت (کبریٰ) کے لئے میں ہوں"

چونکہ امت کے حق میں حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی دعا وہی مقبول دعا ہے جس کے مقبول ہونے کا آپ کو یقین ہے :

نیز اللہ تعالے کا ارشاد :

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی شفاعت کی پذیرائی کے یقین کا فائدہ دیتا ہے آپ ان کی شفاعت کا ذمہ لیں گے اور اللہ تعالے سے ان کی بخشش طلب کریں گے ، اللہ تعالےٰ آپ کی محبوبیت اور عزت و منزلت کے سبب آپ کی درخواست کو مقبول اور آپ کی شفاعت کو منظور فرمائے گا اور حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب ، رحمت و مغفرتِ الٰہی ان بے چاروں کے شاملِ حال ہو کر نجات بخش دے گی۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ چوروں اور گنہگاروں کے ایسے حمایتی کو چور اور

ان کا حصہ دار کہنا صریح توہین اور کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟ العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک ! چور کا ایسا حمایتی بارگاہِ شاہی کا سب سے زیادہ قریب اور اہلِ منزلت میں سب سے زیادہ بلند ہے کہ اس کی عرض مقبول اور اس کی درخواست منظور ہوتی ہے اور بادشاہ ان کی محبوبیت کے سبب ان کی دل شکنی روا نہیں رکھتا اور بمطابق آیۂ کریمہ :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

اور حدیث قدسی :

اِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ

ہر طرح ان کی رضا چاہ کر، ان کی دلداری کے لئے مجرموں کو معاف فرماتا ہے اور ان کے متوسلین پر غضب اور عذاب نہیں فرماتا چنانچہ جہنم کا داروغہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرے گا :

يَا مُحَمَّدُ ! مَا تَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِيْ أُمَّتِكَ مِنْ نَقْمَةٍ،

" یارسول اللہ ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ نے تو اپنے رب کے غضب کا کوئی انتقام اپنی امت میں نہیں رہنے دیا "

اللہ تعالیٰ ہمیں بد اعتقادی سے پناہ دے، زندقہ اور الحاد کے اسباب سے محفوظ رکھے، اپنے حبیبِ پاک اور آپ کی آلِ امجاد کے طفیل، بیشک وہی حفاظت اور ہدایت کا مالک ہے۔

چوتھا مقام

حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اور دیگر حضراتِ انبیاء علیہم السلام
کی تخفیفِ شان کے ارتکاب کا حکم اور فقہاء اور علماءِ شریعت کے نزدیک
اس جرمِ شنیع کے مرتکب کے حال میں۔

چونکہ اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا اشیاء کے احوال،
اضداد کے احوال کے مقابلہ سے بہ آسانی معلوم ہو سکتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضور سید الانام صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی تعظیمِ شان جو از روئے قرآن واجب اور صحابۂ کرام، اہلِ بیت عظام، علماءِ مجتہدین اور ائمہ اسلام کا معمول رہی ہے، کا مختصر بیان بطور "مشتے از خروارے" تحریر کیا جائے، پھر استخفاف اور استخفاف کرنے والے کا حال، شرعی طور پر فقہی روایات کی روشنی میں پیش کیا جائے تاکہ ذہن میں زیادہ راسخ ہو اور طالبِ ہدایت کے لئے زیادہ مفید ہو۔

جاننا چاہئے کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے اس امر کی تصدیق کی جائے کہ اللہ تعالےٰ موجود ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم، اللہ تعالےٰ کے مکرم بندے اور رسول ہیں، ظاہر کی باطن سے موافقت، شہادت کے دو کلموں (اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ) ان دو چیزوں (توحید و رسالت کی تصدیق) سے ایمان تام ہوتا ہے، ان کے بغیر ایمان ناتمام ہے، پس جو شخص نبیِ اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرے اور جو کچھ آپ لائے ہیں، اسے

ماننے، مومن ہے اور جس کے دل میں اس کی تصدیق نہیں ہے وہ ایماندار نہیں ہے جیسے کہ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے :

وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکَافِرِیْنَ سَعِیْرًا

" جو لوگ اللہ تعالٰے اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے بے شک ہم نے کافروں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کی ہے"

حبِّ مصطفٰے کے بغیر ایمان متصور نہیں

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی محبت کے بغیر آپ پر ایمان لانا متصور نہیں ہے، مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اپنی جان، باپ، بیٹے اور تمام مخلوق سے زیادہ محبوب رکھے، جیسے کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے :

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ

"یہ نبی، مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بہتر ہیں"

اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِہٖ۔

" تم میں سے کوئی ایک ہرگز ایماندار نہیں ہو گا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں "

یہ بھی فرمایا :

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

" تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہو گا جب تک میں اسے باپ،

بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔"

علاماتِ محبت

حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت کی بہت سی علامتیں اور آثار ہیں جو آپ کی محبت کے امتحان کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سے ایک علامت حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا ہے، حدیث شریف میں ہے:

مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ

"جو شخص کسی شے سے محبت رکھتا ہے، اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے۔"

کثرتِ ذکر کے ساتھ ساتھ ایک علامت یہ بھی ہے کہ تعظیم و تکریم کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے اور حضور سید الانام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نامِ پاک کمالِ تعظیم و تکریم اور صلوٰۃ و سلام کے ساتھ لے اور نامِ پاک لیتے ہی خوف و خشیت، عجز و انکسار اور خضوع و خشوع کا اظہار کرے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

"تم آپس میں رسول کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔"

تفسیر کبیر میں ہے:

لَا تُنَادُوْهُ كَمَا يُنَادِيْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا لَا تَقُوْلُوْا يَا مُحَمَّدُ يَا اَبَا الْقَاسِمِ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ۔

"نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، یوں نہ کہو یا محمد یا ابا القاسم! بلکہ عرض کرو یا رسول اللہ یا نبی اللہ!" (یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نام یا کنیت سے نہ پکارو بلکہ اوصاف اور القاب سے یاد کرو)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بات کرتے ہو اس خوف سے کہ تمہارے اعمال ساقط ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔"

ابو محمد مکی فرماتے ہیں:

أَيْ لَا تُسَابِقُوهُ بِالْكَلَامِ وَلَا تُغْلِظُوا لَهُ بِالْخِطَابِ وَلَا تُنَادُوهُ بِاسْمِهِ نِدَاءَ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ وَلٰكِنْ عَظِّمُوهُ وَوَقِّرُوهُ وَنَادُوهُ بِأَشْرَفِ مَا يُحِبُّ أَنْ يُنَادَى بِهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! يَا نَبِيَّ اللّٰهِ۔

"یعنی کلام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سبقت نہ کرو اور آپ سے ہمکلام ہوتے ہوئے سختی سے بات نہ کرو اور

آپ کا نام لے کر نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ آپ کی تعظیم و توقیر کو اور اشرف ترین اوصاف سے آپ کو ندا کرو جن سے ندا کئے جانے کو آپ پسند فرمائیں اور یوں کہو یا رسول اللہ یا نبی اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم۔"

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنے اور تعظیم و توقیر کے بغیر بلانے سے منع فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس بے ادبی کو روا نہیں رکھا اور اس عظیم جرم کے مرتکب کو اعمال کے برباد ہو جانے کی وعید سنائی، معلوم ہوا کہ بارگاہِ رسالت کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کفر کے سوا کوئی گناہ، اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب نہیں ہے اور جو چیز اعمال کے ضیاع کا سبب ہے، کفر ہے۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی، اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور جو چیز ضیاعِ اعمال کا سبب ہو، کفر ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے، یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ حیاتِ ظاہری میں اور وصال کے بعد نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تعظیم و تکریم کے سلسلے میں یکساں ہے۔

امامِ مالک کا ابو جعفر منصور سے مکالمہ

ابو جعفر منصور بادشاہ، مسجدِ نبوی میں حضرت امامِ مالک سے ایک مسئلہ میں گفتگو کر رہا تھا، امامِ مالک نے اسے فرمایا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فِي

هٰذَا الْمَسْجِدِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَدَّبَ قَوْمًا فَقَالَ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الْاٰیۃ وَ مَدَحَ قَوْمًا فَقَالَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ الْاٰیۃ وَ ذَمَّ قَوْمًا اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ الْاٰیۃ وَاِنَّ حُرْمَتَهٗ مَیِّتًا كَحُرْمَتِهٖ حَیًّا فَاسْتَكَانَ لَهَا اَبُوْجَعْفَرٍ وَّقَالَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَۃَ وَاَدْعُوْ اَمْ اَسْتَقْبِلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَ هُوَ وَسِیْلَتُكَ وَ وَسِیْلَۃُ اَبِیْكَ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بَلِ اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهٖ فَیُشَفِّعُكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

" اے مسلمانوں کے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ تعالٰے نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الاٰیۃ اور ایک جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ الْاٰیۃ (وہ لوگ کہ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، اللہ تعالٰے نے ان کے دلوں کو تقوٰے کے لئے منتخب فرما لیا ہے) اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ الْاٰیۃ (جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں) بے شک بعد از وصال حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی عزت ایسی

ہی جیسی آپ کی حیاتِ ظاہرہ میں تھی ۔

(یہ سنکر) ابوجعفر نے فروتنی کا اظہار کیا اور کہا اے ابوعبداللہ (امامِ مالک کی کنیت) قبلہ رو ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی طرف رُخ کروں ؟ امامِ مالک نے فرمایا تو حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے کیوں رخ پھیرتا ہے حالانکہ حضور، قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں تیرے اور تیرے جدِامجد آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں تو حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی طرف رُخ کر اور شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالے تیرے لئے شفاعت قبول فرمائیگا ۔"

ذکرِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم

امام اسحاق تُجَیبی فرماتے ہیں : صحابہ کرام، نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ڈرتے تھے ان کا جسم لرز جاتا ان پر کپکپی طاری ہو جاتی اور وہ حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی محبت اور شوق کی بنا پر اور بعض صحابہ ہیبت اور تعظیم کے سبب روتے تھے ۔

ابراہیم تجیبی فرماتے ہیں کہ :

"ہر مومن پر لازم ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا ذکر کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو خضوع و خشوع اور فروتنی اختیار کرے، وقار اور سکون سے رہے اور اپنے آپ کو حرکت سے باز رکھے اور اس کی ہیبت میں محو ہو جائے اور اس کی تعظیم میں اس طرح کوشش کرے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے ادب کی کوشش کرتا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے روبرو ہوتے ۔"

صحابہ کرام اور تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

شرفِ صحابیت پر فائز ہونے والوں کا حال سنئے !

حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ نہ تو کوئی محبوب تھا اور نہ ہی میری نگاہ میں آپ سے زیادہ کوئی محترم تھا اس کے باوجود آپ کے احترام کے سبب میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال کی زیارت نہ کرسکتا تھا، اگر مجھ سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صفت پوچھی جائے تو میں بیان نہیں کرسکوں گا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا تھا حضرت اسامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ رسالت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ صحابہ کرام آپ کے گرد اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی وہ اپنے سروں کو حرکت نہیں دے رہے تھے کیونکہ پرندہ اس جگہ بیٹھتا ہے جو ساکن ہو،

قَالَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ حِيْنَ وَجَّهَتْهُ قُرَيْشٌ عَامَ الْقَضِيَّةِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله تعالى عليه وسلم وَرَاٰى مِنْ تَعْظِيْمِ اَصْحَابِهٖ لَهٗ مَا رَاٰى وَاِنَّهٗ لَا يَتَوَضَّأُ اِلَّا ابْتَدَرُوْا وُضُوْئَهٗ وَكَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَيْهِ وَلَا يَبْصُقُ بِصَاقًا وَلَا يَتَنَخَّمُ نُخَامَةً اِلَّا تَلَقَّوْهَا بِاَكُفِّهِمْ فَدَلَكُوْا بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَاَجْسَادَهُمْ وَلَا تَسْقُطُ مِنْهُ شَعْرَةٌ اِلَّا ابْتَدَرُوْهَا وَاِنْ اَمَرَ بِاَمْرٍ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ مَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهٗ ۔

"عروہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جب قریش نے انہیں صلح حدیبیہ کے سال، نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے صحابہ سے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انہوں نے دیکھا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے حتّٰی کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں، اس نے دیکھا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دہنِ مبارک یا ناک مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام اسے ہاتھوں میں لیتے، اپنے چہرے اور جسم پر ملتے اور آبرو پاتے، آپ کا کوئی بال جسدِ اطہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس کے حصول کے لئے جلدی کرتے، جب آپ انہیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے آہستہ بولتے اور ازراہِ تعظیم آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔"

فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰی قُرَیْشٍ قَالَ یَامَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِنِّیْ جِئْتُ کِسْرٰی فِیْ مُلْکِہٖ وَ قَیْصَرَ فِیْ مُلْکِہٖ وَالنَّجَاشِیَّ فِیْ مُلْکِہٖ اِنِّیْ وَاللّٰہِ مَارَاَیْتُ مَلِکًا فِیْ قَوْمٍ قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ فِیْ اَصْحَابِہٖ۔

"جب عروہ بن مسعود قریش کے پاس واپس گئے تو انہیں کہا اے قومِ قریش! میں کسریٰ، قیصر اور نجاشی یعنی شاہِ فارس، شاہِ روم اور شاہِ حبشہ کے پاس ان کی حکومت میں گیا ہوں، بخدا میں نے ہرگز کوئی بادشاہ اپنی قوم میں اتنا محترم نہیں دیکھا جس قدر

محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں معزز ہیں۔"

ایک روایت میں ہے :

اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا قَدْ تَعَظَّمَہٗ اَصْحَابُہٗ مَا تَعَظَّمَ مُحَمَّدًا اَصْحَابُہٗ۔

"میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھیوں نے اس کی اس قدر تعظیم کی ہو جتنی محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ کی تعظیم کی ہے۔"

وَقَدْ رَاَیْتُ قَوْمًا لَا یُسْلِمُوْنَہٗ

"تحقیق میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کبھی بھی نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑیں گے اور ہمیشہ آپ کی تعظیم کرتے رہیں گے۔"

یہ بھی روایات میں ہے :

لَمَّا اَذِنَتْ قُرَیْشٌ لِعُثْمَانَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عنہ فِی الطَّوَافِ بِالْبَیْتِ حِیْنَ وَجَّھَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فِی الْقَضِیَّۃِ اَبٰی وَقَالَ مَا کُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰی یَطُوْفَ بِہٖ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"جب نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو صلح حدیبیہ کے سال قریش کے پاس بھیجا تھا، قریش نے انہیں بیت اللہ شریف کے طواف کی اجازت دے دی تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا میں اس وقت تک طواف نہیں کرونگا جب تک نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم طواف نہیں کرتے۔"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

لَقَدْ كُنْتُ اُرِيْدُ اَنْ اَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عَنِ الْاَمْرِ فَاُؤَخِّرُ سَنَتَيْنِ مِنْ هَيْبَتِهٖ۔

" میں چاہتا تھا کہ کسی امر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کروں لیکن آپ کی ہیبت کے سبب دو سال تک مؤخر کر دیتا تھا "

وَبَلَغَ مُعَاوِيَةَ اَنَّ كَابِسَ بْنَ رَبِيْعَةَ شَبِيْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الدَّارِ قَامَ عَنْ سَرِيْرِهٖ وَتَلَقَّاهُ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَاَقْطَعَهُ الْمِرْغَابَ لِشَبَهِهٖ صُوْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اطلاع ملی کہ کابس بن ربیعہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے (صورۃً) مشابہ ہیں جب حضرت کابس حضرت امیر معاویہ کے گھر کے دروازے سے داخل ہوئے تو حضرت امیر معاویہ اپنے تخت سے اٹھ کھڑے ہوئے، ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انہیں مرغاب (ایک مقام) عنایت فرما دیا۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ ان کی صورت نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھی "

اگر اجلہ صحابہ کرام کی تعظیم اور اس بابرکت بارگاہ کے احترام میں مبالغہ

کرنے اور ہر باب میں آداب کی رعایت کرنے کی روایات کا احاطہ کیا جائے تو کلام طویل ہو جائے گا، تمام صحابہ کرام اس ذاتِ کریم کو بہترین القاب، کمالِ تواضع اور مرتبۂ مقام کی انتہائی رعایت سے خطاب کرتے تھے اور ابتداءِ کلام میں صلوٰۃ وسلام کے بعد فَدَيْتُكَ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ میرے والدین آپ پر فدا ہوں، یا بِنَفْسِیْ اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یارسول اللہ! میری جان آپ پر نثار ہے، جیسے کلمات استعمال کرتے تھے اور فیضِ صحبت کی فراوانی کے باوجود محبت کی شدت کے تقاضے کی بنا پر تعظیم و توقیر میں کوتاہی اور تقصیر کے مرتکب نہیں ہوتے تھے بلکہ ہمیشہ حضور سیدالانام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال میں اضافہ کرتے تھے۔

تابعین اور تعظیمِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسی طرح تابعین اور تبع تابعین صحابہ کے آثار کی اقتداء اور ان کے انوار سے اہتداء کرتے تھے، حضرتِ مصعب بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب امامِ مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور ان کی پشت جھک جاتی، یہاں تک کہ یہ امر ان کے ہمنشینوں پر گراں گزرتا، ایک دن حاضرین نے امام مالک سے ان کی اس کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا، جو کچھ میں نے دیکھا ہے تم دیکھتے تو مجھ پر اعتراض نہ کرتے، میں نے قاریوں کے سردار حضرت محمد بن منکدر کو دیکھا کہ میں نے جب بھی ان سے کوئی حدیث پوچھی تو وہ رو دیتے یہاں تک کہ مجھے ان کے حال پر رحم آتا تھا۔

امامِ مالک فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ امامِ جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیکھتا حالانکہ وہ بہت خوش طبع اور خندہ رُو تھے، جب نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ان کے پاس کیا جاتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا، میں نے انہیں بے وضو نبیِ اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک عرصہ تک ان کے ہاں میری آمد و رفت رہی، میں نے انہیں تین صفات کے علاوہ کسی صفت پر نہیں دیکھا یا تو نماز ادا کر رہے ہوتے، یا خاموش رہتے یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے، کبھی بے فائدہ گفتگو نہ کرتے، وہ خدا ترس، عبادت گزار علماء میں سے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ہیبت سے یوں معلوم ہوتا کہ جیسے ان کا خون کھینچ لیا گیا ہو اور ان کی زبان خشک ہو جاتی، میں حضرت عامر بن عبداللہ کے پاس جاتا تو انہیں اس حال میں دیکھتا کہ جب ان کے پاس کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی لیتا تو وہ اتنا روتے کہ ان کی آنکھ میں کوئی آنسو نہ رہ جاتا، میں نے حضرت زہری کو دیکھا وہ بہت ہی نرم مزاج اور تمام لوگوں سے زیادہ نزدیک تھے جب ان کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس طرح ہو جاتے کہ گویا وہ تمہیں اور تم انہیں، نہیں پہچانتے۔

حضرت صفوان بن سلیم، جو بہت ہی عبادت گزار تھے، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا، جب ان کے پاس کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرتا تو وہ رو دیتے اور اتنا روتے کہ لوگ ان کے پاس سے اٹھ جاتے اور انہیں روتا رہنے دیتے۔

یہ امام مالک کے کلام کا ترجمہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب اشیاء کا صحابہ کی نظر میں احترام

صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس قدر ادب و احترام کرتے تھے کہ آپ کے رشتہ داروں، آپ کے ساز و سامان، آپ کی منازل و مجالس اور مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ میں آپ کے کاشانہائے

مبارکہ کی تعظیم کرتے، جس چیز کی آپ نے تعریف فرمائی یا جس چیز کی نسبت آپ کی طرف منسوب ہوتی اس کی بھی تعظیم کرتے تھے۔

حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهٗ وَاَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ۔

"تحقیق میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا، صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے بال کسی صحابی کے ہاتھ کے علاوہ کہیں واقع ہوں"

وَرُئِيَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ تعالی عنہما وَاضِعًا يَدَهٗ عَلٰى مَقْعَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰى وَجْهِهٖ ۔

"حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ منبر پہ ہاتھ رکھا پھر اسے اپنے چہرے پر پھیر لیا۔

حضرتِ ابو محذورہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی پیشانی میں بال تھے، جب وہ بیٹھ کر انہیں کھولتے تو زمین تک پہنچ جاتے۔

فَقِيْلَ لَهٗ اَلَا تَحْلِقُهَا فَقَالَ لَمْ اَكُنْ بِالَّذِيْ اَحْلِقُهَا وَقَدْ مَسَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم بیدہٖ۔

"حضرتِ ابو محذورہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو منڈوا کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا میں ان بالوں کو کیسے منڈالوں جبکہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے چھوا تھا؟"

وَکَانَتْ شَعَرَاتٌ مِّنْ شَعْرِہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فِی قَلَنْسُوَۃِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ فَلَمْ یَشْهَدْ بِهَا قِتَالًا اِلَّا رُزِقَ النَّصْرَ۔

"نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے چند بال، حضرتِ خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ٹوپی میں تھے وہ اس ٹوپی کے ساتھ جس جنگ میں بھی گئے انہیں فتح ونصرت عطا کی گئی۔"

ہاں جب تابوتِ سکینہ جس میں آلِ حضرتِ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے، کی برکت سے بنی اسرائیل کو فتح وظفر حاصل ہوتی تھی تو اگر حضرتِ سید البشر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی بدولت یہ برکت اور یہ اثر بلکہ اس سے ہزار ہا درجہ زائد خیر وبرکت حاصل ہو جائے تو کیا بعید ہے۔

وَکَانَتْ فِیْ قَلَنْسُوَۃِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ شَعَرَاتٌ مِّنْ شَعْرِہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فَسَقَطَتْ قَلَنْسُوَۃٌ فِیْ بَعْضِ حُرُوْبِہٖ فَشَدَّ عَلَیْهَا شِدَّۃً اَنْکَرَ عَلَیْہِ اَصْحَابُ النَّبِیِّ مِنْ کَثْرَۃِ مَنْ قُتِلَ فِیْهَا فَقَالَ لَمْ اَکُنْ اَفْعَلُهَا بِسَبَبِ الْقَلَنْسُوَۃِ بَلْ مَا تَضَمَّنَتْہُ مِنْ شَعْرِہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام لِئَلَّا اُسْلَبَ بَرَکَتَهَا وَتَقَعَ فِیْ

اَیْدِی الْمُشْرِکِیْنَ۔

"حضرتِ خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ٹوپی میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے چند بال تھے، ایک جنگ میں وہ ٹوپی اتر گئی، حضرتِ خالد نے اسے حاصل کرنے کے لئے اتنا سخت حملہ کیا کہ صحابہ کرام نے اس پر انکار کیا کیونکہ اس حملے میں بہت سے افراد شہید ہو گئے تھے حضرتِ خالد نے فرمایا : میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ اسلئے کہ اسمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بال تھے، میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کی برکت مجھ سے چھین لی جائے اور وہ بال مشرکوں کے ہاتھ لگ جائیں"

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی تعظیم نہیں کرتا[1] اور ان کی تعظیم کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور اس بے ادبی سے اس کے دل میں کوئی خوف پیدا نہیں ہوتا اس کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت نہیں ہے اگرچہ آپ کی محبت کا دعویدار ہوا ور اس بے باکی کی تاویل میں لاف وگزاف سے کام لیتا ہو، جن لوگوں کے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت اور ایمان ہے، وہ آپ کے ایک بال مبارک کے مقابل تمام دنیا کو ایک جو کی اہمیت نہیں دیتے،

صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ :

لَشَعْرَۃٌ مِّنْہُ اَحَبُّ اِلَیْنَا مِنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْہَا۔

"نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ایک بال ہمیں دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہے"

---

[1] جیسا کہ مرزا حیرت دہلوی نے "حیاتِ طیبہ" میں اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں لکھا ہے ۱۲ اشرف قادری

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اگرچہ دوست بچیزے نمی خرد مارا
بہ عالمے نفروشیم موئے از سرِ دوست

"اگرچہ دوست ہمیں کسی چیز کے بدلے نہیں خریدتا، ہم اس کے ایک بال کو پوری دنیا کے عوض بھی فروخت نہیں کرتے۔"

وَفِي الصَّحِيْحِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهَا اَخْرَجَتْ جُبَّةً طَيَالِسِيَّةً وَقَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِيْ بِهَا [1]

"حدیثِ صحیح میں حضرتِ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے طیالسی جبہ نکالا اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اسے زیبِ تن فرماتے تھے، ہم اسے بیماروں کے لئے دھوتے ہیں اور اس سے شفا طلب کرتے ہیں۔"

حضرت قاضی ابوالفضل عیاض رضی اللہ عنہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ ابوالقاسم بن میمون نے فرمایا ہمارے پاس نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا ہم بیماروں کے لئے اس میں پانی ڈالتے تھے پس اس سے شفا طلب کرتے تھے۔

اَخَذَ جَهْجَاهُ الْغِفَارِيُّ قَضِيْبَ النَّبِيِّ مِنْ يَدِ عُثْمَانَ وَتَنَاوَلَهٗ لِيَكْسِرَهٗ عَلٰى رُكْبَتِهٖ

---

[1] مسلم شریف، جلد اول، ص ۱۹۰

فَصَاحَ بِہِ النَّاسُ فَاَخَذَتْہُ الْاَکِلَةُ فَقَطَعَہَا وَمَاتَ قَبْلَ الْحَوْلِ۔

"جہجاہ غفاری نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا عصائے مبارک حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاتھ سے لیا تاکہ اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دے تو لوگوں نے بڑی شدت سے اسے منع کیا کہ اسے مت توڑنا، اسی وقت اس کے گھٹنے پر ایک زخم پیدا ہوگیا، بعد ازاں اس نے گھٹنا کٹوا دیا اور سال گزرنے سے پہلے مر گیا"

اس باب میں احادیث و آثار بکثرت ہیں[۱]، ان آثارِ صحیحہ اور نصوصِ صریحہ سے ثابت ہوگیا کہ جو چیز نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے نسبت کا شرف رکھتی ہے اور جو چیز آپ کے اعضاء اور قدموں سے مس ہو چکی ہے، اس کی تعظیم و تکریم تمام مسلمانوں پر، عوام ہوں یا خواص، واجب اور لازم ہے اور جو شخص ان اشیاءِ شریفہ کی توہین سے اپنی زبان آلودہ کرے یا ان کی اہانت کی امداد برملا یا پوشیدہ، قول یا فعل سے کرے، اس نے ایمان کو برباد کیا اور حسنِ اعتقاد کی جگہ ارتداد کو اپنے دل میں رکھا، چنانچہ بعض ملعون اور بے دین زندیق کہتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نشانِ قدم اس لائق ہے کہ اسے ایسی جگہ رکھا جائے کہ ہر کس و ناکس اس پر پاؤں رکھے، یا کہتے ہیں کہ اگر ہمیں نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا لباس مل جائے تو ہم اسے پہننے کا کپڑا بنالیں اور اگر آپ کے نعلین مبارک مل جائیں تو انہیں پاؤں میں پہن لیں، نعوذ باللہ تعالےٰ من ذٰلک! یہ کفر، الحاد، بے ایمانی اور ارتداد ہے، اس سے اور اس جیسے دیگر مہلکات سے اللہ تعالےٰ ہمیں پناہ عطا فرمائے۔

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے "ابر المقال فی استحسان قبلة الاجلال" از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

جس طرح ان تمام اشیاء کی تعظیم واجب اور فرض ہے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے رشتہ داروں اور صحابہ کرام کی تعظیم بلاشک وشبہ بطریق اولی فرض عین ہے، چونکہ مبسوط کتابیں ان عقائد اور مقاصد پر مشتمل ہیں اس لئے اس فتوے میں طوالت اور تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

سنگ و شجر کی سلامی

سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم کا وجوب اور اس کی فرضیت اس حد تک ہے، کہ حیوانات، خشک اور تر نباتات اور بے زبان جمادات، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتے اور سجدہ کرتے تھے اور محبت کی شدت کی بنا پر گریہ و زاری کرتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّلَا شَجَرٍ اِلَّا سَجَدَ لَهٗ۔

"حضرتِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالے عنہما فرماتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم جس پتھر یا درخت کے پاس سے گذرتے وہ آپ کو سجدہ کرتا۔"

عَنْ عَائِشَةَ عَنْهُ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قَالَ لَمَّا اسْتَقْبَلَنِيْ جِبْرَئِيْلُ علیہ السلام بِالرِّسَالَةِ جَعَلْتُ لَا اَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّ لَا شَجَرٍ اِلَّا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

حضرتِ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا جب جبریل امین علیہ السلام

رسالت کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتا، وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ!"

فراقِ حضور میں استنِ حنانہ کی آہ وزاری

کھجور کے تنے کا، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت میں رونا متواتر ہے اور اس کی حدیث مشہور ہے:

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ الْمَسْجِدُ مَسْقُوْفًا عَلٰى جُذُوْعِ نَخْلٍ فَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إِذَا خَطَبَ يَقُوْمُ إِلٰى جِذْعٍ مِنْهَا فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِذٰلِكَ الْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ ـ

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کے تنوں پر بنائی گئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب خطبہ فرماتے تو ان میں سے ایک کے پاس کھڑے ہوتے، جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا تو ہم نے اس تنے سے حاملہ اونٹنیوں یا چھوٹے بچوں والی اونٹنیوں جیسی آواز سنی۔"

وَفِيْ رِوَايَةِ أَنَسٍ رضى الله تعالىٰ عنه حَتّٰى ارْتَجَّ الْمَسْجِدُ لِخُوَارِهٖ ـ

"حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ (وہ ستون اتنی شدت سے رویا کہ) اس کی آواز سے مسجد گونج اٹھی۔"

وَفِيْ رِوَايَةِ سُهَيْلٍ وَكَثُرَ بُكَاءُ النَّاسِ لِمَا رَأَوْا بِهٖ ـ

"حضرت سہیل کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام اس ستون کی حالت دیکھ کر بہت روئے۔"

وَفِيْ رِوَايَةِ الْمُطَّلِبِ حَتّٰى تَصَدَّعَ وَانْشَقَّ حَتّٰى جَاءَ النَّبِيُّ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ فَسَكَتَ۔

"حضرت مطلب کی روایت میں ہے وہ تنا اس قدر رویا کہ پھٹ گیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا دستِ کرم اس پر رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔"

وَزَادَ غَيْرُهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ هٰذَا بَكٰى لِمَا فَقَدَ مِنَ الذِّكْرِ

"مطلب کے علاوہ راوی نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تنا اس لئے رویا ہے یہ ذکر سے محروم ہو گیا ہے۔"

وَزَادَ غَيْرُهٗ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ اَلْتَزِمْهُ لَمْ يَزَلْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ تَحَزُّنًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"ایک اور راوی نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں اس تنے کو آغوش میں نہ لیتا تو وہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فراق میں قیامت تک روتا رہتا۔"

وَذَكَرَ الْاِسْفِرَائِنِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللّٰہ

تعالیٰ علیہ وسلم دعاہ الی نفسہ فجاءہ یخرق الارض فالتزمہ ثم امرہ فعاد الی مکانہ۔

" استاذ اسفرائنی نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس تنے کو اپنی طرف بلایا وہ زمین کو چیرتا ہوا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اسے آغوش میں لیا پھر فرمایا واپس جا تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا "

فکان الحسن اذا حدث بھذا ابکی و قال یا عباد اللہ الخشبۃ تحن الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شوقا الیہ لمکانہ فانتم احق ان تشتاقوا الی لقائہ۔

" حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب یہ واقعہ بیان کرتے تو رو پڑتے اور فرماتے اے بندگانِ خدا! کھجور کا تنا نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی محبت کے سبب روتا تھا کیونکہ آپ اس کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا کرتے تھے، تم اس امر کے زیادہ مستحق ہو کہ آپ کے دیدار کا شوق رکھو "

ان آثار سے کہ بڑی مقدار میں سے چند بلکہ ہزار میں سے ایک کی حیثیت رکھتے ہیں، معلوم کیا جا سکتا ہے کہ سید الانام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا احترام اور اعزاز اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوق پر فرض فرمایا ہے، درختوں، پتھروں اور حیوانات کا سجدہ جو بہت سی احادیث سے ثابت ہے، سجدۂ تعظیم تھا نہ کہ سجدۂ عبادت کیونکہ نبی اکرم

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم معبود نہیں ہیں، یہ سجدہ اسی طرح تھا جس طرح فرشتوں نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو یا حضرتِ یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں نے انہیں سجدہ کیا تھا، پس جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم میں کوشش نہیں کرتے یا دیدہ دانستہ اس قسم کی نصوص سے چشم پوشی کرتے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں رکھتے اور آپ کے شوق کے سبب ان کے دلوں میں رقت پیدا نہیں ہوتی، بے زبان حیوانات اور پتھروں اور خشک لکڑیوں سے گئے گزرے ہیں۔

صحابہ وتابعین کے پیروکار مخلص مومنوں کی شان یہ ہے کہ مباح چیزوں اور نفس کی خواہشوں میں بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت کی رعایت کرتے ہیں اور جو چیز آپ کو پسند تھی تقاضائے محبت کی بنا پر اسے پسند رکھتے ہیں، ثرید (شوربے میں ڈالے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو) اور کدو کو بہترین طعام شمار کرتے ہیں۔

نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بہترین شمائل وخصائل، اخلاقِ حمیدہ، عاداتِ شریفہ، بے شمار انعامات، ہزاروں احسانوں اور رحمت ورأفت کی فراوانی میں غور کرے وہ معلوم کر سکتا ہے کہ ہم گنہ گار، سیہ کار جو ہر قسم کے گناہ اور سیہ کاری کا ارتکاب کر چکے ہیں اور کرتے ہیں پھر بھی دنیا میں اللہ تعالےٰ کے قہر وغضب سے محفوظ ہیں گناہوں اور جرائم کے ارتکاب کے سبب عذاب کے مستحق ہوتے ہوئے بھی امن میں ہیں حالانکہ پہلی امتوں کو زمین میں دھنسا دیا گیا ان کی شکلیں مسخ کر دی گئیں، ان پر پتھر برسائے گئے، اس کے علاوہ کئی طرح کے عذاب نازل کئے گئے اور انہیں ہلاک کیا گیا، یہ صدقہ ہے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا اور آپ کی مقبول دعا کی برکت ہے کہ ہم امن میں ہیں؛

جو اس حقیقت کا انکار کرتا ہے اور اس کے قبول کرنے سے گریز کرتا ہے وہ کافرِ نعمت (ناشکرا) اور منکرِ رحمت ہے۔

اتباعِ رسول تقاضائے محبّت ہے

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ نبیِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی کامل ترین محبت یہ ہے کہ اوامر، نواہی اور سنن میں تہ دل سے آپ کی اطاعت کو لازم پکڑا جائے، پس جو شخص تمام امور میں صدق اور اخلاص کے ساتھ آپ کی اطاعت اور پیروی کرتا ہے اس کی محبت کامل ہے اور جو شخص آپ کی اطاعت اور پیروی میں کوتاہی روا رکھتا ہے، اس کی محبت ناقص ہے لیکن اس سے آپ کی محبت کی نفی نہیں کی جا سکتی کیونکہ نافرمانی کا ارتکاب ایمان اور اسلام سے خارج نہیں کرتا حتی کہ گنہگاروں سے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت کی نفی درست ہو کیونکہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر ایمان متصور نہیں ہے اور گناہگار اور کبائر کے مرتکب بلاشبہ ایماندار ہیں جیسے کہ اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کی کتابوں میں مذکور اور ثابت ہے، اگر یہ مومن نہ ہوں تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق نہیں ہوں گے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

"میری شفاعت، میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر کے مرتکب ہوں گے۔"

یہ بھی فرمایا کہ:

وَلٰکِنَّهَا لِلْمُذْنِبِیْنَ الْخَطَّائِیْنَ

"لیکن شفاعت ان کے لئے ہوگی جو بہت ہی گنہگار ہونگے"

نیز نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی پر شراب پینے کی حد جاری

فرمائی۔ بعض صحابہ نے ان پر لعنت کی اور کہا کہ شراب نوشی کی کثرت کا سبب کیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَلْعَنْهُ فَاِنَّهٗ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

"اس پر لعنت نہ کر کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔"

یہ بھی مروی ہے کہ:

اِنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فَقَالَ مَتَی السَّاعَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ کَثْرَةِ صَلٰوةٍ وَّلَا صَوْمٍ وَّلَا صَدَقَةٍ وَّلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔

"ایک صحابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! قیامت کب ہے؟ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اس کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے اس کے لئے بہت نمازیں، روزے اور صدقے تیار نہیں کئے، لیکن میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔"

جو شخص بظاہر نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے اور پرہیزگار ہے اور اس کا باطن نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہے اور آپ کی تعظیم شان اور تکریم میں کوتاہی کا مرتکب ہے وہ مومن نہیں ہے جیسے کہ اہلِ شام کے لشکر نے میدانِ

کربلا میں امام اہلِ اسلام سیدنا امامِ حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام سے ناحق الجھ کر حضرتِ امام کا خون بہایا اور اپنے ایمان کی آبرو ضائع کر کے اپنے سر پر ذلت و رسوائی کی خاک ڈالی اور بدترین کفار اور اشقیار اہلِ نار میں سے ہوئے بہ ظاہر مسلمانوں کی علامتیں رکھتے تھے اور ظاہری اتباع سے باہر قدم نہ رکھتے تھے لیکن ان کے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت ہرگز نہ تھی ورنہ ان سے آپ کے اہلِ بیت پر ایسا ظلم کیسے صادر ہوتا۔

بے حبِّ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، اتباع معتبر نہیں

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ظاہری پیروی کا سبب آپ کی کامل محبت میں منحصر نہیں ہے بلکہ بہت دفعہ آپ کی اطاعت اور پیروی میں دوسری اغراض دلمیں پوشیدہ ہوتی ہیں جو ظاہری تقوےٰ اور صوری نیکی کے اختیار کرنے کا سبب بن جاتی ہیں، بعض لوگوں کے سر میں شہرت، عزت اور عامۃ الناس کی راہبری ایسے بلند مقام کی ہوس سما جاتی ہے اور اس حیلہ سازی سے یہ مراد پوری ہو جاتی ہے، بے ریا محب اور باصفا مخلص دنیا میں بہت کم ہیں، محبت کے مذکورہ آثار (ظاہری تقوےٰ و پرہیزگاری) محبانِ مخلص کے امتحان کے لئے کسوٹی نہیں بن سکتے، اگر وہ آثار (اطاعت و فرمانبرداری) کسی شخص میں بے تکلف پائے جائیں تو وہ محبِ صادق ہے ورنہ ریاکار و منافق ہے۔

تنقیصِ شان کے مرتکب کا حکم

جب بارگاہِ ایزدی کے مقربین کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا کچھ حال تحریر ہو چکا تو اب سید الخلق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں تخفیف کرنے والے کا حال سنیے!

شرح وقایہ پر علامہ چلپی کے حواشی میں ہے :

قَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی اَنَّ الْاِسْتِخْفَافَ بِنَبِیِّنَا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وَبِاَیِّ نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ کَانَ کُفْرًا سَوَآءٌ فَعَلَہٗ فَاعِلُ ذٰلِکَ اسْتِحْلَالًا اَمْ فَعَلَہٗ مُعْتَقِدًا الِحُرْمَتِہٖ وَلَیْسَ بَیْنَ الْعُلَمَآءِ خِلَافٌ فِیْ ذٰلِکَ وَ الَّذِیْنَ نَقَلُوا الْاِجْمَاعَ فِیْہِ اَکْثَرُ مِنْ اَنْ یُّحْصٰی۔

"بے شک تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم یا کسی اور نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم وسلم کی تخفیفِ شان کفر ہے عام ازیں کہ تخفیف کرنے والا اسے حلال جانتا ہو یا حرام، اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے اس مسئلہ پر اجماع نقل کرنے والے حدِ شمار سے باہر ہیں۔"

قَالَ الْقَاضِیْ فِی الشِّفَآءِ اِنَّ جَمِیْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اَوْعَابَہٗ اَوْ اَلْحَقَ بِہٖ نَقْصًا فِیْ نَفْسِہٖ اَوْ نَسَبِہٖ اَوْ دِیْنِہٖ اَوْ خَصْلَۃٍ مِّنْ خِصَالِہٖ اَوْ عَرَّضَ بِہٖ اَوْ شَبَّہَہٗ بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ اَوِ الْاِزْرَآءِ عَلَیْہِ اَوِ التَّصْغِیْرِ لِشَانِہٖ اَوِ الْغَضِّ مِنْہُ اَوِ الْعَیْبِ لَہٗ فَہُوَ سَابٌّ لَہٗ وَ حُکْمُہٗ حُکْمُ السَّابِّ یُقْتَلُ کَمَا نُبَیِّنُہٗ اِنْ شَآءَ اللہُ وَلَا نَسْتَثْنِیْ فَصْلًا مِّنْ فُصُوْلِ ھٰذَا الْبَابِ عَلٰی ھٰذَا الْمَقْصَدِ

وَلَا نَمْتَرِیْ فِیْہِ تَصْرِیْحًا کَانَ اَوْ تَلْوِیْحًا۔

"حضرتِ قاضی عیاض رضی اللہ تعالےٰ عنہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالی دے یا عیب لگائے آپ کی ذاتِ شریف یا آپ کے نسب یا آپ کے دین یا آپ کی کسی خصلت کی طرف نقص کی نسبت کرے یا آپ کی طرف تعریض کرے (اشارۃً عیب جوئی کرے) یا آپ کو کسی شے سے گالی یا توہین یا شان کی کمی کرنے یا آپ سے چشم پوشی کرنے یا عیب لگانے کے طور پر تشبیہ دے تو وہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا ہے، اس کا حکم وہی ہے جو آپ کو گالی دینے والے کا حکم ہے یعنی اسے قتل کیا جائے گا جیسے کہ ہم بیان کریں گے، اس مقصد (قتل کرنے) سے ہم کسی قسم کا استثنا نہیں کرتے اور نہ ہی ہم اس میں شک کرتے ہیں خواہ صراحۃً ہو یا اشارۃً"

وَکَذٰلِکَ مَنْ لَعَنَہٗ اَوْ دَعَا عَلَیْہِ اَوْ تَمَنّٰی مَضَرَّۃً لَہٗ اَوْ نَسَبَ اِلَیْہِ مَالَا یَلِیْقُ بِمَنْصَبِہٖ عَلٰی طَرِیْقِ الذَّمِّ اَوْ عَبَثٍ فِیْ جِھَتِہِ الْعَزِیْزِ بِسَخْفٍ مِّنَ الْکَلَامِ وَھُجْرٍ وَّمُنْکَرٍ مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرٍ اَوْ عَیَّرَہٗ بِشَیْءٍ مِّمَّا جَرٰی مِنَ الْبَلَاءِ وَالْمِحْنَۃِ عَلَیْہِ اَوْ غَمَصَہٗ بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِیَّۃِ الْجَائِزَۃِ عَلَیْہِ الْمَعْھُوْدَۃِ لَدَیْہِ۔

"اسی طرح وہ شخص کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف

لعنت کی نسبت کرے یا آپ کے لئے بد دعا کرے یا آپ کے نقصان کی آرزو کرے یا آپ کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو آپ کے شایانِ شان نہیں ہے بطورِ مذمت یا آپ کی جانب عزیز سے کھیلتے ہوئے ہلکے کلام یا ہجو یا جھوٹے کلام سے یا آپ کو عیب لگائے اس آزمائش اور مشقت کی بنا پر جو آپ پر گزری یا آپ کو عیب لگائے بعض ان عوارضِ بشریہ سے جو آپ کے لئے جائز اور معلوم تھے۔"

وَهٰذَا كُلُّهٗ اِجْمَاعٌ مِّنَ الْعُلَمَآءِ وَاَئِمَّةِ الْفَتْوٰى مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ لَّدُنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اِلٰى هَلُمَّ جَرًّا۔

"یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے زمانہ سے اس وقت تک کے تمام علماء اور ائمہ فتوےٰ کا اجماعی فیصلہ ہے۔"

یہ بھی شفاء شریف میں ہے:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُحْنُوْنَ اَجْمَعَ الْعُلَمَآءُ عَلٰى اَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم وَالْمُنْتَقِصَ لَهٗ كَافِرٌ وَالْوَعِيْدُ جَارٍ عَلَيْهِ بِعَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهٗ وَحُكْمُهٗ عِنْدَ الْاُمَّةِ الْقَتْلُ وَمَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ۔

"حضرتِ محمد بن سحنون نے فرمایا علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور آپ کی تنقیصِ شان کرنے والا کافر ہے اور اللہ تعالےٰ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے اور امت یعنی تمام ائمہ کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور

جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔"

شفا شریف اور حواشی چلپی میں ہے:

قَالَ ابْنُ عَتَّابٍ اَلْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ مُوْجِبَانِ اَنَّ مَنْ قَصَدَ النَّبِيَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بِاَذًى اَوْ نَقْصٍ مُعَرِّضًا اَوْ مُصَرِّحًا وَاِنْ قَلَّ فَقَتْلُهٗ وَاجِبٌ۔

"حضرت ابن عتاب فرماتے ہیں کہ تحقیق قرآن وحدیث اس امر کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت دینے یا آپ کی تنقیصِ شان کا ارادہ کرے تعریضاً ہو یا تصریحاً، اگرچہ قلیل ہو، اس کا قتل واجب ہے۔"

حواشی چلپی میں ہے:

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُسْتَقَرَّ مِنْ تَتَبُّعِ الْمُعْتَبَرَاتِ اَنَّ الْمُخْتَارَ اَنَّ مَنْ صَدَرَ مِنْهُ مَا يَدُلُّ عَلٰى تَخْفِيْفِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِعَمَدٍ وَّقَصْدٍ مِّنْ عَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجِبُ قَتْلُهٗ وَ لَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ بِمَعْنَى الْخَلَاصِ عَنِ الْقَتْلِ وَاِنْ اَتٰى بِكَلِمَتَيِ الشَّهَادَةِ وَالرُّجُوْعِ وَالتَّوْبَةِ لٰكِنْ لَوْ مَاتَ بَعْدَ التَّوْبَةِ اَوْ قُتِلَ حَدًّا ثَبَتَ مِيْتَةُ الْاِسْلَامِ فِيْ غُسْلِهٖ وَصَلٰوتِهٖ وَدَفْنِهٖ۔

"معتبر کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب مختار

یہ ہے کہ عامۃ المسلمین میں سے جس شخص سے قصداً اور بارادۂ ایسا کلام صادر ہوا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر دلالت کرتا ہو اس کا قتل واجب ہے اور اس کی توبہ بایں معنی مقبول نہیں ہے کہ وہ قتل سے بچ جائے اگرچہ وہ شہادت کے دو کلمے پڑھے اور اس جرمِ عظیم سے توبہ کرے لیکن اگر وہ توبہ کے بعد مر جائے یا اس جرم کی سزا میں قتل کر دیا جائے تو اس کی موت اہلِ اسلام کی طرح ہو گی، غسل، نماز جنازہ اور دفن میں یعنی تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ میں اس کا حکم تمام مسلمانوں کی طرح ہو گا اور اگر معاذ اللہ توبہ سے پہلے مر گیا تو کافر مرا اور اس کے ساتھ اہلِ اسلام والا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔"

بلا ارادہ تنقیص کے مرتکب کا حکم

جاننا چاہیئے کہ اس قائل نے قصداً نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کی ہے اور اپنا ایمان برباد کیا ہے جیسا کہ مقامِ ثالث میں بیان ہوا ہے، جو شخص اس بڑے جرم کا قصداً مرتکب نہ ہوا ہو بلکہ کسی اور سبب سے یہ عظیم جرم اس سے سرزد ہوا ہو اس کے حال کا بیان اگرچہ ہماری گفتگو سے متعلق نہیں ہے تاہم تکمیلِ بیان کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حال بھی ذکر کر دیا جائے لہٰذا سنئے!

شفا شریف اور حواشی حلبی میں ہے:

وَالْوَجْهُ الثَّانِي لَاحِقٌ بِهٖ فِي الْبَيَانِ وَالْجَلَاءِ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ الْقَائِلُ لِمَا قَالَ فِيْ جِهَتِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ غَيْرَ قَاصِدٍ لِلسَّبِّ وَالْاِزْرَاءِ وَلَا مُعْتَقِدٍ لَهٗ۔

"دوسری وجہ بیان اور ظہور میں پہلی وجہ سے ملحق ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شان میں یہ کلام کہنے والے کا ارادہ گالی اور توہین کا نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس کلام کے مضمون کا عقیدہ رکھتا ہے۔"

وَلٰكِنَّهَا تَكَلَّمَ فِيْ جِهَتِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِكَلِمَةِ الْكُفْرِ مِنْ لَعْنِهٖ اَوْ سَبِّهٖ اَوْ تَكْذِيْبِهٖ اَوْ اِضَافَةِ مَا لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ اَوْ نَفْيِ مَا يَجِبُ لَهٗ مِمَّا هُوَ فِيْ حَقِّهٖ عَلَيْهِ الصلوٰة والسلام نَقِيْصَةٌ مِثْلُ اَنْ يَنْسُبَ اِلَيْهِ اِتْيَانَ كَبِيْرَةٍ اَوْ مُدَاهَنَةٍ فِيْ تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ اَوْ فِيْ حُكْمٍ بَيْنَ النَّاسِ اَوْ يَغُضَّ مِنْ مَرْتَبَتِهٖ اَوْ شَرَفِ نَسَبِهٖ اَوْ وُفُوْرِ عِلْمِهٖ اَوْ زُهْدِهٖ اَوْ يُكَذِّبَ بِمَا اشْتَهَرَ بِهٖ مِنْ اُمُوْرٍ اَخْبَرَ بِهَا عليه الصلوٰة والسلام وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ بِهَا عَنْهُ عَنْ قَصْدٍ لِرَدِّ خَبَرِهٖ اَوْ يَاْتِيَ بِسَفَهٍ مِنَ الْقَوْلِ اَوْ بِقَبِيْحٍ مِنَ الْكَلَامِ وَلَوْ بِاِشَارَةٍ وَنَوْعٍ مِنَ السَّبِّ فِيْ جِهَتِهٖ وَاِنْ ظَهَرَ بِدَلِيْلِ حَالِهٖ اَنَّهٗ لَمْ يَتَعَمَّدْ ذَمَّهٗ وَلَمْ يَقْصُدْ سَبَّهٗ اِمَّا الْجَهَالَةُ حَمَلَتْهُ عَلٰى مَا قَالَهٗ اَوْ بِضَجَرٍ اَوْ بِسُكْرٍ اَوْ قِلَّةِ مُرَاقَبَةٍ وَضَبْطٍ لِلِسَانِهٖ وَعَجْرَفَةٍ وَتَهَوُّرٍ فِيْ كَلَامِهٖ۔

"لیکن اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بارے میں کلمہ کفر

کہا یعنی لعنت یا تکذیب یا گالی یا ناروا چیز کی نسبت کی یا ایسی چیز کی نفی کی کہ آپ کے لیئے ضروری ہے وغیر ذٰلک کہ آپ کے حق میں نقص ہیں مثلاً آپ کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت کی یا تبلیغ احکام یا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مداہنت (لحاظ) کی نسبت کی یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام، شرفِ نسب، فراوانی علم یا زہد میں کمی کی یا آپ کی خبر کی تردید کے ارادے سے ان امور کی تکذیب کی جو آپ سے مشہور اور متواتر ہیں یا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف کم عقلی یا برے کلام یا کسی قسم کی گالی کی نسبت کرے اگرچہ اس کے حال سے ظاہر ہو کہ اس نے آپ کی مذمت یا آپ کو گالی دینے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یا تو جہالت نے اسے اس کلام پر برانگیختہ کیا ہے یا بے چینی یا نشے نے اسے ابھارا ہے یا زبان کے ضبط اور اس کی حفاظت کی کمی اور اس کلام میں جلدی اور بے باکی کی بنا پر کہہ گیا ہے۔"

فَحُكْمُ هٰذَا الْوَجْهِ حُكْمُ الْوَجْهِ الْاَوَّلِ الْقَتْلُ دُوْنَ تَلَعْثُمٍ اِذْلَا يُعْذَرُ اَحَدٌ فِي الْكُفْرِ بِالْجَهَالَةِ وَلَا بِدَعْوٰى زَلَلِ اللِّسَانِ وَلَا شَيْءٍ مِّمَّا ذَكَرْنَاهُ اِذَا كَانَ عَقْلُهٗ فِيْ فِطْرَتِهٖ سَلِيْمًا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ۔

"پس وجہِ ثانی کا حکم وہی ہے جو وجہ اول کا حکم ہے کہ اسے بغیر کسی تاخیر کے قتل کر دیں کیونکہ جب ابتدائی طور پر کسی کی عقل درست ہو تو کسی شخص کے لیئے کفر کے معاملہ میں جہالت یا زبان کی لغزش یا اشیاء مذکورہ (بے چینی یا نشہ وغیرہ) کو عذر قرار نہیں دیا جائیگا سوائے اس شخص کے

جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔"

اگر کوئی سچا کلام نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیص شان پر دلالت کرتا ہو تو اس کا قائل کافر ہو جائے گا چنانچہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عوارضِ بشریہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کرے، کافر ہو جائے گا حالانکہ وہ عوارضِ بشریہ آپ کے لئے جائز اور معلوم ہیں اسی لئے علماء نے اس شخص کے قتل کا فتوٰے دیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خُسر سے تعبیر کرکے آپ کی تخفیفِ شان کا ارادہ کرے جیسا کہ کتبِ فقہ میں مذکور ہے اس مسئلہ کی جزئیات حد و حساب سے خارج ہیں، جو کچھ ہم نے بیان کیا وہی کافی ہے۔

اعتراض کتبِ عقائد میں مذکور ہے کہ اہلِ سنت کے محققین کے نزدیک اہلِ قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے، پس اہلِ قبلہ میں سے جو شخص تنقیصِ شان کی قباحت کا مرتکب ہوا ہو اس کے کفر کا حکم کس طرح لگایا جا سکتا ہے؟

جواب کتبِ عقائد میں جو مذکور ہے کہ:

وَلَا نُكَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ

"ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے"

قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ ان اہلِ قبلہ کے ساتھ مخصوص ہے جو ضروریاتِ دین (وہ امور جو دین میں بدیہی اور یقینی طور پر معلوم ہوں) کا انکار نہ کرتے ہوں اور ان سے کفر کی کوئی علامت اور کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو اور جو شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار کرے یا اس سے کفر کی کوئی علامت ظاہر ہو یا کفر کا کوئی سبب صادر ہوا سے بلا تامل کافر قرار دیا جائے گا اور وہ بلا شبہ کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ

بھی کافر ہے کیونکہ ایسے شخص کی تکفیر میں شک کرنے کا مطلب ضروریاتِ دین میں شک کرنا ہے اور جو شخص ضروریاتِ دین میں شک کرے وہ بلاشک و شبہ کافر ہے۔

حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں :

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْمُرَادَ بِاَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِيْنَ اتَّفَقُوْا عَلٰى مَا هُوَ مِنْ ضَرُوْرِيَّاتِ الدِّيْنِ كَحُدُوْثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْاَجْسَادِ وَعِلْمِ اللّٰهِ بِالْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْمَسَائِلِ الْمُهِمَّاتِ فَمَنْ وَّاظَبَ طُوْلَ عُمُرِهٖ عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ الْقَوْلِ بِقِدَمِ الْعَالَمِ اَوْ نَفْيِ الْحَشْرِ اَوْ نَفْيِ عِلْمِهٖ سُبْحٰنَهٗ بِالْجُزْئِيَّاتِ لَا يَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَاَنَّ الْمُرَادَ بِعَدَمِ تَكْفِيْرِ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ اَنَّهٗ لَا يُكَفَّرُ مَا لَمْ يُوْجَدْ شَيْءٌ مِّنْ اَمَارَاتِ الْكُفْرِ وَعَلَامَاتِهٖ وَلَمْ يَصْدُرْ مِنْهُ شَيْءٌ مِّنْ مُّوْجِبَاتِهٖ۔

"اہلِ قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین پر متفق ہوں، مثلاً عالم کا حادث (عدم کے بعد موجود) ہونا، قیامت کے دن اجسام کا (مع ارواح) کے اٹھایا جانا، اللہ تعالےٰ کا تمام کلیات اور جزئیات کو جاننا اور اس جیسے دیگر اہم مسائل، پس جو شخص طویل عمر، طاعت و عبادت پر عمل پیرا رہا اس کے ساتھ ساتھ عالم کے قدیم (بے ابتداء) ہونے یا حشرِ جسمانی یا اللہ تعالےٰ کے جزئیات کو نہ جاننے کا قائل تھا

وہ اہلِ قبلہ سے نہیں ہوگا، اہلِ سنت کے نزدیک اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک کفر کی کوئی علامت نہ پائی جائے اور اس سے کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو۔"

شرحِ مواقف میں ہے :

وَلَا يُكَفَّرُ اَهْلُ الْقِبْلَةِ اِلَّا بِمَا فِيْهِ نَفْيٌ لِلصَّانِعِ الْقَادِرِ الْعَلِيْمِ اَوْ شِرْكٌ اَوْ اِنْكَارٌ لِلنُّبُوَّاتِ اَوْ اِنْكَارُ مَا عُلِمَ بِمَجِيْئِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهِ ضَرُوْرَةً اَوِ الْمُجْمَعِ عَلَيْهِ كَاسْتِحْلَالِ الْمُحَرَّمَاتِ الَّتِيْ اُجْمِعَ عَلٰى حُرْمَتِهَا فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ الْمُجْمَعُ عَلَيْهِ مِمَّا عُلِمَ ضَرُوْرَةً مِّنَ الدِّيْنِ فَذٰلِكَ ظَاهِرٌ وَّدَاخِلٌ فِيْمَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ وَاِلَّا فَاِنْ كَانَ اِجْمَاعًا ظَنِّيًّا فَلَا كُفْرَ بِمُخَالَفَتِهٖ وَاِنْ كَانَ قَطْعِيًّا فَفِيْهِ خِلَافٌ اِنْتَهٰى ۔

"اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی مگر ایسے کلام سے جس میں قدرت والے، علم والے خالق کی نفی یا شرک یا نبوت سے متعلق امور کے انکار یا ایسی اشیاء کے انکار سے جن کے بارے میں بداہۃً ثابت ہے کہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے ہیں یا جن پر امتِ مسلمہ کا اتفاق ہے مثلاً ان محرمات کو حلال جاننا جن کے حرام ہونے پر اجماع ہے اگر وہ متفق علیہ ضروریاتِ دین سے ہے تو اس کے انکار کا کفر ہونا ظاہر ہے اور وہ ماقبل میں داخل ہے ورنہ اگر اجماع ظنی ہے تو اس کا انکار کفر نہیں ہے اور اگر اجماع قطعی ہے تو اس کے

انکار کے کفر ہونے میں اختلاف ہے"۔

اسی طرح دوسری کتابوں میں ہے۔

جب ثابت ہوگیا کہ امتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نبیِ اکرم اور دیگر انبیاء علیہ وعلیہم السلام کی تخفیفِ شان کفر ہے اور یقیناً یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے پس جو شخص اس مسئلہ میں شک کرے وہ کافر ہے، تخفیفِ شان کے مرتکب کا کیا حال ہوگا؟

اس مقام میں گفتگو ختم ہوئی۔

خلاصۂ فتوے

جب چاروں مقام مکمل ہو گئے تو اب خلاصۂ فتوے اور استفتاء کا جواب سنئے!

سائل نے تین سوال کئے تھے:

(۱) یہ کلام حق ہے یا باطل؟

(۲) اس کا یہ کلام حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین آپ پر صلوٰۃ بھیجنے والوں کی پاکیزہ ترین صلوٰۃ، سلام بھیجنے والوں کا بہترین سلام، فرشتوں اور مسلمانوں کا پسندیدہ ترین تحفہ ہو، کی شانِ عالی اور قدرِ جلیل وجمیل کی تنقیص وتخفیف ہے یا نہیں؟

(۳) اگر یہ کلام نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کی قباحت پر مشتمل ہے تو اس کے مرتکب کا حال اور حکم شرعاً کیا ہے اور وہ دین وملت کے لحاظ سے کون ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ قائل کا کلام مذکور سراپا جھوٹ، دروغ، فریب اور دھوکہ ہے کیونکہ وہ گنہگاروں کی نجات کے لئے شفاعت کے سبب ہونے کی نفی کرتا ہے اور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، دیگر انبیاء وملائکہ علیہم السلام اور اصفیاء سے شفاعت وجاہت اور شفاعت محبت کی نفی کرتا ہے۔ اس کا یہ عقیدہ کتابِ مبین، احادیثِ سید المرسلین اور اجماعِ مسلمین کے خلاف ہے جیسے مقامِ اول میں تفصیلاً ثابت ہوا اور مقامِ ثانی میں اس کلام کے کچھ حصوں کا بطلان دلائل سے واضح ہوا۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا کلام بلا شبہ بارگاہِ الٰہی کے مقربین کے سردار، دیگر انبیاء، ملائکہ، اصفیاء، مشائخ اور اولیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے جیسے مقامِ ثالث میں مذکور ہوا اور اس سے پہلے دلائل سے ثابت ہوا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے جو شخص اس کے کفر میں شک و تردد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر و بے دین اور نامسلمان و لعین ہے مگر کفر اور بے دینی میں اس شخص سے کم ہے جو اس گمراہانہ کلام کو قابلِ تحسین جانتا ہے اور اس کلام کے اعتقاد کو ضروریاتِ دین میں سے شمار کرتا ہے، ایسا شخص کفر میں قائل کے برابر ہے بلکہ استخفاف میں اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس نے نبیِ اکرم، دیگر انبیاء، ملائکہ اور اولیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ و السلام کے استخفاف کو مستحسن جانا اور اسے ضروریاتِ دین میں سے گمان کیا، اسی طرح جو شخص ظاہراً یا باطناً ایسے مسائل میں اس قائل کی طرفداری روا رکھتا ہے اور اہلِ علم میں اس کی عزت کے تحفظ کے لئے دور از کار تاویلات اختیار کرتا ہے وہ بھی نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کا مرتکب ہوا ہے کہ ایک بے دین کی طرفداری کو سید الانام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر ترجیح دی اور ملامت کے خوف بلکہ بتقاضائے بدبختی اس کلام کے ثابت کرنے کے درپے ہوا جو نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر دلالت کرتا ہے اور یہ سب کفر اور الحاد ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور آپ کی آلِ پاک کے طفیل اس سے محفوظ رکھے، چوتھے مقام میں ان مقاصد کے ثابت کرنے سے فراغت حاصل ہوئی، پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ

اب کفر کی گہری ظلمت چھٹ گئی اور ایمان کا نور جگمگا اٹھا، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، ہدایت کے پیرو کاروں پر سلام ہو۔

یہ تحریر ہدایت دینے والے بے نیاز رب کی طرف محتاج بندے **محمد فضل حق بن محمد فضل امام فاروقی حنفی خیرآبادی** کی ہے، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان دونوں پر لطف و کرم فرمائے اس ذاتِ کریم کے طفیل جو مجالس کو زینت دینے والوں میں سب سے بہتر ہیں، جن کی عنایت نے پکارنے والے کی پکار کا جواب دیا اور وسیع کرم سے دشمن کو جود و سخا سے نوازا، شہری اور دیہاتی کو اپنی بروقت نوازش، ظاہر عطا اور بے انداز نعمتوں سے مالا مال کیا مقابلہ کرنے والوں کو ہلاک کیا، دشمنوں کی روحیں قبض کرلیں اور جنہیں ایک ماہ کی مسافت کے قصبوں اور دیہاتوں تک ہیبت سے مدد دی گئی، اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر رحمتیں نازل فرمائے جو بیابانوں کے ستارے اور روزِ قیامت کے شفیع ہیں جس دن (رحمتِ الٰہی کے بغیر) کوئی قیدی نجات نہیں پائے گا اور راہِ راست پر چلنے والا قید نہیں

کیا جائیگا (یہ بارانِ رحمت) اس وقت تک رہے جب تک حُدی خوانوں کا سردار اونٹنیوں کو وجد میں لاتا رہے، بلند آوازہ اور خوشنوائی سے شوق والوں کو گرماتا رہے اور آفاقِ عالم میں انعامات اور حوادث کے بادل برستے رہیں، میں نے اس تصنیف کا نام

تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ

(طغیان اور سرکشی کے رد و ابطال میں فتوے کی تحقیق) رکھا۔

مجھے اللہ تعالےٰ سے امید ہے کہ اسے میرے لئے ذخیرہ آخرت اور معاند کے لئے تنبیہ بنائے گا کیونکہ مخالف تحریر سے میرا ارادہ احباب میں فخر کرنے کا نہیں ہے، میں تو حسبِ استطاعت اصلاح چاہتا ہوں، اللہ تعالےٰ ہی مجھے توفیق دینے والا ہے اسی پر مجھے اعتماد ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں، اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کو واضح فرما، تو ہی سب سے بہتر حق کو واضح فرمانے والا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہٖ محمدٍ وّاٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ

(۱) محمد فضل حق ۱۲۳۷ھ

(۲) المتوکل علی اللہ محمد شریف ۱۲۴۰ھ

(۳) حاجی محمد قاسم

(۴) فقیر محمد حیات الآری

(۵) کریم اللہ

(۶) محمد رشید الدین

(۷) مخصوص اللہ

(۸) محمد رحمت

(۹) عبد الخالق

(۱۰) محمد عبد اللہ

(۱۱) محمد موسے

(۱۲) خادم محمد

(۱۳) احمد سعید مجددی

(۱۴) محمد شریف

(۱۵) محمد حیات

(۱۶) صدر الدین

(۱۷) رحیم الدین

(۱۸) جب میں نے اس کتاب کے دعاوی اور ان کے دلائل کسی عناد اور مخالفت کے بغیر نظرِ انصاف سے دیکھے، اسے ایسا حق پایا جسے باطل کسی جانب سے لاحق نہیں ہو سکتا تو میں نے اس پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔

محبوب علی

(بحمدہٖ تعالیٰ ۸ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ/۱۴ اگست ۱۹۷۸ء کو ترجمہ مکمل ہوا۔ محمد عبد الحکیم شرف قادری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریر اول

از: بطل حریت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالی

مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' میں مسئلہ شفاعت پر گفتگو کرتے ہوئے ایک قبیح عبارت لکھی، علامہ محمد فضل حق خیر آبادی نے اس پر رد کرتے ہوئے چند صفحات تحریر کئے، ان کا ترجمہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جارہا ہے۔

مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اس کے جواب میں ایک رسالہ ''یک روزہ'' لکھا، حضرت علامہ نے اس کے رد میں "تحقیق الفتوی فی إبطال الطغوی" (شفاعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) لکھی اور جب مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے شاگرد مولوی حیدر علی ٹونکی نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی تو علامہ نے اس کے جواب میں "امتناع النظیر" لکھی، اور وہ کتاب خود بے نظیر واقع ثابت ہوئی، آج تک کسی کو اس کے جواب میں زبان کھولنے کی جرات نہیں ہوسکی۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(ترجمہ: محمد عبدالحکیم شرف)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ہیں اور اچھی عاقبت متقین کے لیے اور درود و سلام ہو اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی تمام آل اور صحابہ کرام پر۔

صاحب تقویۃ الایمان نے (اپنی کتاب کی) تیسری فصل میں شرک کا رد کرتے ہوئے وجاہت کا معنی بیان کرنے کے بعد کہا:

اوس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کُن
سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جنّ اور فرشتے جبریل اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے کہ ایک آن میں ایک امر کن سے کروڑوں افراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر عدم سے وجود میں لے آئے اور یہ جمہور مسلمانوں کے متفقہ عقیدے کے خلاف ہے، کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثال ممتنع الوجود ہے (یہ صغرای ہے) اور جس چیز کا وجود ممتنع اور محال ہو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہے (یہ کبرای ہے)

صغرای کا بیان یہ ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شخص ممکن ہو تو وہ لازماً نبی ہوگا، کیونکہ غیر نبی، نبی کی مثل نہیں ہو سکتا، لیکن آپ کے مماثل نبی ممکن نہیں ہے، کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور خاتمیت کا معنی یہی ہے کہ آپ کی مثل کا وجود ممکن نہ ہو، اس لئے کہ انسانی کمالات کی انتہا مرتبہ نبوت ہے اور اس مرتبہ کا کمال یہ ہے کہ خواصِ ثلاثہ[1] کے قوی ترین مراتب پر مشتمل ہو جس سے زیادہ قوی مرتبہ

---

[1] علامہ عبدالعزیز پرہاروی فرماتے ہیں کہ حکماء اسلام (باقی اگلے صفحہ پر)

عالم امکان میں متصور نہیں ہے، لہذا ختم نبوت سے بلند مرتبہ ممکن ہی نہیں ہے۔

وہ مرتبہ کہ وجود امکانی کے مراتب میں اس سے بلند تر کوئی مرتبہ نہیں ہے، وجود خاتم الانبیاء کا مرتبہ ہے، جب نبوت اس مرتبہ تک پہنچتی ہے تو ختم ہو جاتی ہے، ابتدا کے سلسلے میں معلولِ اول کا مرتبہ اور (انتہاء و) رجوع کے سلسلے میں خاتم الانبیاء کا مرتبہ یکساں ہے (ابتدا و انتہا کی) قوس نزولی اور صعودی اس جگہ اکٹھی ہو جاتی ہیں اور دائرہ وجود اس جگہ مکمل ہو جاتا ہے جس طرح سلسلۂ آغاز میں اولِ سلسلہ اور واجب الوجود کے درمیان کوئی فرد متصور نہیں ہے، اسی طرح سلسلۂ انتہا میں آخرِ سلسلہ اور واجب الوجود کے درمیان کوئی مرتبہ متصور نہیں ہے جس طرح وجود کا آغاز واجب الوجود سے ہے اسی طرح وجود کا انجام بھی وہی ہے، مبدا بھی وہی اور معاد بھی وہی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کا مماثل ممکن ہو تو یقیناً اس کے واقع ہونے سے محال لازم نہیں آئے گا، کیونکہ ممکن کے واقع اور متحقق ہونے سے محال لازم نہیں آیا کرتا، جبکہ اس جگہ خاتم النبیین کے مماثل کے واقع ہونے سے آیۂ کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کے منطوق کا کذب لازم آتا ہے، یہ آیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مثل کے بالفعل موجود ہونے کے

(صفحہ گزشتہ سے آگے) کہتے ہیں کہ نبی میں تین شرطوں (خواص) کا پایا جانا ضروری ہے (۱) مُغَیَّبَات پر مطلع ہونا اور یہ اس لیے کہ ان کی روح کا مقرب فرشتوں کے ساتھ اتصال ہوتا ہے (۲) عناصر کا ہیولےٰ ان کی اطاعت کرتا ہے اور وہ اس میں تصرف کرتے ہیں مثلاً ہوا کو پانی بنا دینا (۳) فرشتوں کو محسوس صورت میں دیکھتے ہیں اور ان کا کلام بطورِ وحی سنتے ہیں (نبراس ص ۴۲۹ مختصراً) خواص ثلاثہ سے علامہ خیر آبادی کی مراد یہی تین خواص ہیں ۱۲ شرف قادری

ممتنع ہونے پر صراحۃً دلالت کرتی ہے، وجودِ مثل کو ممکن ماننا اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ کو جائز قرار دینا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ محال ہے کیونکہ وہ نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ کے بارے میں محال ہے، آیاتِ وعید، دیگر آیات اور احادیث کے پیشِ نظر شروطِ معلومہ کے ساتھ مشروط ہیں، ظاہر ہے کہ آیتِ مذکورہ اُن آیات کی طرح نہیں ہے تاکہ اس آیت کو قوتِ شرطیہ میں قرار دے کر لزومِ کذب کے استحالہ کو دفع کیا جاسکے۔

کبریٰ کی دلیل یہ ہے کہ قدرت کا معنیٰ ہے فعل اور ترک کا صحیح ہونا جیسے کہ محقق دوانی کی شرح عقائد عضدیہ میں ہے یا قدرت کا معنیٰ وہ صفت ہے جو ارادہ کے مطابق مؤثر ہو جیسے کہ شرح مواقف اور تجرید کی شرح جدید میں ہے اور لازمی بات ہے کہ ایسی صفت فاعل کی نسبت سے صحت کا تقاضا کرے گی کیونکہ قادر وہی ہے جس کے لیے کسی کام کا کرنا اور ترک دونوں صحیح ہوں، فاعل کی نسبت کی قید اس لیے لگائی ہے کہ فعل فی نفسہٖ ممکن اور صحیح ہے، قدرت نے اسے ممکن اور صحیح نہیں بنایا ورنہ قلبِ مواد (واجب یا محال کا ممکن بنا دینا) لازم آئے گا، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدرت نے فعل کو فاعلِ موجد کی نسبت سے صحیح اور ممکن بنا دیا ہے، ماننا پڑے گا کہ قدرت ممکن پر ہی ہوتی ہے اور اس معاملے میں تمام ممکنات برابر ہیں، قدرت کی مقتضی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور مقدور ہونے کو صحیح قرار دینے والا امکان ہے ذاتِ باری تعالیٰ کی نسبت تمام ممکنات کی طرف برابر ہے۔

جب بعض پر قدرت ثابت ہوئی تو تمام ممکنات پر قدرت ثابت ہو گی، کیونکہ امکان تمام ممکنات میں مشترک ہے، اللہ تعالیٰ ہر اس چیز پر قادر ہے جو ممکن ہو۔ ممتنع اور واجب اس کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہیں۔ اس سے عجز لازم نہیں آتا جو قدرت کے مقابل ہے، کیونکہ ممتنع کے ایجاد پر قدرت کا نہ ہونا عجز نہیں ہے اِس

لیے کہ ممتنع وجود کے قابل ہی نہیں ہے، آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وَاللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ کا معنیٰ مفسرین نے بیک زبان یہی بیان کیا ہے کہ ہر شے سے مراد ہر ممکن ہے، کیونکہ محال بالاتفاق شے نہیں ہے اور واجب و محال پر قدرت نہیں ہوتی، بیضاوی میں ہے کہ قدرت کا معنیٰ شے کو پیدا کر سکنا ہے۔

صاحب کشاف جو اکابر معتزلہ میں سے ہیں آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

> قادر کے حق میں شرط یہ ہے کہ فعل محال نہ ہو، جب تمام اشیاء پر قادر کا ذکر ہو تو محال خود مستثنیٰ ہے، گویا کہا گیا ہے کہ ہر اس چیز پر قادر ہے جو ہو سکتی ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ کہا جاتا ہے فلاں شخص انسانوں کا امیر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ماسوا کا امیر ہے وہ شخص بھی اگرچہ انسانوں میں سے ہے لیکن اس وقت وہ ان میں داخل نہیں ہے[1]۔

اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ بھی اس امر کے قائل ہیں کہ واجب تعالیٰ ممتنع پر قادر نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر ممتنعات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل ایک شخص کے پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں ہے، چہ جائیکہ ایک آن میں آپ کی مثل ہزاروں افراد پیدا فرما دے۔

اس جگہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر دلیل کے صغریٰ میں امتناع سے مراد امتناع ذاتی ہے تو ہم صغریٰ تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] جار اللہ زمخشری: تفسیر کشاف، طبع تہران، ج ۱ ص ۲۲۲

علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات نہیں ہے، بلکہ نظیر اس لیے محال ہے کہ آپ کا خاتم النبیین ہونا اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کی خبر میں کذب ممتنع بالغیر ہے[1] اور ممتنع بالغیر ہونا امکانِ ذاتی کے منافی نہیں ہے اور اگر امتناع سے مراد امتناع بالغیر ہے تو صغرٰی مسلم ہے، لیکن کبرٰی میں کلام ہے کہ اس جگہ ممتنع کس معنیٰ میں ہے؟ اگر اس جگہ بھی ممتنع بالغیر مراد ہو تو حدِ اوسط ضرور مکرر ہے لیکن کبرٰی ممنوع ہے کیونکہ ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے کہ جس چیز کا وجود ممتنع بالغیر ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہے جب کبرٰی میں ممتنع سے مراد ممتنع بالذات ہو تو کبرٰی کی صحت میں شک نہیں ہے لیکن حد اوسط مکرر نہ ہوئی اور (اصغر کا اکبر کے تحت) اندراج لازم نہ آیا۔ اس گفتگو سے واضح ہو گیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل کے واقع ہونے سے جو محال لازم آیا ہے وہ امتناع بالغیر کی وجہ سے ہے نہ کہ امکانِ ذاتی کی بنا پر۔

مخفی نہ رہے کہ یہ جواب ہمارے مقصد کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ایسا ممکن بالذات جس کا واقع نہ ہونا نصِ قرآنی سے ثابت ہو اس کے وقوع کے ساتھ تین صفات کا تعلق برابر ہے۔ ۱۔ قدرت کا تعلق۔ ۲۔ ارادہ کا تعلق جس کا مطلب ہے دو مقدوروں میں سے ایک کو وقوع کے ساتھ خاص کرنا۔ ۳۔ خلق کا تعلق جس کا معنیٰ ہے شے کا عدم سے فعلیت اور وجود کی طرف نکالنا۔ خلاصہ یہ کہ جس ممکن کے واقع نہ ہونے کی خبر خود اللہ تعالےٰ نے دی ہے اس کا واقع ہونا ممتنع بالذات کی طرح قدرت سے خارج ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ امتناع بالغیر بھی قدرت کے متعلق ہونے کے منافی نہیں ہے اور بہت سے افراد مظہر تجلیات افضل المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم وسلم کی ذاتِ اقدس کے مماثل، امکانِ ذاتی اور تصورِ عقل کے پیشِ نظر صرف اس اعتبار سے کہ وہ ممکن ذاتی ہیں، قطع نظر امور خارجہ اور

---

[1] یہ صحیح نہیں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے سبحان السبوح از امام احمد رضا بریلوی ۱۲ — شرف قادری

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا لِلّٰہِ[1] وَ اِلَیْہِ مُتَضَرِّعًا وَ مُصَلِّیًا عَلٰی حَبِیْبِہٖ[2] وَ بِہٖ اِلَیْہِ مُسْتَشْفِعًا مُتَذَرِّعًا ،

چہ[3] می فرمایند علمائے شرعِ[4] متین و مفتیانِ مخلصین از اہلِ صدق و یقین درحق کسے کہ یک رسالہ بزبان ریختہ ارد[5]و دربیان بعضے[6] مسائل اعتقادیہ برائے تلقین عوام سوقیہ[7] سواد فارسیت ہم ندارند، تالیف دادہ دربیان شفاعت، زبانِ خود بایں کلمات بیالاید و بایں عبارت، عقیدۂ مکنونۂ ضمیر خود وانماید[8] :-

" اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے اس کو کان رکھ کر سُن لینا چاہیئے .... کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے ہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچالے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس

۱؎ حامدا والیہٖ، ۲؎ خبیبہ الوجیہ (پ)، ۳؎ سوال (پ) ۴؎ دین (پ) ۵؎ اُڑدو (پ)
۶؎ بعض (پ) ۷؎ شوقیہ (پ) - ۸؎ نماید - ہکذا (پ)

چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے، بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصے کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفاعت وجاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے کچھ معنی ہی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی، اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر دے اور ایک ہی دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جایا کرتی ہے، کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔

اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت میں بڑوں کا بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ

بگاڑ سکے اور نہ کچھ سنوار سکے۔

دوسری[۲] صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے یا بیگمات میں سے یا بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چوری کی سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل، جیسا کہ اول مذکور ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ و وجیہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسولِ کریم اور مکین اور روح القدس اور روح الامین فرما دے مگر پھر مالک، مالک ہے اور غلام غلام، کوئی بندگی کے رتبے سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔

تیسری[۳] صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر و آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیروار سمجھتا ہے اور لائق

سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اس کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرما دے؟ اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ جائے، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا کام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے، اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی، جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے، اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی شفاعت کا قرآن وحدیث میں مذکور ہے، اس کے معنی یہی ہیں، ہر بندے کو چاہئے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی کی التجا کرتا رہے اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی اور جہاں تک خیال دوڑائیے اللہ کے سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ وہ خود بڑا غفور الرحیم ہے، سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دے گا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا

شفیع بنا دے گا"[ع]

آیا قولِ[1] ایں قائل حق است یا باطل ؟ و علی التقدیرین آیا[2] ایں کلام برا ستخفاف وانتقاص شانِ عالی مقام حضرتِ سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام دلالت[1] دارد یا نہ؟ و بر تقدیر اشتمال[3] و دلالتِ آں[4] بریں جریمۂ عظیمہ و جریرۂ کبیرہ قائل[5] از روئے دین و ملت کیست ؟ وحالِ وحکمِ او[6] شرعاً چیست ؟ وچوں مسئلۂ ہٰذا از مسائلِ دین و متعلق بہ شانِ حضرتِ افضل المرسلین، سید الاوّلین والآخرین علیہ ازکی صلواتِ[8] المصلین و اسنٰی تسلیماتِ المسلمین است، مامول از علمائے مخلصین آنست کہ در تبیینِ حقیقتِ حال وکشفِ غطار از سوال، پاسِ کسے و رعایت متنفسے ملحوظ ندارند و بفحوائے لَا تَأْخُذُهُمْ فِي الْحَقِّ لَوْمَةُ لَائِمٍ کلمۂ حق بر زبان آرند و جوابِ واقعی بلا زیغ و میل برنگارند و ایشاں را ہیچ گونہ تساہل[8] در رفعِ تلبیس والتباس درنگیرد تا باطل در اذہانِ مسترشدین بپیرایۂ حق نپذیرد۔

الجواب

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا

ایں کلام لاطائل پُر تطویل از اکاذیبِ اقاویل و اعاجیب اباطیل[7] ہرگز از راستی مساسے و با صدق التباسے ندارد و[8] قائل[9] در بیانِ وجوہِ شفاعت مرتکب وجوہِ شناعت شدہ اقترافِ استخفاف بہ شانِ منیف اشرفِ ہمہ اشراف از اسلاف و اخلاف بلانزاع فی ذالک والاخلاف کردہ آبروئے ایمانِ خود ریختہ فتنۂ[10] غوایت وضلال در ظلمتکدہائے

ع اسمٰعیل دہلوی مولوی : تقویۃ الایمان (مطبوعہ دفتر اخبار محمدی باڑہ ہندوراؤ، دہلی) ص ۳۸، ۳۵

۱ اشتمال و دلالت (پ) ۲ ایں (ذ) ۳ قائل آں (پ) ۴ او × (ذ) ۵ صلوٰۃ (ذ) ۶ پاس (پہ) ۷ اباطیل است (پ) ۸ و × (پ) ۹ قائلِ آں (پ) ۱۰ فتنہ وغوایت (ذ)۔

بواطنِ جہاّل انگیختہ است۔

تفصیلِ ایں مقال و تفصیلِ ایں اجمال در چار مقام بہ ضبطِ ارقام می آید۔

مقامِ اوّل دربیانِ حقیقتِ شفاعت و وجوہِ آں عموماً و شفاعتِ جنابِ خلائق مآب سیّد الشافعین یوم الحساب خصوصاً و در ضمنِ ایں مقام بر بعض وجوہِ فسادِ ایں کلام، اِشعار و اعلام خواہد رفت۔

مقامِ ثانی در بیانِ بطلانِ کلمہ لاطائل کہ ایں قائل در شانِ سیدالآخرین و الاوائل بر زبان آوردہ۔

مقامِ ثالث در اثباتِ دلالت و اشتمالِ ایں مقال[1] بر ضلال و اختلال و بر استخفاف و انتقاصِ شانِ مفروض الاجلال، سرورِ مقربانِ بارگاہِ ذی الجلال۔

مقامِ رابع در حکمِ مرتکبِ ایں جریمۂ شنیعہ عند علماء الشریعہ۔

---

[1] مقام (پ)

المقام الاوّل

باید دانست کہ شفاعت، سفارش را گویند و آں بر دو گونہ است،

یکے[۱] سفارش در حطِّ جرائم و عفوِ سیئات است[۱]،

دومی[۲] سفارش در رفعِ مناصب و اعلائے درجات،

و سفارشِ کسے در حقِّ[۲] کسے برائے ہمیں مقبول و پذیرا می شود کہ شفیع را نزدِ مستشفع الیہ کرامتے و مکانتے و منزلتے حاصل باشد و حصولِ کرامت و منزلت یکسے نزد کسے بچند وجہ متصور[۳] می شود،

یکے[۱] آنکہ مستشفع الیہ آں کس را کہ شفیع فرض کردہ شود بحضورِ خود تقربے و از میانِ منتسبانِ حضرتِ خود کرامتے و امتیازے بخشیدہ و منزلتے و مکانتے کرامت کردہ کہ از جملہ آں[۴] کرامت و مکانت ایں است کہ او را بعرضِ[۵] سخن در بارۂ استعلائے مناصبِ دیگر زیردستان و استعفائے جرائم گناہگاراں ماذون و عرضِ او را باجابت و شفاعت او را بہ پذیرائی مقرون فرمودہ و اگر عرضِ او پذیرا نفرماید[۶] یا سفارش او روا ندارد[۷] ہیچ گونہ مضرتے بارنجے از دل گرفتگی و کبیدگیٔ[۸] آں ذی منزلت بحضرتِ او نمی تواند رسید مگر عرضِ او نہ پذیرفتن و سخنِ او را بار نہ دادن منافیٔ آں تشریف و بندہ

---

[۱] است × (ذ) [۲] نزد کسے در حقِ کسے (پ) [۳] متصور × (ذ) [۴] آں × (ذ) [۵] بعرض سخن رفع ناصب (ذ) [۶] فرماید (پ) [۷] ندارند (ذ) [۸] کشیدگی (پ)۔

نواز بہا است کہ حضرتِ او نسبت[1] بآں کس کرامت فرمودہ است۔

این شفاعتِ وجاہت است و درین شفاعت شرط نیست کہ مستشفع الیہ از ناخوشی و نارضامندی شفیع اندیشناک باشد و مخافتِ مضرّت در صورت نہ پذیرفتن سفارش داشتہ باشد چہ معنی[2] شفاعت سفارش است و معنی وجاہت رو داری و منزلت، اندیشہ و ترس مستشفع الیہ از کدام حرف تواں فہمید، و این ہمہ ہر عاقل و نادان می داند کہ سفارش دیگر است و تحکّم دیگر، در سفارش تحکم نمی باشد۔

اگر کسے، گفتۂ کسے باندیشۂ زیانے و خوف ضررے بعمل آورد نتواں گفت کہ سفارش پذیرفت چہ این سفارش پذیرفتن نیست، از دفعِ مضرت از خود است این را اطاعت تواں نامید کہ خوفِ مضرت در صورت عدمِ اطاعت[3] می باشد نہ در صورتِ عدمِ قبولِ شفاعت، مثلاً اگر شہریارِ ذی اقتدار کسے را از اہلِ باریابان منزلت وجاہ و مکانت و جائیگاہ شفقت فرمودہ کہ او را در عرضِ حاجات امیدواران و استعطاف و آمرزش خواستن برائے گناہگاراں پروانگی و اختیار و سخن او را بحضورِ خود بارو[4] و در امنجلہ باریافتگاں لبساطِ قرب، مزید اعتبار و مزیت فخار کرامت کردہ است و آں کس[5] بحضورِ بادشاہ، دربارۂ عفوِ آں گناہ کہ آمرزش آں[6] از حضرت بادشاہ بعید و بدیع نیست، عرضداشت سفارش کند و حضرت شاہ بپاس منزلت و[7] جاہ آں مقربِ بارگاہ از مواخذۂ آں گناہ درگذرد و مرتکب آں را بیامرزد و بقبولِ سفارش آں مقرب، آثارِ علوِ منزلت و سُمُوِّ مکانتش مزیّت فرماید، نتواں گفت کہ بادشاہ بخوف و اندیشۂ اختلال در کارخانہ جاتِ سلطنتِ خود سفارش پذیرفت، بلکہ

---

[1] نسبت × (پ) [2] یعنی (پ) [3] استطاعت (پ) [4] و × (ذ) [5] و آں (پ) [6] آں را (ذ) [7] و × (ذ)۔

راست این است کہ بادشاہ بپاسِ منزلت مقربِ حضرت وخاطرداشتِ نزدیک ترین اہلِ خدمت خود، سفارش[1] پذیرفت وقبول فرمود واز گناہِ فلاں مجرم درگزشت۔

واگر کسے بنام بادشاہ باشد وہرگز در رتق[2] وفتقِ امورِ سلطنت وحل[3] وعقدِ ضوابطِ مملکت مداخلت[4] نداشتہ ودیگراں بر کارخانہ جات دولت، تسلّط واقتدار در بست وکشاد مہمات ونظم ونسقِ ممالک، استقلال[5] واختیار یافتہ باشند، یکے از متسلّطین مذکورین ازاں بادشاہِ اسمی، استعفائے جریمۂ[6] گنہگارے کند وآں بادشاہ اسمی باندیشۂ ایں کہ اگر حسبِ گفتۂ ایشاں[7] بعمل نہ آرد مضرتے از ایشاں خواہد رسید کہ آں سلطنتِ صوری ومملکتِ ظاہری درہم[8] برہم خواہد شد، گفتۂ ایشاں بعمل آورد واز جریمۂ عفو ودرگزر[9] کرد نتواں گفت کہ بادشاہ[10] شفاعتِ ایشاں قبول فرمود[11] بلکہ در حقیقت آں بادشاہ نسبت بآں[12] متسلّطین محکوم ومامور ودر امتثالِ گفتۂ ایشاں ناچار ومجبور است ایں خود فرمانبرداری واطاعت[13] است نہ قبولِ شفاعت۔

پس ظاہر شد کہ وجاہت ومنزلت بے آنکہ خوف واندیشہ[14] بآں منضم کردہ شود باعثِ قبولِ شفاعت است امّا عقلاً فلما ذکرنا واما نقلاً فلقولہ تعالیٰ سبحٰنہ :

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ

کہ او سبحٰنہ درشانِ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ارشاد فرمودہ وایشاں را بوجاہت در دنیا وآخرت ممدوح نمودہ اند، اہلِ تفسیر وجاہت را در آخرت بر شفاعت محمول کردہ اند

فی تفسیر البیضاوی فی تفسیر ہذہ الآیۃ :

اَلْوَجَاهَةُ فِي الدُّنْيَا النُّبُوَّةُ وَفِي الْآخِرَةِ الشَّفَاعَةُ

---

[1] سفارشِ او قبول فرمودہ واز گناہِ غلامانِ مجرم (ذ) [2] در راتق وفتق (ذ) [3] حلِ عقد (پ) [4] لیاقت (ذ) [5] اشتعال (ذ) [6] جرائم (پ) [7] ایشاں × (ذ) [8] درہم × (پ) [9] او (ذ) [10] بادشاہ × (ذ) [11] فرمودہ (ذ) [12] آں (ذ) [13] و × (ذ) [14] اندیشہ را (پ)۔

یعنی وجاہت در دنیا نبوت[1] است و در آخرت شفاعت۔

دوم[2] آنکه مستشفع البته بآں کس که شفیع فرض کرده شود محبت داشته باشد، مقتضائے محبت ایں است که رضاجوئی محبوب و استرضاءِ خاطرش بهر[4] گونه منظور و دواعیٔ شکست خاطرش و دل گرفتگی ہائے او از پیرامنش دور داشته آید چه محباں شکستِ خاطر و کبیدگیٔ[3] احباء بلکه دوستاں، آزردنِ دلِ دوستاں روا نمی دارند و محبت خواہاں رنجیدنِ محبوباں و دل گرفتگی ہائے ایشاں گوارا نمی کنند والبته التماس ایشاں می پذیرند وسفارش ایشاں را به قبول و رضا تلقی می کنند و بیشتر در قبول شفاعت و پذیرائی سفارشِ ایشاں ایں معنی ملحوظ است که خواطر ایشاں رنجیده نشود و اگر سفارش ایشاں نه پذیرند[4] ایشاں بر آنها[5] غضب آورده خواطر ایشاں را توانند[6] رنجانید و با ایشاں در خشم رفته آزارے به دلہائے ایشاں توانند[7] رسانید چه خاطر داشت و دلداریٔ محبوب مقتضائے[8] محبت است و رضاء و تسلیم لازمهٔ ایں صفت، ایں حال از کسے تواں پرسید که محبت داشته باشد، ایں معنی از روئے عقل و نقل ثابت است امّا عقلاً پس مذکور شد واما نقلاً فلقوله صلے الله تعالیٰ علیه وسلم:

كَمْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُؤْبَهُ لَهٗ، لَوْاَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔

یعنی بسا گرد آلوده سر، خاکسار، صاحبِ دو چادر کہنه که باک و مبالات بایشاں[9] کرده نمی شود ہستند که اگر سوگند یاد کنند بر خدا، خدائے تعالےٰ سوگندِ ایشاں راست گرداند یعنی خاطرداشت ایشاں کند و ہر چه که ایشاں سوگند برآں یاد کنند بوجود آرد و خواہشِ ایشاں رد نه کند۔

---

[1] نبوت او (پ) [2] ہر (پ) [3] کشیدگی (پ) [4] پذیرد (ذ) [5] برآنہا (پ) [6] تواند (پ) [7] تواند (پ) [8] بمقتضائے (ذ) [9] ایشاں (پ)۔

باید فہمید کہ ایں ہمہ مقتضائے محبت است والّا خاکساران ناچار کدام رنج وآزار بحضرتِ پروردگار تواند رسانید، آرے شانِ محبوبانِ حضرتِ ایزدی آن است کہ در حدیثِ قدسی ارشاد شدہ :

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ[1] سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ[2] يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ[3] يَمْشِىْ بِهَا ،

ودر روایتے آمدہ :

وَلِسَانَهُ الَّذِىْ يَنْطِقُ بِهٖ

"یعنی ہرگاہ دوست داشتم آں[4] بندہ را پس باشم من[5] گوشِ او آنکہ بداں می شنود و دیدۂ او آنکہ بداں می بیند و دستِ او آنکہ در گیرد بداں و پائے او آنکہ می رود بداں و زبانِ[6] او آنکہ می گوید باں[7]"

ازیں حدیثِ قدسی، تقرب و کرامتِ محبوبانِ الٰہی دریافتہ[8]، بہ آثارِ محبوبیتِ ایشاں یقین باید آورد و برائے قبولِ شفاعت، وجوہِ دیگر اند کہ مآلِ ہمہ ہمیں است کہ نزد مستشفع الیہ شفیع را[9] منزلتے و مکانتے حاصل باشد، ذکر آں وجوہ کہ متعلق مقام نیست زاید می نماید۔

بعد سماعتِ ایں تمہید باید شنید کہ در بارگاہ عز و جلالِ ایزد متعال تعالت[10] کبریائہ و جلّت اسماؤہ ہر مخلوق را نسبتِ بندگی و عبودیت حاصل است و ہمہ مخلوقات بکبیرہا و صغیرہا و نقیرہا و قطمیرہا از بشر و ملائکہ وغیرہما از انبیاء تا امم و از ملوک تا خدم در بارِ

---

[1] کنت (ذ) [2] الذی (ذ) [3] الذی (ذ) [4] آں × (پ) [5] من × (پ) [6] او × (پ) [7] بداں (پ) [8] دریافتہ × (ذ) [9] را (ذ) [10] تعالت (تا) بکبیرہا × (ذ) ۔

عبودیت بآں حضرت متقدسه متعالیه نسبت واحده دارند و کسے را با و در ملک و اقتدار او مساهمت یا در مشیت و اختیار او مزاحمت یا در حکم و کردار او مقاومت بوجهٍ من الوجوه نیست او هر چه می خواهد می کند و هر چه می خواهد قضا می فرماید و به هر گونه[۱] که مشیت او می آید در ملک و ملکوت تصرف می نماید، او را نه شریکے هست و نے انبازے و نه مددگارے و نے کارسازے و نه او را ابتدبیر کدام وزیر و معاونت کدام ممد و ظهیر نیازے از رضا و خوشنودئ کسے رونقِ مملکتش نمی افزاید و از نارضامندی و رنجش متنفسے اختلال[۲] در کارخانجاتِ حکمتش پدید نمی آید۔

الا او سبحانه[۳] آفریدگانِ خود را بمراتبِ متفاوته و مدارجِ متباعده آفریده و قرار داده است و بونِ بعید در رُتب و درجاتِ ایشان[۴] درمیان نهاده، بعض را برگزیده و از مقربانِ بارگاهِ عز و جلال و بعضے را رانده از دور افتادگانِ ذل و ضلال گردانیده و در هر دو قسم مراتبِ متفاوته و درجاتِ متباینه مُرتّب فرموده و هر یکے را از مقربانِ بارگاهِ خود علیٰ قدر تفاوتِ درجاتهم و علیٰ حسب مراتبهم منزلتے و مکانتے بخشیده آنچه از تشریف و اکرام مناسبِ[۵] هر یک منزلت و مکانت[۶] است باصحاب آں ارزانی داشته و شفاعت هر یک از مقربانِ حضرت کبریائے خود، نسبت بحاجات و وابستگان و متوسلانِ او در دین و دنیا بسبب وجاهتِ آں مقرب و محبتِ حضرتِ خود[۷] باو[۸] مقبول و پذیرا می فرماید و مقربانِ آں بارگاه را اعلیٰ اقدار منازلهم و مراتبهم از حضرتِ او سبحانه در شفاعتِ وابستگان و متوسلانِ خود ها در دارین در بارهٔ دفعِ مضرت و نکال و جلبِ منافع در حال و مآل ماذون و مجاز و بدیں تشریف از سائرِ خلق بکرامت ممتاز

---

[۲] اختلالے (پ) [۳] و (ذ) [۴] ایشاں × (ذ) [۵] مناصب (ذ) [۶] کرامت (پ)

[۸] باو (پ)۔

می گرداند۔

ازیں جاست کہ اکثر خلق در مہمات وحاجات خود ہا در دارین از حضرات مقربین استشفاع کردہ وسفارش خواستہ بفیض شفاعت مقربین کہ در حضرتِ باری جل شانہ اکثر مقبول وپذیرامی شود بمقاصد خود ہا رسیدہ اند ومی رسند وخواہند رسید واکثر کساں کہ مصدر ایذ لسئے ایشاں واسارتِ ادب بحضرتِ ایشاں قولاً وفعلاً شدند در غضبِ الٰہی ماخوذ شدہ دنیا ودین خود برباد دادہ اند ومی دہند وخواہند داد۔

وبہمیں جہت کہ منزلت ووجاہت مقرباں در حضرتِ کبریا بسببِ استجابت سوال وپذیرائی شفاعتِ ایشاں می شود ادعیۂ صالحین نسبت بادعیۂ دیگراں زیادہ تر مستجاب در حضرتِ او سبحانہ می شوند واگر کسے ایں سخن را عنادًا نہ پذیرد یا اورا بمقتضائے سوءِ اعتقاد شکے درگیرد در سیر حضرت سید المقربین صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہٖ[1] اجمعین کہ در کتب صحاح احادیث مذکور است بنگرد تا دریابد کہ کسانیکہ از آں حضرت دعا خواستہ واستشفاع کردہ بودند در دارین فائز بہ خیرات وبرکات شدند وکسانیکہ مصدر اسارتِ ادب شدند گرفتار مہالک و داخلِ اسفل الدرکات گردیدند۔

وچوں شفاعت عبارت از سفارش است وقول بسفارش وقبولِ آں در حضرتِ او سبحانہ چنانکہ بیان کردہ شد مستلزمِ قول بہ تسلط کسے بر کار خانجات تقدیر آں بیگانۂ قدیر واحتمال اختلال در سلطان آں ذوا الجلال یا اندیشۂ لحوق مضار یا فوات منافع یا امکانِ راہ یافتن رنج وملال در ساحت قدس آن حضرتِ بے مثال[2] بسبب خاطر شکستگی ودل گرفتگی شافع نیست بلکہ قول بقبولِ شفاعت، قول است

---

[1] اصحابہ (ذ) [2] بیہال (پ)۔

بمنزلتِ اہلِ محبت وطاعت کہ آں حضرت تعالیٰ شانہ ایشاں را بمزید انعام واکرام نواختہ و درجاتِ ایشاں بر دیگر خلائق افراختہ ایشاں را از مقربانِ بارگاہِ خود ساختہ است۔

الحال دلیلِ ثبوتِ شفاعت وقبولِ آں[1] در حضرتِ او تعالیٰ شانہ باید شنید کہ شفاعت کسے در حق کسے و دعا کردنِ کسے برائے کسے فی المعنی یک است و ایں ہر دو لفظ را یک معنی واحد مشترک، پس از دو حال خالی نیست یا گفتہ[1] شود کہ دعا لغو و بے حاصل وفعل لاطائل است، ہیچ اثر در کارخانجات قضاء و قدر را از ہیچ بشر و ہیچ خیر و شر از جلب نفع و دفع ضرر ندارد و دعا کردن یا دعا نہ کردن یکساں و برابر و وجود و عدم آں تساوی است ما

یا گفتہ[2] شود کہ دعا از اسباب حصولِ مدعا از جلب منافع و دفعِ مصیبت و بلا از پیش گاہ حضرتِ ایزد جل وعلا تواند[2] شد، اول باطل و ناصواب و مخالفِ نصوصِ سنت و کتاب است،

قال سبحانہٗ :

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ

"یعنی دعا کن برائے ایشاں کہ بدرستی دعا طمانینت[3] و سکن است برائے ایشاں"

وقال سبحانہٗ :

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

"آمرزش بخواہ برائے گناہ خود (یعنی امرے کہ شایانِ شانِ تو نبود) و برائے مؤمنین و مومنات"،

الیٰ غیر ذٰلک من الآیات التی لا یکاد[4] ان[5] تحصی،

---

[1] آں حضرت (ذ) [2] می تواند (پ ہ) [3] طانیت (پ) [4] لا انکاد باید [5] ان × (پ)۔

قال الرسول[1] صلی اللہ علیہ وسلم :

لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ

"برنمی گرداند قضا را مگر دعا"

و دیگر آثار بسیار دریں باب وارد اند و حصنِ حصین وغیرہ کتبِ علمائے دین برائے جمع و ضبط آں معقود، بکثرت در ہر جا در اَیدیِ طُلّاب موجود اند، انکارِ فضل[2] دعا، و بودن آں عبادت[3] الٰہی و استجابت آں در حضرتِ ایزدی کفر صریح و مستلزم[4] انکارِ نصوصِ قرآنی و احادیثِ صحیح است۔

پس ثابت شد کہ دعا از اسبابِ حصولِ مامول[5] و بحضرتِ او سبحانہ مستجاب و مقبول می باشد دریں صورت یا دعواتِ[6] انبیاء و اولیاء نسبت بدعواتِ عامہ و اشقیاء و دعوات ابرار با دعوات[7] اشرار یکساں و[8] برابر باشد و مقربانِ محمودین با راندگانِ مطرودین و مومنانِ صالحین با کفارِ طالحین[9] در بابِ استجابت و عدمِ استجابتِ دعوات باکثرت و قلّت آں نسبت تساوی و برابری و ہم[10] رنگی و ہمسری داشتہ باشد۔ ۔ ۔ ۔ یا گفتہ شود کہ دعواتِ انبیاء و اولیاء و[11] ابرار و[12] مومنین و صالحین نسبت بدعواتِ عامہ و اشقیاء و اشرار و کافرین و[12] طالحین زیادہ تر مستجاب و از اسبابِ اکثر[13] بہ بفتح الواب می شود،

شقِ اول باطل است،

اوّلاً عقلاً چہ اجابتِ دعا از رحمتِ الٰہی است و رحمتِ او سبحانہ قریب از[14] محسنین نیکوکاراں و دور از مفسدین ناہنجار است انبیاء و اولیاء و صالحین و ابرار را با عامہ

---

[1] الرسول × (پ) [2] فضل و دعا بودن (ذ) [3] در عبادت (ذ) [4] ملزم (ذ) [5] و × (ذ) [6] دعوت (پ) [7] و × (ذ) [8] ظالمین (پ) [9] عدم (ذ) [10] [11] و × (ذ) [12] و × (پ) [13] اکثر (ذ) [14] از × (ذ)

واشقیاء ومفسدین واشرار در قرب[1] وبعد رحمت الٰہی برابر دانستن زندقہ وکفر است،

ثانیاً سمعاً کہ آثار بسیار وارد وشاہد اند برینکہ دعوات انبیاء وصالحین نسبت بدعوات عامہ وطالحین زیادہ تر مستجاب ومقبول واز اسباب اکثریت[2] بحصول مسؤل است، انکار این معنی ہم بکفر وزندقہ می کشد وفی المعنی بانکار نبوت وولایت می رسد۔

پس متعین شد شق ثانی وبوضوح وتحقیق پیوست کہ استجابت وانجاح دعاء والحاح از امارات وآثار تقرب وصلاح است۔

وچوں دعاء منجملہ عبادات ووسیلہ نیل سعادات است ہر کس بدعاء[3] وحاجت خواستن[4] از درگاہ خدا جل وعلا برائے ذات خود یا برائے کدام[5] بیگانہ یا آشنا ماذون است مگر بدیں شرط کہ نہی از دعا خواستن از وسبحانہ برائے آں کس وارد نشدہ باشد چنانکہ اوسبحانہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ[6] وسلم ومؤمنین را از آمرزش خواستن برائے[7] مشرکین نہی فرمودہ وارشاد کردہ:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

یعنی نیست مر پیغامبر خدا را ونہ مسلماناں را کہ آمرزش خواہند برائے مشرکاں اگرچہ باشند اقرباء، پیش از اں کہ آشکار شد[8] برائے ایشاں کہ بدرستی آنہا اصحاب دوزخ اند ولہذا حضرت خلیل[9] اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیٰ نبینا وعلیہ[10] پیش از نہی[11] استغفار برائے مشرکین و[12] برائے آزر آمرزش می خواست باں کہ خدائے تعالےٰ اورا بایمان موفق[13] گرداند۔

---

[1] روئے (ذ) [2] اکثر (پ) اکثریہ باید [3] مدعا (ذ) [4] خواستن × (ذ) [5] کدام × (ذ) [6] علیہ و آلہ (پ) [7] ایشاں (ذ فہ) [8] آمد (ذ) [9] ابراہیم (پ) [10] علیہ وعلیٰ نبینا (پ) [11] نہی × (پ) [12] و × (پ) [13] موثق (پ)۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○

"پس هرگاه که ظاهر شد برائے ابراهیم که بدرستی او دشمنِ خدا است بیزاری کرد از و بدرستی ابراهیم[1] مترحّم، صاحبِ علم است"

ونیز[2] حضرتِ ابراهیم علیه السلام بسبب[3] رقّتِ قلب و فرطِ ترحم نمی خواست که قوم[4] حضرتِ لوط علیه السلام به ہلاکت در آیند،

قال سبحانہٗ:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۔

"یعنی پس[5] هرگاه که رفت از ابراهیم علیٰ نبینا و علیه السلام خوف و ترس و آمد او را البشارت، مجادله میکرد مارا[6] در[7] قومِ لوط که بدرستی ابراهیم حلیم است و مترحّم و راجع الی اللہ است"

و او سبحانہ ایں مجادله را از حضرتِ ابراهیم نامستحسن نداشته[8]، چه بآں حضرت[9] تا آں[10] وقت ازاں نہی نه فرموده بود بلکه آنحضرت را حلم و رقّتِ قلب که او را باعث بر مجادله شده[11] بود نعت[12] و مدح فرموده بعد ازاں ارشاد کرده:

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ

---

۱ ابراهیم (تا) ونیز × (ذ) ۲ ابراهیم صاحب (ذ) ۳ سبب (پ) ۴ مرقوم (ذ) ۵ پس × (ذ) ۶ باما (پ) ۷ در (ذ) ۸ ندانست (ذ) ۹ حضرتِ ابراهیم (ذ) ۱۰ تا آں وقت (تا) آنحضرت را × (ذ) ۱۱ شد (ذ) ۱۲ نعمت (ذ)۔

وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ -

"اے ابراہیم! کنارہ کن ازیں کہ بدرستی شان این است که به[1] تحقیق آمد حکمِ پروردگارِ تو و[2] بدرستی که آینده است مرآں[3] قوم را عذابے که برگشتنی نیست نہ بمجادلہ نہ بدعا۔"

ازیں بیان ظاہر گشت که شرطِ قبولِ شفاعت دو چیز است :

یکے اینکہ مستشفع لَه[4] کسے کہ برائے او شفاعت کرده[5] شود آنچناں باشد که از خواستن خیر و کردن دعا برائے او از حضرت او سبحانہ نہی وارد نشده باشد۔

دوم اینکہ شافع را نزد مستشفع الیہ[6] منزلت و تقرب باشد، پس کسے که مقربِ بارگاہِ الٰہی است اگر شفاعت کند برائے کسے که بشفاعت او اذنِ الٰہی است، یعنی[7] از شفاعت، برائے او نہی[8] وارد نشده، شفاعتِ او نافع[9] و مقبول است کما قَالَ سُبْحٰنَهٗ :

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا

"یعنی[10] نمی کند شفاعت نزد او سبحانہ مگر برائے کسے که اذن داده است او سبحانہ برائے شفاعتِ او"

وقال سبحانہ :

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا

---

[1] که × (پ) [2] و × (ذ) [3] مرقوم عذابے (ذ) [4] لہ × (پ) [5] کرده (ذ) [6] شفیع الیہ (پ) [7] یعنی نہی (ذ) [8] نہی × (ذ) [9] نافع × (ذ) [10] یعنی (تا) ورضی لہ قولاً × (ذ)۔

"یعنی روزِ قیامت سود نخواہد کرد[1] شفاعت مگر شفاعت کسے کہ اذن فرمودہ برائے او رحمٰن سبحانہ و پسندید قول[2] او"

یعنی کسے کہ صاحبِ منزلت و پسندیدہ گفتار باشد نزدِ او سبحانہ، کما قال سبحانہٗ:

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا

و[3] در حدیثِ صحیح آمدہ است کہ کسے سوائے رسل دراں روز ماذون الکلام[4] نخواہد بود[5] و کسے کہ ہیچ گونہ منزلت نزد او ندارد و پسندیدہ گفتار نزدِ او سبحانہ نیست، منصبِ حرف زدن و زہرہ[6] آسے لب بشفاعت جنبانیدن در بارگاہِ او ندارد و با معنیٰ کہ ہمہ این است کہ روز قیامت نفع نخواہد کرد[7] شفاعت مگر کسے را کہ اذن دادہ است برائے شفاعت او رحمٰن جل شانہ و پسندیدہ است برائے او گفتارے یعنی گناہگاراں را کہ[8] او سبحانہ بہت استغفار برائے ایشاں اذن دادہ است و قول اشہد[9] و اقرار بکلمتی[10] الشہادۃ از ایشاں پسندیدہ[11] -

امامِ رازی در تفسیر آوردہ کہ ایں آیت از اقوی دلائل است بر اینکہ شفاعت برائے فساق نافع است ایں چنیں باید[12] فہمید معنیٔ شفاعت بالاذن، مثلاً اگر در بارگاہِ بادشاہ مجرمے را گرفتار آرند کہ بادشاہ اکثر جرائم را کہ بجریمۂ آں مجرم مانند آمرزیدہ است و بعض نزدیکاں بساطِ سلطنت را کہ بارِ سخن بحضور بادشاہ دارند و از حضور او[13] بمزید توقیر و جاہ در امثال و اشتباہ[14] ممتاز اند، شفاعتِ آں مجرم منظور افتد، می توانند[15] کہ

---

[1] سفارش مگر سفارش (ذ) [2] بر قول (پ) [3] و × (پ) [4] بکلام (پ) [5] و × (پ) [6] یارائے (پ) [7] شداز (ذ) [8] کہ × (ذ) [9] تشہید (پ) [10] بکلمتی × (پ) [11] پسندیدہ ایم (ذ) [12] باید × (ذ) [13] او × (ذ) [14] اشتباہ (پ) [15] می تواند (ذ) -

بحضورِ او لب بہ شفاعت کشایند، چہ ایشاں از حضورِ او بعرض و التماس دربارۂ استعفائے ہمچو جرائم ماذون اند و جریمہ آنچناں نیست کہ بادشاہ عہد کردہ باشد کہ ہر آئینہ مرتکبِ آں عقوبتے باید رسانید و تواند شد کہ بادشاہ نظر بر منزلت و جاہِ ایشاں کہ کرامت فرمودۂ او است سفارش بپذیرد[1] و آں مجرم را العقوبت درنگیرد۔

آرے ہر کس و ناکس کہ در بارگاہِ[2] بادشاہ سخن کردن بلکہ دم زدن نمی تواند ایں چنیں پایہ ندارد کہ سوئے آں مجرم بنگرد کہ بیچارہ خویشتن گم[3] است، سخنِ او را چہ بار[4] داد و را چہ اعتبار تا بشفاعت چہ رسد، یا اگر جرم آں چناں باشد کہ عادتِ بادشاہ قطعاً بر مکافاتِ آں بعقاب جاری است، کسے نمی تواند کہ بحضورِ بادشاہ استعفائے آں کند و آمرزشِ آں خواہد، چہ ہر کس می داند کہ بادشاہ خود[5] عہد کردہ است کہ البتہ بپاداشں ایں جریمہ عقاب باید کرد، پس توانِ کسے نیست کہ عادت[6] مستمرۂ بادشاہ بگرداند و آں مجرم را از مواخذہ وارہاند۔

دریں صورت نتواں فہمید کہ بادشاہ از خود بر مجرم ترحم آوردہ می خواست کہ گناہِ او بخشد، سفارشِ مقربان لغو و بے سود است زیرا کہ بادشاہ از خود رحم نآوردہ بلکہ التماس[7] و سفارش شفیع سبب او شدہ، پس اگر مجرم ایں چنیں گوید کہ بادشاہ خود رحم فرمودہ گناہِ مرا آمرزید، شفاعتِ شفیع را ہیچ گونہ نسبت[8] نیست کافرِ نعمتِ شفاعت باشد۔

دریں جا خلجانے در خواطر[9] فاجرہ می گزرد کہ اگر در حضرتِ باری شفاعت مقبول باشد از دو حال خالی نیست کہ آیا در سابق قضا[10] نوشتۂ تقدیر، آمرزشِ

---

[1] نپذیرد (پ) [2] دربارۂ (پ) [3] کم (پ) [4] قدر (ذ) [5] باخود (پ) [6] سر بسمت بادشاہ (ذ) [7] بالتماس و سفارش شفیع، پس (پ) [8] سبب (پ) [9] بخواطر (پ) [10] قضا و تقدیر (پ)۔

گناہِ مجرم ثبت بود یا نہ؟ اگر ثبت بود، شفاعت چہ کرد، ہر چہ در قضاء و تقدیر بودہ است ناچار شدنی است کسے سفارش کند یا نہ کند، اگر در سابق قضاء ثبت نہ بود، شفاعت قضاء را تغیر نمی تواند داد[1] و از کار بستۂ قضاء[2] شفاعت چہ خواہد کشاد۔

و این خلجان از وہمے بیش نیست، چہ اگر این شبہ راست باشد، تکلیفِ اعمالِ شریعہ بلکہ تمام مساعی دینی و دنیوی[3] باطل است و تکلیف لاطائل، زیرا کہ چنیں ہر دو شق در ہمہ جاری است۔

و حلِّ شبہ این است کہ شقِ اول اختیار کردہ شود[4] و گفتہ آید کہ آمرزش مجرم در جریدۂ تقدیر بدیں شرط ثبت است کہ اگر فلاں[5] استغفاے جریمہ خواہد کرد آمرزش آمرزگار، اجابت خواہد فرمود چنانکہ در فلاح[6] و خسران در جریدۂ تقدیر ثبت است کہ اگر فلاں کس ایمان خواہد آورد و[7] عمل نیک خواہد کرد بفلاح خواہد رسید و اگر کافر خواہد[8] بود و عمل بد خواہد نمود آخر کار بخسران گرفتار خواہد گردید۔

و دقیقۂ[9] امر و مغزِ سخن این است کہ ہر چیزے کہ او سبحانہ آں را باسباب پیدا کردہ است، وجودِ آں وابستۂ ہماں اسباب فرمودہ، اگرچہ او سبحانہ توانا ست برینکہ اگر می خواست آں چیز را بے اسباب پیدا[10] می کرد، مثلاً اگر کسے کسے[11] را کشت پس او تعالے موتِ مقتول بسبب فعلِ قاتل پیدا کرد و موت کشتہ را[12] وابستۂ بسبب قتل گردانیدہ باوجود اینکہ او سبحانہ توانا است برایں کہ اگر می خواست موتِ او بسبب قتلِ قاتل نمی شد۔

---

[1] داد واند × (ذ) [2] قضاء × (ذ) [3] دنیوی نفس (پ) [4] می شود (ذ)
[5] فلانے (پ) [6] در × (ذ) [7] و × (ذ) [8] کافر خواہد بود و × (ذ) [9] فقرۂ امر (پ) [10] پیدا × (ذ) [11] را × (پ) [12] کشتہ بسبب قتل (ذ)۔

پس اگر کسے گوید که[1] موت مقتول، ثبت جریدۂ تقدیر بوده است و قاتل را[2] ہیچ گونہ دراں دخل نبوده است، از قاتل چرا[3] قصاص باید خواست، گفتۂ او درخورِ سماعت نیست۔ ہمچناں اگر کسے گوید که آمرزش گناہِ فلاں[4] ثبت جریدۂ تقدیر بود، شافع را دراں دخلے نیست، سخنِ او رتبۂ پذیرائی ندارد۔

این است کلام در بیانِ حقیقتِ شفاعت[5] عموماً، اما[6] ذکرِ شفاعتِ جنابِ خلائق مآب، سید الشافعین یوم الحساب علیه ازکی الصلوات[7] واسنی التسلیمات پس بگوشِ دل باید شنید که آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم سید الاولین والآخرین وافضل الانبیاء والمرسلین واکرم الخلق اجمعین علیٰ رب العالمین ومحبوب ترینِ برایا سوای حضرتِ او[8] جل شانه ہستند و آنجناب را در حضرتِ رب العزت منزلتے ومکانتے ووجاہتے وکرامتے است که ہیچ کس[9] را از خلق دراں شرکت ومساوات باآنحضرت نیست وآیاتِ قرآنی واحادیثِ نبوی وآثارِ صحابه[10] وتابعین واقوالِ[11] ائمه[12] مجتہدین وجمیع علماءِ دین بداں ناطق وبرصدقِ ایں دعوی حجت قاطع ودلیلِ ساطع وبرہانِ یقینی صادق است کسے که دعوائے اسلام می کند[13] نمی تواند که درخلاف دریں باب دم زند،

اما الآيات القرآنية فمنها قوله عزّ من قائلٍ :

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ

" یعنی نفرستادیم ما ترا اے محمد! مگر از جہت رحمت برائے تمام جہانیاں "

---

[1] که × (ذ) [2] را × (ذ) [3] چرا × (پ) [4] فلانے (پ) [5] عموماً شفاعت (پ)
[6] لکن (ذ) [7] الصلوٰة (ذ) [8] او × (ذ) [9] ہیچ یک (پ) [10] اصحاب (ذ)
[11] اقاویل (پ) [12] ائمه و (پ) [13] کند (ذ)۔

درین عموم کافۂ[1] خلق از اولین و آخرین من الملائکة والناس و ماسواہما اجمعین داخل اند۔

حکایت کردہ شدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم، جبریل علیہ السلام را پرسید کہ[2] ترا چیزے ازیں رحمت رسید؟ گفت آرے بودم کہ[3] می ترسیدم از آخر کار، پس امین شدم از جہت ثنا گفتن خدائے تعالیٰ عزوجل بگفتار خویش:

ذِی قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِينٍ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ

پس وجودِ آنحضرت برائے تمام جہانیاں رحمت بود و[4] وفاتِ آنحضرت نیز رحمت بود چنانچہ ارشاد فرمودہ اند کہ:

حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ

"یعنی زندگانی من بہتر است مر شمارا و وفاتِ من بہتر است مر شمارا"

کما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم:

إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةً[5] بِأُمَّةٍ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا۔

"یعنی چوں خواہد خدائے تعالےٰ رحمت بامتے قبض کند پیغامبر آنرا پیش آں امت پس بگرداند او را آں[6] امت را سازندۂ کار و پیشرو ایشاں سوئے دار القرار"

فرط کسے را گویند کہ پیش از قافلہ در منزل رود و کار سازِ ایشاں[7] شود و طعام[8] و آب و علفِ دواب مہیا سازد، چوں قافلہ بیاید ہمہ پیش اندازد۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمود[9] کہ او صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت است برائے مومناں و کافراں[10]،

---

1 کافہ × (ذ) 2 کہ ہست (پ) 3 کہ × (پ) 4 و × (پ) 5 وفی الاصل رحمة بامة
6 آں × (پ) 7 ایشاں در منزل (پ) 8 و آب و طعام (پ) 9 فرمودہ (پ) 10 کافراں را (ذ)

زیرا کہ عافیت دادہ شدند از چیزیکہ رسید غیر ایشاں را از امتہائے گزشتہ کما قال سبحٰنہٗ :

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ

"یعنی نیست شانِ خدا کہ عذاب کند ایشاں را وحال آنکہ تو درمیان ایشانی"

ومنہا قولہٗ سبحانہٗ :

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

"اے بر کردیم ما برائے تو ذکر ترا"

چوں ذکر کردہ شوم، ذکر کردہ شوی بامن، چنانچہ در کلمہ واذان است، قتادہ گفتہ بر کرد خدائے تعالےٰ ذکرِ آنحضرت در دنیا و آخرت زیرا کہ نیست ہیچ خطبہ و نہ ہیچ تشہد خوانند و نہ ہیچ نماز گزارے مگر آنکہ ایں کلمہ بر زبان آرد :

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

وحضرتِ ابو سعید خدری روایت کردہ کہ بدرستی پیغامبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمودہ آمد بر من جبرئیل پس گفت مرا بدرستی پروردگار تو می فرماید ترا کہ آیا می دانی اے محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ چگونہ بر داشتم ذکر ترا در جہاں، گفتم خدا دانا تر است، جبرئیل گفت فرمود خدائے تعالےٰ ایں سخن کہ چوں ذکر کردہ شوم ذکر کردہ شوی بامن و ابن عطار گفت می فرماید خدائے تعالیٰ کہ تمامی ایمان بذکر من با ذکر تو ساختم

۱؎ تو × (ذ) ۲؎ ذکر کردہ شوم × (ذ) ۳؎ چنانکہ (ذ) ۴؎ خطبے (پ) ۵؎ کہ آیا × (پ) ۶؎ گفت (ذ) ۷؎ گفت کہ (ذ) ۸؎ خدائے تعالیٰ کہ ہرگاہ کہ ذکر کردہ شوم (ذ) ۹؎ کہ × (پ) ۱۰؎ ایمان را (پ)۔

دگفت کہ می فرماید خدائے تعالےٰ گردانیدہ[1] ام ترا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکرے از ذکرِ خویش، زیرا کہ ہر کہ ذکر کند ترا ذکر کند مرا پیش[2] یا ہر کہ ذکرِ تو کند ذکرِ من آورد، او سبحانہٗ فرمود:

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا

" یعنی بدرستی فرستاد خدائے تعالےٰ سوئے شما ذکرے کہ رسول است "

وحضرت امام جعفر صادق[3] رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمودہ[4]، می فرماید خدائے تعالےٰ ہیچ[5] کس ترا (اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بر رسالت ذکر نکند مگر آنکہ بہ ربوبیت ذکر کند مرا ومنجملہ ذکرِ آنحضرت صلے[6] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم با ذکر خدائے تعالیٰ این است کہ خدائے تعالیٰ اطاعتِ خود با طاعتِ آنحضرت صلی[7] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چسپانید و نامِ خود با نامِ آنحضرت صلی[8] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرین[9] گردانید، زیرا کہ فرمود:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ

وَ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

پس یکجا کرد میانِ نامِ خود[10] و نامِ آنحضرت صلی[11] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بواوِ عطف کہ برائے جمع است و این چنین در حقِ غیرِ آنحضرت صلی[12] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درست نیست۔

و در شرح شفا آوردہ:

رُبَمَا يُقَالُ اِنَّ اسْمَهٗ سُبْحٰنَهٗ مَعَ اسْمِ رَسُوْلِهٖ مَرْسُوْمٌ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَآءِ بِحُكْمِ قَوْلِهٖ وَرَفَعْنَا

---

[1] گردانیدم (پ) [2] پیش × (ذ) [3] صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ × (ذ) [4] فرمودہ کہ خدائے تعالیٰ می فرماید کہ (ذ) [5] ہیچ یکے بر رسالت ذکر نہ کند ترا (پ) [6،7،8] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [9] مزین (پ) [10] و × (ذ) [11،12] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ)

لَكَ ذِكْرَكَ اَیْ جَعَلْنَا ذِكْرَنَا مَعَكَ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ مِّنْ مَّلَكٍ
وَّ فَلَكٍ وَّ بِنَاءٍ وَّ سَمَاءٍ وَّ فَرْشٍ وَّ عَرْشٍ وَّ حَجَرٍ وَّ
مَدَرٍ وَّ شَجَرٍ وَّ ثَمَرٍ وَّ نَحْوِ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ الْخَلْقِ
لَا[1] یُبْصِرُوْنَ تَصْوِیْرَهُمْ وَ نَظِیْرُهٗ قَوْلُهٗ سُبْحَانَهٗ وَ
اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ
تَسْبِیْحَهُمْ۔

"یعنی بسا گفته میشود که بدرستی نامِ او سبحانه با نامِ پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم منقوش است بر ہر چیز از چیزہا بحکم قولِ او سبحانه تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اے گردانیده ام ذکرِ خود را با ذکرِ تو در ہر چیز از فرشته و آسمان و بناء و سماء[2] و فرش و عرش و سنگ و خشت و درخت و بار و مانندِ آں لیکن اکثر خلق[3] نمی بنید[4] تصویرِ ایشاں و نظیرِ آں قولِ او سبحانه است که[5] نیست چیزے مگر تسبیح می کند بحمدِ او سبحانه لیکن نمی دانید شما تسبیحِ ایشاں"

وَمِنْهَا قَوْلُهٗ تَعَالٰی :

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ
كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا
مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ[6]
وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ
فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝

---

[1] لا × (پ) [2] و سماء × (ذ) [3] حین (ذ) [4] نمی بینند (ذ) [5] که × (پ)
[6] ااقررتم علی ذٰلک (ذ)۔

"یعنی یاد کن اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقتے را کہ گرفت خدائے تعالیٰ پیمان از پیغامبراں ہر آئینہ چیزے کہ دادم شمارا از کتاب و حکمت پس بیاید بر شما پیغامبرے معظم و[1] بزرگ کہ تصدیق کنندہ است مر کتابے را کہ با شما است، ہر آئینہ ایمان بیارید بداں رسول و ہر آئینہ یاری بدہید اورا بر کافراں، گفت خدائے تعالیٰ آیا پذیرفتید شما و گرفتید بر آں عہد مرا؟ گفتند پذیرفتیم ما، گفت خدائے تعالیٰ پس گواہ باشید و من با شما از گواہانم براں اقرار"

پس ظاہر شد کہ او سبحٰنہ آں جناب را بہ فضل[2] و کرامت اختصاص بخشید کسے دیگر را از خلق، او سبحٰنہ با آنحضرت دراں فضل شرکت ندادہ و آنحضرت را از سائرِ انبیاء و مرسلین بدیں تشریف ممتاز و افضل گردانید۔

مفسراں[3] گفتہ اند کہ نہ فرستاد خدائے تعالیٰ پیغامبرے را از پیغامبراں مگر آں کہ ذکر کرد مر[4] او را نامِ آنحضرت و وصف آنحضرت و گرفت براں پیمانِ خود کہ اگر دریابد آنحضرت صلی[5] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را ایمان آرد بدو، و جنابِ امیر المومنین علی[6] کرم اللہ وجہہ می فرماید کہ[7] نہ فرستاد خدائے تعالیٰ ہیچ پیغامبرے از آدم پس کسے بعد او بود مگر آنکہ گرفت خدائے تعالیٰ بر او عہد را دراں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آئینہ اگر آنحضرت مبعوث شود و آں پیغامبر زندہ بود، ہر آئینہ[8] ایمان بدو آرد و نصرتِ او لازم پندارد و عہد باآں بر قومِ خود گیرد۔

ومنہا قولہ تعالیٰ عز مجدہ:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ

---

[1] و × (پ) [2] تفضیلے و کرامت (ذ) بفضلے کرامت (پ) [3] مفسراں (پ) [4] مر × (پ)

[5] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [6] علی مرتضٰے (پ) [7] کہ × (پ) [8] ہر آئینہ × (پ)

مِنْ نُّوحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔

"یعنی یاد کن[1] اے محمد[2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوں گرفتیم ما از پیغمبراں عہدِ ایشاں را و از تو و از نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم، کہ[3] ہمہ رسل اولوالعزم اند"

روایت کردہ[4] اند از حضرتِ عمر فاروق[5] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ[6] بدرستی او رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت در سخنے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را[7] بداں سخن گریست، پس گفت[8] پدر و مادرِ من فدائے تو باد اے رسولِ خدا[9] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آئینہ بدرستی رسید فضیلتِ تو نزد اللہ تعالیٰ بمرتبہ کہ فرستادترا آخرِ ہمہ انبیاء علیہم[10] السلام و یاد کرد ترا اولِ ایشاں پس فرمود:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ۔

پدر و مادرِ من فدائے تو باد! اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آئینہ بدرستی رسید فضیلتِ تو نزدِ او[11] سبحانہ بمرتبہ[12] کہ بدرستی اہلِ دوزخ آرزو کنند کہ اطاعت می کردندے ترا و حال این است کہ ایشاں معذب می شوند و می گویند اے کاشکے ما اطاعت می کردیم خدا را و فرمان می بردیم رسول را۔

قتادہ گفتہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود[13] بودہ ام من اولِ پیغمبراں در خلقت و آخرینِ ایشانم در بعثت:

---

[1] بکن (پ) [2] محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [3] کہ ہمہ رسل اولوالعزم اند × (ذ) [4] کردہ شد (ذ)
[5] فاروق × (ذ) [6] کہ × (پ) [7] را × (پ) [8] گفت عمر (پ) [9] رسول اللہ (ذ) [10] علیہم السلام × (پ) [11] و × (ذ) [12] بمرتبہ × (پ) [13] فرمودہ بودم (ذ)۔

ومنہا قولہ سبحانہٗ :

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۔

"یعنی آں رسلِ عظام، فضل دادیم بعض ایشاں را بر بعض، بعضے از ایشاں کسے است کہ خدائے تعالےٰ با او[۱] بے واسطہ سخن کرد و بالاتر[۲] برداشت بعض ایشاں را درجہا۔"

اہلِ تفسیر گفتہ اند خواستہ[۳] است خدائے تعالےٰ بقولِ خویش وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ آنحضرت صلی[۴] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را زیرا کہ آنحضرت مبعوث شدہ است سوئے[۵] سرخ و سیاہ یعنی تمام[۶] خلق و حلال گردانیدہ[۷] شد برائے آنحضرت صلی[۸] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم غنیمتہائے کفار و ظاہر[۹] شد بر دو دست او معجزہائے بسیار و نیست ہیچکس از انبیاء کہ دادہ شد فضیلت و نہ کرامت الا آنکہ بدرستی دادہ شد[۱۰] آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مانندِ آں۔

و بعض مفسراں گفتہ اند از فضلِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این است کہ بدرستی خدائے تعالےٰ خطاب کردہ[۱۱] انبیاء گذشتہ را بنامِ ایشاں و خطاب کرد آنحضرت صلی[۱۲] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بہ نبوت و رسالت در کتابِ خویش زیرا کہ گفتہ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ ۔

ومنہا قولہ :

---

۱ ازد (پ) ۲ تر × (ذ) ۳ خواستہ است (ارادہ کردہ است) (ذ) ۴ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۵ بر، سوئے × (پ) ۶ خلق تمام (پ) ۷ گردانیدہ ام (ذ) ۸ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۹ مظاہر شد (ذ) ۱۰ شود (ذ) ۱۱ کردہ (ذ) ۱۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ)۔

طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى

"یعنی اے ظاہر یا اے رہنما نفرستادیم بر تو قرآن را تا رنج بکشی[1]"

ازیں آیت شفقت بے غایت[2] و اکرام بے نہایت خدائے تعالیٰ بر آنحضرت صلی[3] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہویدا است کہ او سبحانہ رنج کشی[4] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بندگی خود روا نداشتہ۔

ومنہا

وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ[5] رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ[6] خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

یعنی سوگند[7] وقت ضحیٰ و سوگند بہ شب[8] چوں ساکن شود، نگذاشتہ است ترا پروردگار تو و نہ دشمن داشتہ است و ہر آئینہ مر ترا[9] آخرت از دنیا بہتر است و ہر آئینہ سرانجام دہد ترا پروردگار[10] تو[11] پس خوشنود شوی۔"

باید دانست کہ در بعض احیان[12] بہ بعض وجوہ رسیدن وحی از حضرت ایزدی بآنحضرت درنگے[13] کرد، مشرکین بد دین گفتند کہ پروردگار آنحضرت صلی[14] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را گذاشت و دشمن داشت[15] و آنحضرت از دیرگی وحی دل گرفتہ[16] بودند تا اینکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام از بارگاہ ایزدی ایں وحی پر[17] بشارت آورد[18] کہ دراں[19] او سبحانہ بیاد

---

[1] کشی (پ) [2] بغایت (ذ) [3-4] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [5] او دعک (پ) [6] والآخرۃ (پ) [7] بسوگند (پ) [8] سوگند بشب (پ) [9] ہر آئینہ آخرت د ترا از دنیا (پ) [10] پروردگار در آخرت (پ) [11] تو × (پ) [12] جہان (پ) [13] دربیکے (پ) [14] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [15] و × (ذ) [16] گرفتہ دل (پ) [17] بر (ذ) [18] آوردہ (ذ) [19] دراں × (پ)۔

سوگند نفی تودیع و قلا صراحةً که مشرکین[1] و ملاعین می گفتند فرمود و آنحضرت را تسلی کرد که پروردگار تو، ترا نگذاشته و نه دشمن داشته بلکه برائے تو در بارگاهِ او یوماً فیوماً افزائش مراتب و ترقیِ مناصب است و تشریفِ تو در آخرت بهتر است از تشریفے که در دنیا بتو کرامت فرموده، چه تو در دنیا می کنی آنچه[2] پروردگارِ تو از تو می خواهد، جزائے آں در آخرت پروردگارِ تو خواهد کرد، آنچه درخواست کنی از هر آئینه خواهد داد ترا تا اینکه خوشنود شوی۔

روایت کرده اند که چوں ایں آیت نازل شد آنحضرت صلی[3] الله علیه وسلم فرمود که هرگز[4] راضی نشوم و حال آنکه یکے از امت من در دوزخ باشد، پس گویا او سبحانه در کریمهٔ پُر بشارت بیاد سوگند می فرماید که پروردگارِ تو، ترا نگذاشته بلکه مناصبِ عز و شرفِ تو یوماً فیوماً خواهد افزود و برائے رضا خواستنِ تو و خوشنود داشتنِ خاطرِ تو بر کسے از اتباع و اشیاع[5] تو غضب نخواهد آورد بدیں[6] جهت که در غضب آوردن بر یکے از ینها رضائے تو نخواهد بود یعنی آں جل و علا روادارِ تودیع و قلا نسبت[7] بکسے که به آنحضرت علیه[8] السلام اتباع و ولا دارد نیست تا بحالِ آنحضرت چه رسد، از یں آیت کریمه تواں دریافت که او سبحانه استرضاءِ آنحضرت می کند و خوشنودی خاطرِ[9] ایشاں می خواهد۔ آرے آنحضرت حبیبِ او سبحانه[10] است و محب[11] برائے حبیب و دوست بلا اشتباه خوشی خواه و رضا جُو است، ولنعم ما قیل ؎

---

[1] و × (پ) [2] چه (ذ) [3] صلی الله تعالی علیه وسلم × (پ) [4] اکنوں (پ) [5] اشباع (ذ) [6] در اصل: "وبدیں جهت" [7] وفلانست (پ) [8] علیه السلام × (پ) [9] ایشاں خاطر (ذ) [10] حبیبِ او است (پ) [11] محب × (ذ)۔

بگفتا وصل به یا[1] ہجر از دوست

بگفتا ہر چه میلِ خاطرِ اوست

ومنها قوله عزّ شانہ :

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

"یعنی قسم به عمرِ تو اے محمد صلے[2] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم که بدرستی آنہا یعنی قریش یا[3] قومِ لوط ہر آئینه در گمراہیٔ خود سرگرداں می شوند"

اہلِ تفسیر اتفاق کرده اند بریں که ایں کلام سوگند است از و سبحانه به مدت زندگانی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و معنی آں بسوگند بقائے تو اے محمد! و بعضے گفتند بسوگند عیشِ[4] تو اے محمد[5]! و بعضے گویند بسوگند زندگانی تو اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ایں[6] نہایت اجلال[7] و تعظیم و غایت[8] تشریف و تکریم آنحضرت است، ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرموده نیافرید[9] خدائے تعالیٰ ہیچ نفسے را کریم تر بر خود از محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نشنیدم که خدائے تعالیٰ بسوگند[10] یاد کند به زندگانی کسے سوائے آنحضرت صلی[11] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابو الجوزاء گفته بسوگند[12] یاد نکرد خدائے تعالیٰ بزندگانی کسے[13] سوائے محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیرا که آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کریم ترین تمام خلق است نزدِ او سبحانه۔

ومنها قوله تعالیٰ :

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ

وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔

---

[1] بیا دِ ہجر (پ) [2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [3] ما (پ) [4] پیش (پ) [5] اے محمد × (پ) [6] و معنی آں بسوگند (پ) [7] جلال (ذ) [8] و × (ذ) [9] نا فرید (پ) [10] سوگند یاد کرد (پ) [11] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [12] سوگند (پ) [13] بکسے را (ذ)۔

"یعنی قسم[1] می خورم بایں شہر در حالے کہ تو فرود آمدہ دریں شہر و قسم

بزائندہ[2] و آنچہ زائیدہ"

در لفظ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ چہ قدر اجلال قدر و بزرگی

اندازۂ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نہادہ اند کہ ہر ذی ذوقِ سلیم باآں پے تواند برد

در بعض تفاسیر آمدہ کہ مراد از مَا وَلَدَ آنحضرت است۔

ومنہا قولہ سبحٰنہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔

"بدرستی کسانے کہ بیعت می کنند ترا جزایں نیست کہ بیعت می کنند

بخدا، دستِ خدا بالائے دستہائے ایشان است"

ومنہا قول سورۂ بنی اسرائیل و سورۂ والنجم کہ مشتمل است بر ذکرِ معراج آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از مسجد حرام سوئے مسجدِ اقصیٰ و از آنجا سوئے سمٰواتِ عُلیٰ، از

آنجا سوئے[3] اشرف مستویٰ و ذکر آیات قرآنی و احادیث نبوی و اقاویلِ صحابہ و ائمہ

دریں باب بہ تطویل[4] و اطناب می کشد و محققانِ صحابہ و ائمہ و مجتہدین برآں اند کہ آنحضرت

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را معراج بجسدِ مبارک در حال بیداری تا عرش مستویٰ واقع شدہ

و آنحضرت بشرفِ مناجات و مکالمۂ الٰہی بے واسطہ و رؤیت و تجلی ذات[5] مقدسہ

بنورِ بصر یا بنورِ بصیرت علی اختلاف فیما بینھم فائز[6] گردیدہ و بکمال قرب و نزدیکی بمصداق:

دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

---

[1] سوگند (پ) [2] بزائیدہ شد (پ) [3] بسوئے (ذ) [4] تطویل (ذ) [5] داشت (پ) [6] فارما (پ)۔

در رسیدہ ،

فی الجملہ باید دانست کہ قرآن مجید[1] و فرقان حمید از اول تا آخر بخلافت[2] و نیابت جناب خاتم رسالت و بر کمال حظوظ[3] و علو منزلت آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دلیلے صادق است در ضبط و احاطۂ آں بتفسیر[4] کبیر باید پرداخت ۔

دریں جا بر[5] آنچہ مذکور شد اکتفاء رفت کہ آیات مذکورہ برائے اثبات اینکہ آنحضرت سید الانبیاء والمرسلین واکرم[6] الاولین والآخرین علی رب العالمین و محبوب ترین خلق اجمعین سوئے ایزد تعالے جل شانہ است و اینکہ او سبحانہ آنحضرت را بر جمیع انبیاء و مرسلین رتبۂ متبوعیت و سیادت بخشیدہ و از انبیاء و مرسلین پیمان[7] فرمانبرداری و نصرت و یاری آنحضرت گرفتہ و ایں کہ او سبحانہ رضا خواہ آنحضرت صلی[8] اللہ تعالے علیہ وسلم کافی و وافی است ۔

واما الاحادیث النبویۃ فمنها :

مَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ[9] خَيْرِهِمْ قِسْمًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ اَصْحَابُ الْيَمِيْنِ وَاَصْحَابُ الشِّمَالِ فَاَنَا مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ وَاَنَا خَيْرُ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ اَثْلَاثًا[10] فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَيْرِهَا ثَلَاثًا فَذٰلِكَ[11] قَوْلُهٗ تَعَالٰی[12] اَصْحَابُ[13]

---

[1] مجید × (پ) [2] بجلالت و نیالت (پ) [3] خطوت و منزلت (پ) [4] بہ تفسیرے کبیرے (پ)
[5] ہر (پ) [6] اکرام (پ) [7] ہماں (پ) [8] صلی اللہ تعالی علیہ وسلم × (پ) [9] من خیرہم (پ)
[10] ثلاثا (ذ) [11] وذلک (پ) [12] تعالے × (پ) [13] فاصحاب (ذ) ۔

الْمَيْمَنَةِ وَاَصْحٰبُ الْمَشْاَمَةِ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ
فَاَنَا مِنَ السَّابِقِيْنَ وَاَنَا خَيْرُ السَّابِقِيْنَ ثُمَّ جَعَلَ
الْاَثْلَاثَ قَبَآئِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَيْرِهَا قَبِيْلَةً وَذٰلِكَ
قَوْلُهٗ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ [۱] اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ وَ اَنَا [۲] اَتْقٰى
وُلْدِ اٰدَمَ وَاَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا فَخْرَ ثُمَّ جَعَلَ
الْقَبَآئِلَ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَيْرِهَا بَيْتًا فَذٰلِكَ
قَوْلُهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝

روایت کردہ اند از حضرت [۳] ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما کہ گفت ابن عباس کہ [۴] فرمود رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم بدرستی کہ [۵] خدائے تعالے تقسیم کرد مخلوق بدو قسم، جن و انسان پس گردانید مرا از بہترین قسم [۶] ایشاں و [۷] آں قول او سبحانہ است کہ یکے اصحاب یمین دوم اصحاب شمال است پس منم [۸] از اصحاب یمین و من بہترین اصحاب یمین ہستم، پس خدائے تعالے دو قسم را سہ قسم گردانید، مرا در نیکوترین آں سہ قسم [۹] و آں قول او سبحانہ [۱۰] یکے اصحاب میمنہ و دوم اصحاب مشأمہ سیوم سابقاں سابقاں [۱۱] اند، پس از سابقانم و من نیکوترین سابقانم پس خدائے تعالے

---

۱ ان اللہ علیم خبیر × (ذ) ۲ و انا اتقی (پ) ۳ حضرت × (پ) ۴ کہ × (ذ) ۵ کہ × خدایتعالی کردید و قسم خلق انسان (پ) ۶ خلق (ذ) ۷ و × (ذ) ۸ پس قسم از اصحاب یمین (پ) ۹ سہ قسم گردانید، باید ۱۰ تعالے شانہ (پ) ۱۱ سابقاں (پ)۔

آں اثلاث را قبیله[1] ها ساخت و مرا[2] از بهترین آں قبیله ها ساخت[3] و ایں قول خدا است وگردانید[4] شما را اصول وگروه ها تا[5] باہم شناسید، بدرستی که کریم ترین شما نزد خدا پرہیزگار ترین شما است، بدرستی خدائے تعالےٰ دانا وآگاه است، پس من از ہمه فرزندانِ آدم پرہیزگار ترم وکریم[6] ترینِ ایشانم بر خدا و فخر[7] نمی آرم،

پس گردانید خدائے تعالےٰ قبائل را خانه[8] خانه، دار ها پس گردانید مرا در[9] بهترین خانها[10] از روے خانه، پس ایں[11] قولِ او سبحٰنه است، نمی خواهد خدا مگر[12] اینکه دور کند از شما پلیدگی را اے اہلِ بیت و پاک گرداند شما را پاک گردانیدنی"

و منها[13] حدیث انس رضی الله تعالےٰ عنه:

أَنَا أَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عِنْدَ رَبِّي وَلَا فَخْرَ

"یعنی من کریم ترین فرزندانِ آدم نزد پروردگارم و فخر بدیں نمی آرم"

و منها حدیث[14] ابنِ عباس رضی الله تعالی عنهما:

أَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ

"یعنی من از خلق، اولین و آخرین کریم ترم و بدیں فخر نمی برم"

و منها ماروی عن عائشه رضی الله تعالی عنها[15] عنه علیه السلام[16]:

---

[1] قبیله (پ) [2] از × (پ) [3] پرداخت (پ) [4] فی الاصل گردانیدم (پ) [5] تاباہم شناسا باشید (پ) [6] کریم ایشانم (ذ) [7] مخشر (پ) [8] خانه دار ها (پ) [9] در × (پ) [10] خانها نها (پ) [11] ایں × (پ) [12] تا بکرد دور (پ) [13] و × (پ) [14] حدیث × (ذ) [15] عنها × (پ) [16] علیه السلام × (پ)

أَتَانِي جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِي[۱] قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ[۲] أَرَ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمْ[۳] أَرَ بَنِي أَبٍ أَفْضَلَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ۔

" روایت کردہ[۴] اند از حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ فرمودہ آمد[۵] نزد من جبرئیل علیہ[۶] السلام پس گفت برائے من کہ گردانیدم مشارق زمین ومغارب[۷] آں، پس ندیدم مردے فاضل تر از محمد[۸] صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وندیدم فرزندانِ[۹] ہیچک پدرے فاضل تر"

واز روایتِ ابن[۱۰] وہب است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم گفت کہ خدائے تعالےٰ گفت اے محمد از من بخواہ گفتم چہ بخواہم اے پروردگار کہ خلیل[۱۱] گرفتی ابراہیم را وسخن گفتی با موسےٰ بے واسطہ وبرگزیدی نوح را وداد ی سلیمان را ملکے کہ سزاوار نیست برائے کسے از پس او، پس فرمود خدائے تعالیٰ آنچہ ترا دادیم از جملہ آں بہتر است، دادم ترا حوضِ کوثر وگردانیدم نامِ تو با نامِ خود کہ ندا کردہ می شود باں درمیانہ آسمان وگردانیدم زمین مرترا ومرامت ترا[۱۲] طہور وپاک ترا[۱۳] وآمرزش کردم برائے تو آنچہ پیش شد از گناہ[۱۴] وآنچہ پس باشد، پس می روی درمیانِ مردماں دراں حال کہ ہستی آمرزش کردہ شدہ برائے تو ونکردم آں اعزاز واکرام برائے کسے پیش[۱۵] از تو وگردانیدم دلہائے امت[۱۶] ترا مصاحفِ ایشاں کہ ایشاں

---

۱ فی (پ) ۲ فسم از رجلاً (پ) ۳ ولم ار فی (ذ) ۴ کردہ اند × (پ) ۵ اند (پ) ۶ علیہ السلام × (پ) ۷ معارف (پ) ۸ محمد رسول اللہ (پ) ۹ فرزنداں × (ذ) ۱۰ ابن × (پ) ۱۱ خلیل اللہ (ذ) ۱۲ را (ذ) ۱۳ نزد (پ) ۱۴ گناہ تو (پ) ۱۵ از پیش (پ) ۱۶ انت (پ)

قرآن یاد می گیرند و پوشیده نگاه داشتم برائے تو شفاعتِ تو و پوشیده نداشتم آں را برائے هیچ پیغامبرے جز تو ۔

و در حدیثِ طویل آمده از قولِ فرشتگاں بآنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم

مَآ اَکْرَمَکَ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ

"چه[1] بزرگ گردانید ترا بر خدائے تعالے بدرستی خدا با تست و[2] فرشتگانِ او"

در[3] کتابِ شفاء از ابو محمد مکی و ابو اللیث سمرقندی و غیر ہما آورده که آدم علیه السلام نزدیک معصیتِ خود گفت اے پروردگار! بحق محمد بیامرز گناهِ مرا، پس خدائے تعالے مر آدم را فرمود از[4] کجا شناختی محمد را؟ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم، آدم علیہ السلام گفت دیدم ہر جائے از بہشت نوشتہ :

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

و بروایتے مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ، پس دانستم که بدرستی بزرگ ترینِ خلقِ تو بر تُست، پس خدائے تعالے آدم را[5] توبه بخشید و گناهِ او را بیامرزید و ہمیں است[6] نزدِ قائلِ ایں کلام، تاویلِ قولِ او سبحانه :

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ

"یعنی گرفت آدم از پروردگار چند کلمه، پس خدائے تعالے توبهٔ او پذیرفت"

و در روایتے دیگر مذکور است پس آدم گفت ہرگه مرا آفریدی برداشتم سرِ خود را بسوئے عرشِ تو، پس ناگاه دراں نوشته است

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

---

[1] چه خیر (پ) [2] و فرشتگانِ او × (پ) [3] در کتاب (تا) وغیر ہما آورده × (ذ) [4] از × (پ)
[5] را × (ذ) [6] است × (پ)

پس دانستم کہ بدرستی شان ابن است کہ نیست ہیچکے[1] بزرگ تر اندازہ، نزد تو از کسے کہ گردانیدی نامِ خود را با نامِ او[2]، پس وحی فرستاد خدائے تعالےٰ سوئے آدم علیہ السلام بسوگند عزت و جلالِ من کہ بدرستی محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہر آئینہ آخر پیغامبران است از ذریتِ تو، اگر او نبودے نمی آفریدم ترا، گفت ولود آدم علیہ السلام کنیت کردہ می شد "بابی محمد"۔

و گفتہ اند بروایتے کہ کنیت کردہ شد "بابی البشر" یعنی بہ ابوت نام کسے دیگر سوائے آنحضرت کنیت کردہ نشد و مروی است از شریح بن یوسف کہ بدرستی او گفت کہ بدرستی خدائے تعالےٰ را فرشتگانے اند گشت کنندگان بر زمین کہ کثرتِ زیارتِ ایشاں مر[3] خانہ را است کہ دراں خانہ احمد یا محمد نام است از جہتِ اکرام از ایشاں کہ[4] حضرتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را ست (کہ تعظیم کردند آں خانہ را کہ دراں ہمنامِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است (حاشیہ نسخہ ذ) و روایت کردہ است ابن[5] قانع قاضی از ابی حمرا[6] کہ گفت فرمود رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہر گاہ کہ مرا سوئے آسماں بردند ناگاہ بر عرش نوشتہ بود

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

و از ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما مروی است بر درِ بہشت نوشتہ است:-

اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ[7]
لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَہَا۔

"یعنی بدرستی من خدا ایم[8] ہیچ معبود جز من نیست، محمد رسولِ خدا است، عذاب

---

۱ ہیچ یکے (پ) ۲ وے (پ) ۳ بر (پ) ۴ کہ برائے (پ) ۵ دین قانع (پ) ۶ ابی الحمراد (پ) ۷ لا اعذب من قالہا × (ذ) ۸ خدا ہم (پ)

نکنم کسے را کہ ایں کلمہ بگوید[1]۔

امام جعفر[2] صادق از پدرِ خود محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہما روایت کرد[3] کہ چوں بود روزِ قیامت ندا کنند[4] ندا کنندہ گو[5] کہ برخیز[6] ہر کہ نامش محمد است، پس بگو کہ در آید بہ بہشت از جہت کرامتِ نامِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

و در مشکوٰۃ شریف است از حضرتِ امام جعفر صادق[7] بن محمد از پدرِ ایشاں مروی است :

اِنَّ رَجُلاً مِّنْ قُرَیْشٍ دَخَلَ عَلٰٓی اَبِیْہِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ فَقَالَ[8] اَلَا اُحَدِّثُکَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰی حَدِّثْنَا عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔

"بدرستی مردے از قریش داخل شد بر پدرِ ایشاں یعنی پدر حضرت محمد باقر، علی بن الحسین[9] رضی اللہ تعالےٰ عنہم پس گفت حضرت[10] علی بن الحسین[11] آیا خبر دہم ترا از پیغامبرِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، گفت[12] آں مرد آرے خبر دِہ مرا از ابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

قَالَ لَمَّا مَرِضَ[13] رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَاہُ جِبْرَئِیْلُ،

"گفت علی بن الحسین[14] ہر گاہ کہ بیمار شد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آمد نزدِ او جبرئیل علیہ السلام"

---

[1] گوید (پ) [2] ورد ایت کردہ اند از حضرت امام جعفر صادق بن محمد باقر علیہما السلام (پ) [3] روایت کرد × (پ) [4] ندا کنند (پ) [5] گو (پ) [6] از (پ) [7] صادق × (پ) [8] نقال (پ) [9] حسین (ذ) [10] حضرت × (ذ) [11] حسین (ذ) [12] گفت (تا) وسلم × (پ) [13] فرض (پ) [14] حسین (ذ)۔

فَقَالَ[1] يَا مُحَمَّدُ! اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِي اِلَيْكَ تَكْرِيْمًا لَكَ وَتَشْرِيْفًا لَكَ وَخَاصَّةً لَكَ يَسْاَلُكَ عَمَّا هُوَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنْكَ يَقُوْلُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ اَجِدُنِي يَا جِبْرَئِيْلُ مَغْمُوْمًا وَّ اَجِدُنِي مَكْرُوْبًا۔

پس گفت جبرئیل علیہ السلام کہ بدرستی خدائے تعالےٰ فرستادہ است مرا سوئے تو برائے تکریمِ تو و برائے تشریفِ تو خاصۃً برائے تو کہ می پرسد از چیزے کہ او سبحانہ دانا تر است بآں، از تو می فرماید کہ چگونہ می یابی[2] خود را، گفت آنحضرت صلی[3] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می یابم خود را اے جبرئیل غم گرفتہ و می یابم خود را[4] رنج گرفتہ؛

ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِيَ فَقَالَ لَهٗ ذٰلِكَ فَرَدَّ[5] عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا رَدَّ اَوَّلَ يَوْمٍ ثُمَّ جَاءَهُ[6] الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَهٗ كَمَا قَالَ اَوَّلَ يَوْمٍ وَّرَدَّ عَلَيْهِ كَمَا رَدَّ عَلَيْهِ۔

پس تر آمد جبرئیل علیہ السلام نزدِ آنحضرت روزِ دویم پس گفت بآنحضرت ہماں سخن پس جواب باز داد مر[7] جبرئیل علیہ السلام را[8] پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چنانکہ جواب دادہ بود اول روز، پستر آمد جبرئیل علیہ السلام نزد آنحضرت روزِ سویم پس گفت جبرئیل بآنحضرت صلی[9] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چنانکہ گفتہ بود اول روز و جواب باز داد آنحضرت بجبرئیل چنانکہ[10] جواب دادہ بود باو۔"

---

[1] قال (ذ) [2] بیابی (پ) [3] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (ب) [4] خود را اے جبرئیل (پ) [5] فرد فرد (ذ) [6] جا الیوم (ذ) [7] بر (پ) [8] را × (پ) [9] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم . پ [10] چنانکہ × (ذ)۔

وَجَاءَ وَمَعَہٗ مَلَکٌ یُقَالُ لَہٗ اِسْمٰعِیْلُ عَلٰی مِائَۃِ
اَلْفِ مَلَکٍ وَکُلُّ مَلَکٍ عَلٰی مِائَۃِ اَلْفِ مَلَکٍ[1]
فَاسْتَاْذَنَ[2] عَلَیْہِ فَسَاَلَہٗ[3] عَنْہُ ثُمَّ قَالَ[4] جِبْرَئِیْلُ
ھٰذَا مَلَکُ الْمَوْتِ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْکَ مَا اسْتَاْذَنَ
عَلٰی اٰدَمِیٍّ قَبْلَکَ وَلَا یَسْتَاْذِنُ عَلٰی اٰدَمِیٍّ بَعْدَکَ فَقَالَ
ائْذَنْ لَہٗ فَاَذِنَ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ۔

"وآمد ہمراہ جبرئیل علیہ السلام فرشتہ کہ او را اسمٰعیل گویند بر صد ہزار فرشتہ کہ ہر فرشتہ بر صد ہزار فرشتہ است، پس اذن خواست برائے آمدن بر آنحضرت صلی[5] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، پس[6] پرسید آنحضرت صلی[7] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبرئیل را از آں فرشتہ[8] پس تر آمد جبرئیل علیہ السلام گفت ایں ملک الموت است کہ اذن درخواست دار د از تو، اذن نخواستہ بود از ہیچک آدمی پیش تو و نہ استیذان خواہد کرد از کسے بعد تو، پس گفت جبرئیل اذن بہ فرمائی برائے او، پس اذن داد آنحضرت صلی[9] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برائے او[10]، پس سلام کرد آں فرشتہ بر آنحضرت صلی[11] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔"

ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللہَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ
فَاِنْ[12] اَمَرْتَنِیْ اَنْ اَقْبِضَ رُوْحَکَ قَبَضْتُ وَاِنْ اَمَرْتَنِیْ
اَنْ اَتْرُکَہٗ تَرَکْتُہٗ فَقَالَ وَتَفْعَلُ[13] یَا مَلَکَ الْمَوْتِ

---

[1] ملک × (ذ) [2] ناستاذن (پ) [3] قالہ (پ) [4] قال ملک الموت (پ) [5] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [6] پس × (ذ) [7] و [8] و [9] و [10] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ) [8] کہ او را اسمٰعیل گویند (ذ) [10] او × (ذ) [12] فانی (ذ) [13] وتفعل (پ)۔

قَالَ نَعَمْ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أُمِرْتُ اَنْ اُطِيعَكَ۔

" پس گفت[1] ملک الموت اے محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدرستی خدائے[2] فرستادہ است مرا سوئے تو پس اگر فرمان دہی بآں[3] کہ قبض کنم روح تو قبض کنم واگر فرمان دہی کہ بگذارم آں را بگذارم آنرا[4]، پس آنحضرت صلی اللہ[5] تعالےٰ علیہ وسلم فرمود خواہی کرد (اے مامورمرا[6]) اے ملک الموت؟ گفت آرے من[7] فرمان دادہ شدم بآنکہ[8] فرمانِ تو برم "

قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰى لِقَآءِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَلَكَ الْمَوْتِ اِمْضِ لِمَآ اُمِرْتَ بِهٖ۔

" راوی گوید پس نگہ کیست پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسوئے جبرئیل علیہ السلام، پس گفت جبرئیل علیہ السلام اے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ بدرستی خدائے تعالےٰ مشتاق شدہ سوئے لقائے تو پس گفت پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ملک الموت بجاآر آنچہ فرمان دادہ شدی باں، پس قبض کرد روحِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "

ازیں حدیث کرامت وجلالت ومحبوبیت آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تواں دریافت واز زیارت حضرتِ جبرئیل علیہ السلام مرآنحضرت را تا سہ بار، فرستادۂ جناب او سبحانہ برسم عیادت وبہیادہ پرسی واستیذانِ[9]

---

[1] گفت آنحضرت ملک الموت (پ)، [2] بدرستی خدائے تعالیٰ (دو دفعہ) (پ) [3] مرا کہ (ذ) [4] آنرا × (ذ) [5] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ)، [6] اے مامورمرا × (پ)، [7] بہاں (ذ) بہبی (پ)، [8] بانکہ (پ)، [9] قبض (پ)، [10] استیدآن (پ)

حضرت ملک الموت در بابِ ادراکِ شرفِ زیارت و در قبضِ روحِ پُرفتوح و مامور بودنِ ایشاں از پیش گاہِ حضرتِ رب العزت بہ فرمانبرداری آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و عرضِ حضرتِ جبرئیل علیہ السلام اشتیاقِ جنابِ الٰہی، سوئے لقائے[1] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بمنزلت و مکاناتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دراں بارگاہ بے تواں برد۔

و در حدیثِ اسراء مروی است کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ[2] از حالِ ملاقاتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با انبیاء علیہم السلام روایت آوردہ و کلامِ[3] ایشاں و کلامِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر کردہ، پس گفت:

اِنَّ مُحَمَّدًا اَثْنٰی عَلٰی رَبِّہٖ

"بدرستی محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثنا بر پروردگارِ خویش آورد"

فَقَالَ کُلُّکُمْ اَثْنٰی عَلٰی رَبِّہٖ وَاَنَا اُثْنِیْ عَلٰی رَبِّیْ

"پس فرمود ہر ہمہ شما ثنا کرد بر پروردگارِ خویش، من ثنامی کنم بر پروردگارِ خویش"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَکَآفَّۃً لِّلنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔

"حمد مر خدائے تعالےٰ را آنکہ فرستاد مرا از جہت رحمت برائے تمام جہانیاں و فرستاد مرا فرستادنی عام برائے جمیع مردماں دراں حالے کہ مژدہ رسانندہ ام و ترسانندہ ام"

وَاَنْزَلَ[4] عَلَیَّ الْفُرْقَانَ فِیْہِ تِبْیَانُ کُلِّ شَیْئٍ

"و فرود آورد بر من فرقان را کہ دراں بیان ہر چیزے است"

---

[1] لقائے (پ) [2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ × (ذ) [3] و کلامِ ایشاں × (ذ) [4] و نزل (ذ)۔

وَجَعَلَ اُمَّتِيْ اُمَّةً[1] وَّسَطًا

"وگردانیدہ امت مرا بہترین وگردانید امت مرا میانہ وستودہ"

وَجَعَلَ اُمَّتِيْ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ[2]

"وگردانیدہ امت مرا کہ ایشاں اوّلانند در دخولِ جناں و آخرانند

در وجود در آخرِ زماں"

وَشَرَحَ لِيْ صَدْرِيْ وَوَضَعَ عَنِّيْ وِزْرِيْ

"یعنی و دل مرا کشادہ برائے علوم[3] وحکم و بارِ رسالت از من فرو نہاد

و توفیقِ تبلیغِ آں داد"

وَرَفَعَ ذِكْرِيْ وَجَعَلَنِيْ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا

"وبالا تر[4] داشت ذکرِ من وگردانید مرا فاتح و اولِ ہمہ اولین و

آخرین و آخر و خاتم انبیاء و مرسلین"

فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بِهٰذَا اَفْضَلَكُمْ مُحَمَّدٌ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

"پس گفت ابراہیم بایں فاضل شد بر شما اے انبیاء احمد صلی

اللہ تعالٰی علیہ وسلم"۔

ونیز در احادیثِ اسرا[5] مروی است :

فَقَالَ لَهٗ رَبُّهٗ تَعَالٰى قَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِيْبًا[6]

فَهُوَ مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ مُحَمَّدٌ حَبِيْبُ الرَّحْمٰنِ۔

---

[1] خیرامۃ (پ) [2] الآخرین (ذ۔پ) [3] علوم حکم (ذ) [4] وبالا بر داشت (پ) [5] اسرار × (ذ) [6] جیباً × (ذ)

"پس[1] فرمود آنحضرت صلی[2] الله تعالےٰ علیہ وسلم را پروردگارِ او تبارک و تعالےٰ بدرستی حبیب گرفتم ترا، پس آں مکتوب است در تورات کہ محمد است حبیب الرحمٰن"

وَاَرْسَلْنٰكَ اِلَى النَّاسِ كَآفَّةً وَّجَعَلْتُ اُمَّتَكَ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ -

"و فرستادیم[3] ترا فرستادنی عام سوئے جمیع مردماں و گردانیدم امت ترا کہ ایشان اند پیشیرواں در سعود[4] و پس آیندگاں در وجود"

وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ لَا يَجُوْزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنَّكَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ -

"و گردانیدم امت[5] ترا کہ روا نبود برائے ایشاں خطبہ تا کہ گواہی ندہند، تو بندہ منی و فرستادہ منی"

وَجَعَلْتُكَ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقًا وَّاٰخِرَهُمْ بَعْثًا

"و گردانیدم ترا اول پیغمبراں در خلقت و آخر ایشاں در بعثت"

وَاَعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ

"و دادم ترا ہفت از مثانی یعنی فاتحہ قرآن کہ ہفت آیت است[6] در آں یا ہفت سورہ طوال کہ در قرآن است"

وَلَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ

"و ندادم[7] آں را ہیچ پیغامبر پیش از تو"

---

[1] پر (ذ) [2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [3] فرستادم (پ) [4] ستود (ذ) [5] امت ترا × (ذ) [6] دراں است (پ) [7] و ندادہ ام (ذ)-

وَاَعْطَيْتُكَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ عَرْشِيْ لَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ ۔

" ودادیم ترا آخرِ[1] آیتہا کہ بداں سورۂ بقرہ تمام گشت از گنج زیرِ عرشِ من ونداد م آں[2] ہیچ پیغمبرے راپیش از تو "

وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا

" وگردانیدم ترا اولِ ہمہ پیغمبراں وآخرِ ایشاں "

و در حدیث آمدہ :

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبِيَدِيْ لِوَاۗءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا[3] مِنْ نَّبِيٍّ يَّوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ[4] اِلَّا تَحْتَ لِوَاۗئِيْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ ۔

" یعنی من سرورِ فرزندانِ آدم ہستم بروزِ قیامت و در دستِ من نشانِ حمد است وفخر نمی کنم[5] ونیست ہیچ پیغامبرے دراں روز آدم وکسیکہ جز اوست مگر زیرِ لوائے منست ومن ہستم اول کسے کہ شگافتہ شود از و زمین وفخر[6] نمی آرم "

ونیز مروی است :

اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّكُوْنَ اِبْرَاهِيْمُ وَعِيْسٰى فِيْكُمْ[7] يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّهُمَا فِيْ اُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

---

[1] آخرہا (ذ) [2] آں را (پ) [3] و × (ذ) [4] سواہ (پ) [5] نکنم (پ) [6] و × (ذ) [7] منکم (ذ)۔

"آیا خوشنود می شوید[1] بداں که باشند ابراهیم و عیسیٰ در شمار روزِ قیامت
بدرستی که آں هر دو در امتِ من هستند بروزِ قیامت"۔

بالجمله آیاتِ قرآنی و احادیثِ نبوی دریں باب چنداں بے شمار اند که اگر[2] احصاء و استقصائے آں باید ساخت، دفترها باید پرداخت و اگر کسے سوئے حصر و ضبطِ آں روئے آرد و خود را[3] تمامِ عمرِ عزیز دریں شغلِ شریف مصروف دارد هنوز از هزار، یکے و از بسیار، اندکے منجمله مواهبِ الٰهی و مناقبِ نامتناهی که در[4] ذاتِ ستوده صفاتِ آں سیدِ ممکنات و سرورِ کائنات، برگزیده[5] مخلوقات صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بوده اند به حیطهٔ بیان نیاورده باشد۔

چوں بالاجمال بعض مراتبِ عز و اجلالِ آں برگزیده حضرتِ[6] ایزد متعال بادراک و اطلاع و جمله از فضائلِ جمیله و مناصبِ جلیلهٔ آنحضرت صلی[7] الله تعالیٰ علیه وسلم را به حضرتِ او تعالیٰ باستماع درآورده شد، حالا بگوشِ دل و بتوجه کامل باید شنید که چوں معلوم شد که آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیه وسلم را در بارگاهِ کبریا وجاهتے و کرامتے و رتبهٔ محبوبیت و منزلتِ مقبولیت[8] آنچناں است که کسے را از اولین و آخرین واحدے را از انبیاء و مرسلین دراں حضرت مشارکت و مساهمت نیست و سابق معلوم شده که مرتبتِ وجاهت و کرامت و رتبهٔ محبوبیت، سببِ[9] قبولِ شفاعت و پذیرائی سفارش است، الحال تفطن باید کرد که شفاعتِ کبریٰ مقبوله، خاصهٔ منصبِ آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و شفاعتِ آنحضرت بلاشبه مقبول و مستجاب و آنحضرت صلی الله

---

1. شوند آنکه (پ) 2. اگر × (ذ) 3. در (خود را × ذ) 4. از (ذ) 5. که برگزیده (پ)
6. حضرت × (ذ) 7. صلی الله تعالیٰ علیه وسلم × (پ) 8. مقبولیت (تا) کسے × (پ) 9.
در اصل نسخه: بسبب۔

تعالیٰ علیہ وسلم رحمتِ ہمہ عالمیان وملجأ وپناہِ اجنّہ[1] وملائکہ وآدمیان و بہ برکتِ وجود فائض الجود[2] آنحضرت صلی اللہ[3] تعالیٰ علیہ وسلم مشرکینِ مکہ[4] از عذاب الٰہی با تشریف آنحضرت صلی[5] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکہ مشرفہ در امان ماندند،

وذٰلک قولہ :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

وہرگاہ کہ آنحضرت صلی[6] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از مکہ شریفہ بہ طیبہ منیفہ[7] تشریف ارزانی داشتند، خدائے تعالیٰ مشرکینِ مکہ را العذاب درگرفت ومومناں را برایشاں متسلط وغالب وتیغہائے مسلماناں را در آنہا حاکم گردانید وزمین ودیار واموالِ ایشاں غنیمت ونصیبِ اہلِ اسلام فرمود،

وذٰلک قولہ تعالیٰ :

وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ

"یعنی چیست برائے ایشاں کہ عذاب نکند ایشاں را خدائے تعالیٰ چوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از آنجا تشریف فرمائے مدینہ مقدسہ شدند"

ومقبول بودن شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در عفوِ جرائم گناہگاراں ورفعِ درجاتِ نیکوکاراں از روئے کتاب وسنت ثابت است۔

اما الکتاب فمنہ قولہ تعالیٰ[9] :

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

---

[1] جن (ذ) [2] فائز الجود (ذ) [3] [5] [6] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [4] مکہ × (ذ) [7] مقدسہ (پ) [8] شریف (ذ) [9] تعالیٰ × (ذ)۔

ظاہر است کہ آمرزش خواستن برائے مؤمنین و مؤمنات، شفاعت برائے ایشان است واو سبحانہ آنحضرت صلی اللہ[1] تعالے علیہ وسلم را امر فرمود[2] کہ برائے ایشان شفاعت کند و آمرزش خواہد، پس از دو حال خالی نیست، یا ایں شفاعت مقبول شود یا نہ، وثانی باطل است زیرا کہ بریں تقدیر لازم می آید کہ امر عبث و بے سود بلکہ از قبیل سخریہ نامحمود یا اخلاف موعود باشد العیاذ باللہ تعالیٰ مِنْ ذٰلِکَ فَتَعَیَّنَ الْاَوَّلُ وَہُوَ الْمَقْصُوْدُ،

ومنہ قولہ تعالیٰ :

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

"یعنی اگر آں منافقاں وقتیکہ ظلم کردند برخود ہا بارتکاب نفاق، می آوردند بہ تو برائے اعتذار پس آمرزش می خواستند از خدا[3] ئے تعالے بتوبہ از نفاق و اختیار اخلاص[4] و آمرزش می خواست رسول برائے ایشاں از جرائم کبیرۂ ایشاں ہر آئینہ می یافتند خدا را توبہ پذیر و رحم فرما ئے"

ازیں آیۂ کریمہ معلوم شد، توبہ پذیرفتن[5] و رحم آوردن او سبحانہ معلق[6] است بر استغفار ایشاں از نفاق و شفاعت آنحضرت صلی اللہ[7] تعالے علیہ وسلم برائے ایشاں از کبائر[8] ذنوب واگر والعیاذ باللہ، شفاعت آنحضرت را ہیچگونہ سببیت[9] نبودے کلمۂ

---

[1] صلی اللہ تعالے علیہ وسلم × (پ) [2] فرمودہ (پ) [3] خدائے تعالے × (پ) [4] اخلاص × (پ) [5] پذیرفتن × (ذ) [6] متعلق (پ) [7] صلی اللہ تعالے علیہ وسلم × (پ) [8] کبائر (پ) [9] نسبت (ذ)۔

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ فائده نداشتے۔

و در مدارک آورده که اعرابی بر قبرِ مقدس آنحضرت صلی[1] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رسید خود را بر قبرِ مقدس انداخت و خاکِ قبر میمون بر سرِ خود کشیده گفت اے رسولِ خدا! بر خود ظلم کرده ام و توبه و استغفار آورده ام، تو برائے من آمرزش بخواه[2]، از همایوں قبر ندا آمد که آمرزیده[3] شدی از گناه، آرے افادتِ شفاعتِ آنحضرت[4] حیّاً و میّتاً برابر و یکساں و وجاہتِ آنحضرت صلی[5] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در ہر حال در بارگاہِ ایزد متعال و محبوبیتِ آں کامل[6] الجمال و جمیل الکمال در حضرتِ ذی الجلال که در ہر دو صفت سببِ[7] قبولِ شفاعت است در حیات و بعد وفات[8] یکساں[9] است۔

و منه قوله تعالیٰ:

وَ لَلْاٰخِرَةُ[10] خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی[11]۔

"ہر آئینہ آخرت بہتر است برائے تو از اولیٰ یعنی در آخرت منزلتِ تو خواهد افزود و تو مرجع و جائے جمیع خلائق روزِ قیامت خواهی بود، ہر آئینہ سر انجام خواهد داد مر ترا[12] پروردگارِ تو پس خوشنود خواهی شد"

وجہِ استدلال اوّلاً این است که خدائے تعالےٰ فرمان داد آنحضرت را بآمرزش خواستن برائے مؤمنین و مؤمنات[13] در دنیا و نیز ظاهر است که کسے چیزے از کسے می خواهد خوشنود نمی شود بایں که درخواستِ او رد کرده شود، خورسند نمی گردد

---

[1] و [5] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ) [2] کن (ذ) [3] آفریده شده (ذ) آمرزیدی شدی (پ)
[4] آنحضرت × (ذ) [6] کمال × (ذ) [7] بسبب (ذ) [8] ممات (پ) [9] بر یکساں (پ)
[10] والآخرة (پ) [11] فرضی (پ) [12] دراصل نسخه ترا × [13] مومنات × (پ)۔

مگر باجابتِ آں وخدائے تعالےٰ وعدۂ مؤکد فرمود بایں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را خواہد داد تاکہ[1] آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خوشنود خواہد شد، پس ایں وعدہ موثق است برائے قبولِ شفاعت درحق مؤمنین ومؤمنات۔

وثانیاً این است کہ آثارِ بسیار وارد اند بایں کہ خوشنودی آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در آمرزشِ گناہگارانِ امت بود و آنحضرت[2] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہموارہ در چارہ سازیٔ گنہگارانِ امتِ خود بودہ اند تا ایشاں از عذابِ نار رستگار شوند پس ایں وعدہ کہ بتاکید برائے خوشنودی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وارد شدہ است وعدۂ رستگاریٔ امتِ او بسبب شفاعت ووجاہت ومحبوبیتِ آنحضرت است ومروی است کہ چوں ایں آیت نازل شد آنحضرت فرمود :

إِذًا لَا أَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِّنْ أُمَّتِي فِي النَّارِ

ازیں[3] روایت بہ ثبوت پیوست کہ ہیچیک از مومنانِ امتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نخواہد بود کہ آنحضرت درحقِ او شفاعت نخواہد نمود۔

از حضرتِ امام محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مروی است کہ :

أَهْلُ الْقُرَانِ يَقُوْلُوْنَ اَرْجٰى اٰيَةٍ قَوْلُهٗ تَعَالٰى يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَاَمَّا اَهْلُ الْبَيْتِ فَيَقُوْلُوْنَ اَرْجٰى اٰيَةٍ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى، اِنَّهَا الشَّفَاعَةُ يُعْطِيْهَا فِيْ اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَتّٰى يَقُوْلَ رَضِيْتُ۔

" یعنی اہلِ[4] قرآن می گویند کہ امید دہندہ ترین آیتے قولِ او تعالیٰ است

---

[1] تا آنکہ باید [2] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (ب) [3] ازیں روبہ (ب) [4] اہل القرآن (ب)

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ، اما اہلِ بیت گویند کہ امید دہندہ ترین آیتے[1] قولِ او تعالیٰ است[2] وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى بدرستی[3] آں عطیہ شفاعت است کہ ہر آئنہ خواہد داد او سبحانہ آں شفاعت را دراہلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تا ایں کہ خواہد گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[4] خوشنود شدم[5]"

و از حضرت امام جعفر صادق روایت کردہ اند :

رَضِيَ جَدِّيْ اَنْ لَّا يَدْخُلَ النَّارَ مُوَحِّدٌ

" خوشنودی جدِ من یعنی آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ[6] علیہ وسلم این است کہ[7] در نیاید در دوزخ ہیچ توحید کنندہ "

در مشکوٰۃ شریف از صحیح مسلم از عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کردہ :

اِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ تعالیٰ رَبِّ اِنَّهُنَّ[8] اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَقَالَ عِيْسٰى اِنْ تُعَذِّبْهُمْ[9] فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا جِبْرَئِيْلُ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَّرَبُّكَ اَعْلَمُ فَاسْئَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ فَاَتَاهُ

---

[1] آیت قرآن (پ) [2] است × (ذ) [3] فبدرستی (ذ) [4] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ)
[5] در اصل نسخہ شوم [6] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ) [7] کہ × (ذ) [8] انہم اضلین (پ)
[9] ان تعذبہم عبادک (پ)

جِبْرَئِيْلُ فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بِمَا قَالَ فَقَالَ اللهُ لِجِبْرَئِيْلَ اِذْهَبْ اِلیٰ مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا[1] سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ ۔

"یعنی بدرستی که پیغامبر صلی اللہ تعالےٰ علیه وسلم خواند قولِ خدائے تعالےٰ اے پروردگار! بتاں گمراه کرده اند بسیارے را از مردماں پس کسے که پیروی من کند از منّی[2] است و ایں مقوله حضرتِ ابراہیم علیه السلام است و گفت عیسیٰ اگر عذاب کنی ایشاں را پس بدرستی ایشاں[3] بندگانِ تُو اند، پس بر داشت آنحضرت ہر دو دستِ خود پس گفت اے بارِ خدایا! امتِ من! امتِ من! و گریست، پس گفت خدائے تعالیٰ اے جبرئیل رَد سوئے محمد و حال آنکه پروردگارِ تو دانا تر است پس بپرس او را چه چیز او را می گریاند، پس آمد آنحضرت را جبرئیل علیه السلام پس پُرسید جبرئیل علیه[4] السلام آنحضرت صلی[5] اللہ تعالےٰ علیه وسلم را، پس خبر داد جبرئیل را پیغمبرِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیه وسلم بآنچه که گفته، پس گفت خدائے تعالےٰ به جبرئیل که برو سوئے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیه وسلم پس بگو که بدرستی ما عنقریب خوشنود خواہیم[6] کرد ترا در امتِ تو و ناخوش نخواہیم[7] کرد ترا۔"

ازیں حدیث شریف مقدارِ شفقت و رافتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم

---

[1] انا سرضنک (پ) [2] از آن من (ذ) [3] ایشان × (ذ) [4] علیه السلام × (پ) [5] و [5] صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم × (پ) [6] خواہم (ذ) [7] خواہم کرد (پ)

بر حالِ امت خود و رأفت و محبتِ خدائے تعالیٰ با آنحضرت و رضا خواستنِ او سبحانہ برائے ایشاں و پذیرا کردن او تعالیٰ شفاعتِ آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بارۂ امت[1] او تا آنکہ آنحضرت صلّی[2] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی شوند[3] تواں دریافت و ازیں حدیث معنیٔ قولِ او سبحانہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ تواں فہمید۔

و منہا قولہ تعالیٰ :

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

" نزدیک است کہ بفرستد ترا پروردگارِ تو در مقامِ محمود "

از ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کردہ اند کہ می گفت بدرستی مردماں در روزِ قیامت، جماعت جماعت خواہند گشت، ہر امتی در پۓ پیغامبرِ خود خواہند رفت و خواہند گفت کہ اے فلاں! شفاعت کن برائے ما، اے فلاں! تا منہایت گیرد شفاعت بہ پیغامبرِ ما صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس ہماں روز لیست کہ خواہد فرستاد آنحضرت را خدائے تعالیٰ در مقامِ محمود۔

و از ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ست کہ پرسیدند ازیں آیت رسولِ خدا را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنحضرت صلّی[4] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود کہ آں شفاعت است و کعب بن[5] مالک از آنحضرت روایت کردہ کہ حشر کردہ خواہند شد مردماں در روزِ قیامت پس من و امت من در بلندی خواہیم[6] بود و خواہد پوشانید مرا پروردگارِ من حلّہ سبز پس خواہم[7] گفت آنچہ خواست خدائے تعالیٰ اینکہ بگویم، پس ہماں مقامِ محمود است۔

و از ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مروی است...

---

۱ و ۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۳ شود (پ) ۴ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ)

۵ و گفت ابنِ مالک (ذ) ۶ خواہم بود (پ) ۷ خواہیم (ذ)

که بدرستی مقامِ محمود مقامیست از راستائی عرش که بایستد آنحضرت صلی[1] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دراں مقام که نه ایستد دراں غیر او صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وہمہ غبطہ کنند باو علیہ السلام پیشینیاں و پسیناں دراں مقام۔

و در روایتے آمدہ که فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آں مقامِ محمود مقامیست که شفاعت کنم دراں مقام برائے امتِ خویش۔

و از حذیفہ آوردہ اند که گفت :

يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ حَيْثُ يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ حُفَاةً عُرَاةً كَمَا خُلِقُوْا سُكُوْتًا لَا تَتَكَلَّمُ[2] نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔

"جمع گرداند خدائے تعالےٰ مردماں را در زمینے ہموار، جائے که داعی ایشاں شنواند و بصر بہمہ ایشاں رسد، دراں حال که برہنہ پا و اندام بوند[3] چنانکہ آفریدہ شدہ بودند و خاموش باشند، سخن[4] نگوید[5] ہیچ نفس جز بہ پروانگی پروردگار"

فَيُنَادِيْ مُحَمَّدًا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

"پس ندا کند خدائے تعالےٰ محمد را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ۔

"پس بگوید آنحضرت بطاعتِ[6] تو ایستادہ ام و نیک بختی از تست وہمہ نیکی

---

[1] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ) [2] لایتکلم (پ) [3] بودند (ذ) [4] سخن × (ذ) [5] بگو (پ) [6] بشفاعت ایستادہ ام (ذ)

از تو بود و بدی را سوے تو نسبت کرده نشود یا گویند بدی سوے تو[1]

بالا نرود "

وَ الْمُهْتَدِیْ مَنْ هَدَیْتَ وَعَبْدُكَ بَیْنَ یَدَیْكَ

" راه یابنده کسے است که تو او را راه نمودی و بندهٔ تو پیشِ تو ایستاده

است بطاعتے که فرمودی "

وَلَكَ الْحَمْدُ وَ اِلَیْكَ لَا مَلْجَاَ[2] وَلَا مَنْجَا مِنْكَ

اِلَّا اِلَیْكَ -

" و مر ترا است حمد و سوے تست و نیست جائے[3] پناه و جائے نجات

از تو مگر سوے تو "

تَبَارَكْتَ وَتَعَالَیْتَ سُبْحٰنَكَ رَبَّ الْبَیْتِ

" بزرگی و برتری و[4] پاکی مر ترا است از آنچه ناسزا است اے پروردگار

کعبه ! "

فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ ذَكَرَهُ اللّٰهُ

" پس ہمیں مقامِ محمود است آنکه ذکر فرمود آنرا خدائے تعالے "

و ابنِ عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما گفته :

اِذَا دَخَلَ اَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ

فَتَبْقٰی اٰخِرُ زُمْرَةٍ مِنَ الْجَنَّةِ وَ اٰخِرُ زُمْرَةٍ مِنَ

النَّارِ فِی النَّارِ -

" چوں در آیند اہلِ دوزخ در دوزخ و اہلِ بهشت در بهشت ، پس

---

[1] تو × (پ) [2] لا ملجأ منك (ذ) [3] جائے پناه و × (ذ) [4] فی الاص

باقی[1] بماند آخر گروہ از اہلِ بہشت و آخر گروہ از اہلِ دوزخ در دوزخ ۔"

فَتَقُوْلُ زُمْرَةُ النَّارِ لِزُمْرَةِ الْجَنَّةِ مَا نَفَعَكُمْ إِيْمَانُكُمْ۔

"پس بگوید گروہِ دوزخ مر گروہِ بہشت را کہ سود نکرد شمارا ایمانِ شما"،

فَيَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ وَيَضِجُّوْنَ فَيَسْمَعُهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَسْئَلُوْنَ اٰدَمَ وَغَيْرَهٗ بَعْدَهٗ فِي الشَّفَاعَةِ لَهُمْ۔

"پس بخوانند پروردگارِ خود[2] را و نالش و فریاد کنند، پس شنوند نالۂ ایشاں را اہلِ بہشت، پس سوال کنند[3] آدم و غیرِ او را، پس او، در شفاعت برائے ایشاں ۔"

فَكُلٌّ يَعْتَذِرُ حَتّٰى يَأْتُوْا مُحَمَّدًا فَيَشْفَعُوْا لَهُمْ فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ۔

"پس ہمہ پیغمبراں عذر نمایند تا کہ[4] اہلِ بہشت در حضرتِ محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آیند و آنحضرت برائے ایشاں شفاعت نمایند، پس ہماں مقامِ محمود است ۔"

و مروی است کہ حضرتِ جابر بن عبد اللہ برائے یزید فقیر گفت آیا شنیدی مقامِ محمد را صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یعنی[5] آں مقام کہ خواہد فرستاد آنحضرت را خدائے تعالےٰ دراں مقام، یزید گفت آرے، جابر گفت بدرستی آں مقامِ محمد است کہ محمود نام دارد و آنکہ بیروں آرد خدائے تعالےٰ بداں مقام کسے را کہ بیروں آید از دوزخ

---

[1] باقی × (پ) [2] خود × (پ) [3] کنند × (پ) [4] تا آنکہ، باید [5] کہ یعنی (پ)

و ذکر[1] کرد جابر حدیثِ شفاعت در برآوردن عاصیانِ امت از دوزخ و همچنیں از انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] کہ گفت[3] پس همیں مقامِ محمود است آنچہ وعدہ کردہ است خدائے تعالیٰ بآنحضرت، و از شیبان آمدہ کہ بدرستی مقامِ محمود شفاعت[4] است در امت بروزِ قیامت۔

قتادہ گوید:

کَانَ اَهْلُ الْعِلْمِ یَرَوْنَ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ شَفَاعَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

"بودند اہلِ علم می دانستند مقامِ محمود را شفاعتِ آنحضرت[5] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروزِ قیامت۔"

وَ اَمَّا السُّنَّةُ فمنها الحدیث الصحیح:

لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ یَدْعُوْ بِهَا وَ اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

"یعنی ہر پیغامبرے را دعوتِ مستجاب است کہ دعا کند بداں[6] و من پوشیدہ داشتم دعوتِ خود را برائے شفاعتِ امتِ خود بروزِ قیامت۔"

اہلِ علم گفتہ اند کہ معنیٔ حدیث این است کہ ہر پیغامبر را دعوتے مستجاب آنچنان است کہ اجابتِ آں لازم گرفتہ شدہ و باجابتِ آں، وقتِ دعوت یقین دادہ شدہ است والا برائے ہر پیغامبرے دعواتِ بسیار مستجاب اند، و برائے پیغامبرِ ما کہ دعواتِ مستجابہ خارج از حصر و حساب۔ ازیں حدیث ثابت است کہ شفاعت و دعائے آنحضرت را[7] برائے ایشاں بالیقین مستجاب و مقبول است۔

---

[1] و ذکر کرد جابر حدیثِ شفاعت × (پ) [2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ × (ذ) [3] گفت انس (پ) [4] شفاعت در رأفت بروزِ قیامت (پ) [5] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [6] براں (ذ) [7] را نباید

ومنها ما روی عن انسٍ :

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم یَقُوْلُ لَاَشْفَعَنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لِاَکْثَرَ مِمَّا فِی الْاَرْضِ مِنْ حَجَرٍ وَّشَجَرٍ۔

"گفت انس شنیدم پیغامبر خدا را صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کہ می فرمودند ہر آئنہ شفاعت خواہم کرد در روز قیامت برائے مردمانیکہ بیشتر اند از آنچہ در زمین است از سنگ و درخت۔"

ومنها ما روی فی الصحاح قال علیہ الصلوٰۃ والسلام :

یَجْمَعُ اللّٰہُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیَھْتَمُّوْنَ اَوْ قَالَ فَیُلْھَمُوْنَ فَیَقُوْلُوْنَ لَوِاسْتَشْفَعْنَا اِلٰی رَبِّنَا۔

فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم "جمع کند خدائے تعالے اولین و آخرین را بروز قیامت پس ہمہ غمگین شوند یا گفت کہ الہام کردہ شوند بدینکہ برائے طلب شفاعت روند، پس بگویند کہ اگر کسے را شفیع خواہیم سوئے پروردگار خود۔"

در بعض روایات آمدہ :

مَاجَ بَعْضُھُمْ فِیْ بَعْضٍ

" بر ہم شوند مردماں، بعض ایشاں در بعضے"

و از ابی ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ مروی شدہ :۔

لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام (پ)

فَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ
مَا لَا يُطِيقُونَ وَ[1] لَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُونَ اَلَا تَنْظُرُوْنَ
مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ۔

"یعنی پس نزدیک شود آفتاب پس رسد مردماں را از غم آنچہ طاقتِ آں نیارند و برداشتِ آں ندارند، پس بگویند باہم آیا نمی بینید کسے را کہ شفاعت کند[2] کسے برائے شما"

فَيَأْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ
اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَ نَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ اَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ[3]
وَ اَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ، وَعَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ شَيْءٍ
اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا
اَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ۔

"پس بیایند بر آدم علیہ السلام پس بگویند کہ تو آدم ابو البشر ہستی آفریدہ ترا خدائے تعالےٰ بدستِ قدرتِ خود و در دمید در تو از روحِ خود و جائے داد ترا در بہشتِ خود و ساجد گردانید برائے تو فرشتگانِ خود را و آموخت ترا نامہائے ہر چیز، سفارش کن برائے ما نزدِ پروردگارِ خود تا کہ راحت دہد ما را ازیں جائے دشواری، آیا نمی بینی ایں دشواری را کہ ما دریں ہستیم"

فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ
قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَ نَهَانِيْ عَنِ

[1] ذ لایحتملون (ذ) [2] در اصل، کند × [3] جنة (ذ)

الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ، نَفْسِي، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِي اِذْهَبُوْا اِلٰى نُوْحٍ۔

"پس آدم علیہ السلام گوید کہ بدرستی پروردگارِ من خشم کردہ است امروز، خشم کردنی کہ مانندِ آں پیش ازیں نکردہ[1] و بعد ازیں مانندِ آں نخواہد کرد و مرا از خوردنِ درخت نہی کردہ بود پس از من عصیان روے نمود بروید سوے غیرِ من، بروید سوے نوح۔"

فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا اَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ اَلَا تَرٰى مَا بَلَغَنَا اَلَا تَشْفَعُ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ۔

"پس بیایند بر نوح علیہ السلام پس بگویند کہ تو اولِ رسولاں ہستی سوے اہلِ زمین و نامیدہ است ترا خدائے تعالےٰ بندہ شکور، آیا نمی بینی آنچہ رسیدہ است مارا، آیا شفاعت نمی کنی برائے ما نزدِ پروردگارِ خود۔"

فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ۔

"پس بگوید نوح علیہ السلام کہ بدرستی پروردگارِ من خشم کردہ است امروز خشم کردنی کہ خشم نکردہ است قبل ازیں مانندِ ایں و خشم نخواہد کرد بعد ایں مانندِ ایں و او علیہ السلام گوید نفسی نفسی۔"

---

[1] نکرد (ذ)

و در روایتِ انس آمده :

وَ يَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ سُؤَالَهُ رَبَّهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

" و یاد کند نوح علیہ السلام خطائے خود را کہ رسیدہ بود کہ آں سوالِ او است مر پروردگارِ خود را بہ نجاتِ پسرِ خود بے علم "

و در روایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ آمدہ (در قولِ نوح علیہ السلام)

وَقَدْ كَانَتْ لِيْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلٰى قَوْمِيْ

" یعنی خواہد گفت نوح علیہ السلام بہ تحقیق بودہ مرا دعوتے کہ دعا کردم بداں مر قومِ خود را "

اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ فَاِنَّهُ خَلِيْلُ اللّٰهِ۔

" بروید سوئے غیرِ من ، بروید سوئے ابراہیم کہ بدرستی او خلیل اللہ است "

فَيَأْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهُ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ اَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ۔

" پس بیایند بر ابراہیم علیہ السلام پس بگویند کہ تو پیغامبرِ خدا و خلیل او از اہلِ زمین ہستی ، سفارش کن برائے ما سوئے پروردگارِ خود آیا نمی بینی آنچہ ما دراں ہستیم "

فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا فَذَكَرَ مِثْلَهُ وَيَذْكُرُ ثَلٰثَ كَلِمَاتٍ كَذَبَهُنَّ ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ

وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوْسٰى فَاِنَّهٗ كَلِيْمُ اللّٰهِ۔

"پس بگوید ابراہیم علیہ السلام مانند آنچہ نوح علیہ السلام فرمود و یاد کند آں سہ کلمہ کہ بدروغ گفتہ بود لیکن[1] شما بر موسےٰ علیہ السلام بروید زیراکہ او ہم سخن پروردگار است۔"

فَاِنَّهٗ عَبْدٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ التَّوْرَاةَ وَكَلَّمَهٗ وَقَرَّبَهٗ نَجِيًّا۔

"زیراکہ بدرستی او بندہ ایست کہ داد خدائے تعالےٰ او را توریت وکلام کرد باو و نزدیکی داد او را در حالتِ مناجات۔"

قَالَ فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ وَقَتْلَهُ النَّفْسَ وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسٰى فَاِنَّهٗ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ۔

"پس آیند بر موسےٰ علیہ السلام پس گوید موسےٰ علیہ السلام نیستم برائے شفاعت و یاد خواہد کرد خطائے را کہ رسید و کشتنِ خود جانِ قبطی، نفسی نفسی، لیکن بر شما لازم است کہ بر عیسےٰ علیہ السلام بروید زیراکہ او روحِ خدا و کلمۂ اوست۔"

فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ۔

"پس بیایند بر عیسےٰ علیہ السلام، پس بگوید برائے شفاعت نیستم لیکن بر شما

---

[1] الکن (ذ)

لازم است کہ بروید بر محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، او بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدائے تعالےٰ مراو را از گناہان پیشین و پسین او "

فَيَأْتُونِي فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَإِذَا رَأَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا۔

"پس بیایند بر من، پس بگویم من خاص برائے شفاعت ہستم، پس بدگاہ روم و اذن خواہم از پروردگار، پس اذن دادہ شود برائے من، پس ہرگاہ او تعالیٰ را بینیم افتم سجدہ کناں "

و در روایتے آمدہ :

فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَخِرُّ سَاجِدًا

"پس بیایم زیر عرش پس باُفتم[1] سجدہ کناں"

و در روایتے آمدہ :

فَأَقُوْمُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهٗ بِمَحَامِدَ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهَا إِلَّا أَنْ يُّلْهِمَنِيْهَا اللّٰهُ۔

"پس ایستادہ شوم پیش پروردگار[2] پس حمد کنم او را بآں محامد کہ توانائی براں ندارم مگر آنکہ الہام کند مرا آں را خدائے تعالےٰ "

و در روایتے آمدہ :

فَيَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ بِمَحَامِدَ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَّمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى أَحَدٍ قَبْلِيْ۔

"پس بکشاید خدائے تعالےٰ بر من از محامد و حسنِ ثنا بر خویش چیزے

---

[1] یافتم (پ)   [2] پروردگار من (ذ)

کہ بکشادہ است بر کسے پیش از من "

فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

"پس فرمان دادہ شود اے محمد! سرِ خود بردار بخواہ (آنچہ خواہی)[1] تا دادہ شوی وشفاعت کن تا شفاعت تو قبول کردہ آید "

فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي۔

"پس سرِ خود بردارم پس گویم اے پروردگار! امتِ من امتِ من!"

فَيَقُولُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ۔

"پس خدائے تعالےٰ فرماید درآر از امتِ خود کسانے را کہ حساب نیست برآنہا از درِ راستیں از درہائے بہشت وایشاں شریک مردمانِ دیگر اند در چیزے کہ ورائے آں باب است از ابواب "

ودر روایتِ دیگر آمدہ است :

فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ لَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي۔

"پس گفتہ شود برائے من اے محمد! سرِ خود را[2] بردار وبگو کہ شنودہ خواہد شد

---

[1] (آنچہ دانی) (ذ)　[2] را × (ذ)

برائے تو وشفاعت کہ مقبول خواہد افتاد، بخواہ کہ دادہ خواہی شد "

فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ بُرَّةٍ[1] اَوْ شَعِيْرٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ فَانْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ـ

" پس می فرماید[2] کہ برو پس ہر کہ در دلِ او ہموزن یک دانہ گندم یا جو از ایمان باشد او را از آتش بیرون آر پس بروم پس بکنم "

ثُمَّ اَرْجِعُ اِلٰى رَبِّىْ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَ ذَكَرَ مِثْلَ الْاَوَّلِ وَ قَالَ فِيْهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ قَالَ[3] فَاَفْعَلُ ـ

" پس باز بر پروردگار بروم و او را محامد مذکور بخوانم و یاد کرد در حدیث مثلِ حدیثِ اول و گفت دراں حدیث ہمچو دانہ خردل یعنی ہر کہ چوں دانہ خردل ایمان داشتہ باشد او را از آتش بر آر[4] فرمود پس بیروں آرم "

ثُمَّ اَرْجِعُ وَ ذَكَرَ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ وَ قَالَ فِيْهِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ اَدْنٰى اَدْنٰى[5] مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَاَفْعَلُ ـ

" پس باز روم و ذکر فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانندِ آنچہ بالا گذشت و فرمود دراں بار ہر کہ باشد در دلِ او اندک تر از دانۂ خردل بیروں آر، پس[6] بکنم یعنی بیروں آرم او را از آتش "

---

[1] برة (ذ) [2] بفرماید (پ) [3] قال × (ذ) [4] برآور (ذ) [5] ادنیٰ سہ بار (ذ)

[6] پس بکنم (تا) او را × (ذ)

ثُمَّ اَرْجِعُ وَ ذَكَرَ فِي الْمَرَّةِ الرَّابِعَةِ فَيُقَالُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اِئْذَنْ لِيْ فِيْ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

" پس باز روم و یاد فرمود کہ در بار چہارمیں، پس فرمان دادہ شود برائے من کہ سرِ خود بردار و بگو کہ شنیدہ خواہد شد، شفاعت کن کہ مقبول خواہد افتاد و بخواہ کہ دادہ خواہی شد، پس بگویم اے پروردگار! دستورے دِہ برائے من در حق کسانے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ گفتہ اند "

قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ اِلَيْكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِيْ وَكِبْرِيَآئِيْ وَعَظَمَتِيْ وَجِبْرِيَآئِيْ لَاُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

" فرمان شود نیست ایں مفوض بگر سوگند[1] عزت و کبریا و عظمت و قہر من ہر آئنہ بیروں آرم از آتش کسانے را کہ گفتہ اند لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "

و در روایتِ قتادہ از اں حضرت آمدہ :

فَلَآ اَدْرِيْ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ اَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ ۔

" راوی گفتہ نمی دانم در بارِ سوئمی یا چہارمی پس گوید آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اے پروردگار! نماندہ در آتش مگر کسے کہ حبس کردہ است او را قرآن اے کسیکہ واجب شدہ بروے خلود در دوزخ "

---

[1] سوگند × (پ)

باید دانست کہ ازیں حدیث شریف کہ بطرق متعددہ در کتب صحاح مروی است
چند مطالب ثابت می شوند۔
یکے[1] آنکہ اولین و آخرین یکسر در عرصاتِ محشر سراسیمہ و[2] مضطر بودہ طریقِ عجز و سیلہ جستن و شفیع خواستن در حضرتِ مالکِ داور نخواہند یافت و کسے از ایشاں از پناہ بردن و وسیلہ آوردن سر بر نخواہد تافت و ہر یک از اینہا اول سوئے آدم علیہ السلام و بعد ایشاں سوئے دیگر رسل عظام خواہند[3] شتافت و کسے از ایشاں سوائے حضرتِ سید المرسلین سرورِ اولین و آخرین حبیب رب العالمین بارِ شفاعت نخواہد یافت، پس گنہگارے، ناہنجارے از شفاعتِ محمدی ناامیدوارے کہ بے استشفاع و وسیلہ جوئی بہ تقاضائے ہرزہ سرائی و یاوہ گوئی بر زبان آرد و عقیدہ دارد کہ بکسے التجا نکردہ سوئے احدے روئے توسّل نا وردہ بے سبب شفاعتِ محمدی موردِ رحمتِ ایزدی خواہد شد، خیالش خام و سودایش ناتمام است۔
دومی ایں کہ از ارشادِ فیض بنیادِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :
فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ
ظاہر و آشکار است کہ آنحضرت سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ پیش از فرمانِ الٰہی کہ سَلْ تُعْطَہْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ بہ شفاعت ماذون و آنحضرت را استجابتِ شفاعت بہ یقین مقرون بود، چہ بے اذنِ الٰہی و یقینِ استجابتِ شفاعت از بارگاہِ ایزدی ارشادِ ایں کلمہ معنی ندارد، پس اذن ہماں است کہ در قرآنِ مجید ارشاد شدہ است :
وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

---

[1] د × (ذ) [2] در اصل نسخہ، خواہد [3] کہ از × (ذ)

ویقین باستجابتِ شفاعت از بشارتِ

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

وازاں ہمت کہ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دعوتِ مستجابۂ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بودہ است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آں را برائے امتِ خود پوشیدہ داشتہ بآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل بود۔

سوئمی ایں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را در بارگاہِ ایزدی غایت وجاہت وکمالِ محبوبیت حاصل است چہ ہر یک از رسلِ اولوالعزم دراں ہنگام برخود لرزاں و درکارِ خود حیراں خواہند بود و آنحضرت در ہمچو ہنگام بسببِ منزلت و وجاہت و محبوبیت ومقبولیتِ خود برانجاح سوالِ مستشفعین اقدام و برائے شفاعتِ[1] ایشاں تکفل سرانجام خواہد فرمود۔

چہارمی اینکہ در نجات کسانے کہ منکرِ رسالت ومقرِ توحید بودند، شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم راسببیت ومداخلت نخواہد بود وکسانے راکہ اقرارِ توحید و رسالت دارند اوسبحانہ آمرزش ومغفرت بے توسطِ سببِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نخواہد فرمود۔

پنجم آنکہ غایت کرامت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برحضرت رب العزت ازیں حدیث مستنبط می شود کہ اجابت وقبول واسعافِ[3] مامول از پیش گاہِ حضرتِ ایزدِ متعال برائے دعا وسوال آنحضرت استقبال خواہد فرمود، چہ پیش از دعا وسوالِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمان خواہد شد سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

ششم اینکہ[4] کمالِ شفقت و رحمت از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برحالِ امت

---

[1] ازیں (پ) [2] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ذ) [3] اشفاق (ذ) [4] اینکہ × (ذ)

ازیں حدیث معلوم می شود کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را بجز فکرِ امت خود در روزِ محشر هیچ[1] یک امر پیشِ نظر نخواهد بود چنانکہ دیگر رسل را فکرِ ذاتِ خود خواهد بود کہ نفسی نفسی خواهند گفت، آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را فکرِ امتِ خود خواهد بود کہ امتی امتی خواهند فرمود۔

هفتم اینکہ[2] اہلِ کبائر از مؤمنین بہ فیض شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نجات خواهند یافت، چہ البتہ مثقالِ ذرہ از ایمان دارند، پس بلاشبہ مشمولِ شفاعتِ آنحضرت خواهند بود و آنچہ معتزلہ گمان می برند کہ شفاعت را در حطِّ کبائر مدخل نیست جہل و نادانی آں گروہِ خذلان پژوہ[3] است۔

ومنها ما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما، عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

يُوْضَعُ لِلْاَنْبِيَاءِ مَنَابِرُ يَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا وَ يَبْقٰى مِنْبَرِيْ لَا اَجْلِسُ عَلَيْهِ قَائِمًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّيْ مُنْتَصِبًا۔

"خواهند نهاد برائے پیغمبراں منبرہا کہ براں خواهند نشست و خالی خواهد[4] ماند منبرِ من، نخواهم نشست براں، کہ پیش پروردگارِ خود[4] خواهم استاد۔"

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَا تُرِيْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِكَ۔

"پس بہ فرماید خدائے تعالےٰ چہ می[5] خواهی آنکہ بکنم[6] با امتِ تو"

فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ

---

[1] هیچیک (پ) [2] آنکہ (ذ) [3] بردہ (ذ) [4] خود × (ذ) [5] چہ خواهی (ذ) [6] بکنیم (پ)۔

"پس بگویم اے پروردگار! زود کن حساب ایشاں"

فَيُدْعٰى بِهِمْ فَيُحَاسَبُوْنَ

"پس ایشاں خوانده شوند، پس حساب کرده شوند ایشاں"

فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِيْ۔

"پس بعض ایشاں کسے باشد که در آید به بهشت به سبب رحمتِ او تعالیٰ و بعضے ایشاں کسے باشد که در آید به بهشت به سبب شفاعتِ من"

وَلَآ اَزَالُ اَشْفَعُ حَتّٰى اُعْطٰى صِكَاكًا بِرِجَالٍ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ حَتّٰى اَنَّ خَازِنَ النَّارِ يَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ مَا تَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِيْ اُمَّتِكَ مِنْ نَقْمَةٍ۔

"و من همیشه شفاعت کنم و از شفاعت باز نمانم تا آنکه بدهند مرا کتابهائے[1] مغفرت بمردمانیکه بدرستی فرمان شده بود به جهت ایشاں بدخولِ نار تا آنکه خازنِ دوزخ هر آئنه گوید اے محمد! صلی الله تعالےٰ علیه وسلم نگذاشتی برائے خشمِ پروردگارِ خود در امتِ خود هیچ نقمه"

ازیں حدیث ثابت شد که او سبحانه بسبب وجاهت و محبتِ آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیه وسلم با امتِ محمدی معامله باسترضائے آنحضرت خواهد فرمود با ایشاں حسبِ خواهشِ آنحضرت صلی الله تعالےٰ علیه وسلم تعجیل در محاسبه خواهد کرد و کسانیکه بے گناه یا کثیر الخیرات خواهند بود به سبب رحمتِ الٰهی داخلِ بهشت خواهند شد و شفاعتِ آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نسبت به ایشاں در تعجیلِ حساب است نه در نجات دادن از

---

[1] کتابہائے اسماءِ مردمانیکہ (ذ)

عقاب وکسانیکہ گنہگار و بہ سیئاتِ اعمالِ خود گرفتار خواہند بود بسبب شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بہ بہشت خواہند در آمد، در نجاتِ آنہا شفاعتِ محمدی سبب خواہد بود تا اینکہ بہ فیضِ شفاعتِ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسانے کہ بدخولِ نار ماموره شده باشند، فرمانِ آمرزش یابند و خازنِ دوزخ باآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کند کہ ہیچ[1] کس را از امتِ خود برائے خشم پروردگار نگذاشتی۔

ومنہا ما روی عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

" شفاعتِ من برائے اہلِ کبائر است از امتِ من "

ومنہا ما روی عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اَتَانِیْ اٰتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِیَ الْجَنَّۃَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَۃِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ وَھِیَ لِمَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔

" آمد بر من آینده از نزد پروردگارِ من، پس مخیر گردانید مرا درمیان اینکہ درآید نیم امتِ من در بہشت و درمیانِ شفاعت پس اختیار کردم شفاعت را و آں شفاعت برائے کسے است کہ مرد در حالتے کہ شریک نمی گرداند باخدا ہیچ چیز را "

بالجملہ آیاتِ بسیار و آثارِ بے شمار دریں باب وارد اند وفیما ذکرنا کفایۃ۔ الحاصل کہ حقیقتِ شفاعت علی العموم مفہوم وحالِ شفاعتِ سیدنا سید الاولین والآخرین علی الخصوص

---

[1] ہیچک (ذ)

منکشف و معلوم شد، اکنوں در کلامِ لاطائل قائل کہ مستفتی سائل از صدق و کذبِ آں استفسار کردہ تامل باید کرد و باید دانست کہ ہمہ آں کلام، از آغاز تا انجام، اوہام ناتمام، بلکہ سودائے پختہ و خیالِ خام است بچند وجوہ :-

اول اینکہ بسم اللہ غلط، ایں قائل امیدواری را بہ فراموشکاری نامیدہ، گناہگاران بے طاعت، امیدوارانِ شفاعت را بغلط کاری نسبت کردہ خود در غلط و تغلیط افتادہ، چہ باثبات رسیدہ کہ اجابتِ شفاعتِ جناب حضرتِ سرور برائے اہلِ کبائر یقینی است، پس امیدواراں را غلط فہم و فراموشکار نامیدن چہ خود فراموشی و چہ غلط فہمی و بددینی است، ہر کہ از شفاعت نومید باشد نومید ماند!

دوم اینکہ ایں قائل سفارش را سہ قسم کردہ، در ہر قسم معنئ سفارش راست نمی آید، چہ در صورتِ اول و ثانی تحکم و فرمان فرمائی و در صورتِ ثالث کہ بادشاہ خود بر مجرم رحم آوردہ بپاسِ سر رشتۂ[1] آئینِ خود اظہارِ رحمِ خود نتوانست کرد، ناچار بہانہ جستہ کسے را شفاعت خواہِ وے نمودہ، نامِ عفو بر زبان برد، تلبیس و غلط نمائی است، پس ایں قائل یا جاہلِ متعالم است کہ معنئ سفارش در فہمِ او نمی آید یا عالمِ متجاہل[2] کہ معنئ سفارش را واژگونہ می نماید۔

سوم اینکہ ایں کس کہ صورتِ اول، شفاعتِ وجاہت نامیدہ است ظاہراً معنئ وجاہت نہ فہمیدہ یا معنئ سفارش بہ فہمِ او نرسیدہ است، چہ در صورتِ مذکورہ عفوِ جریمہ بخوفِ مضرت در حالِ عدمِ قبولِ شفاعت است و ایں معنی نہ از لفظِ شفاعت مفہوم می شود نہ از لفظِ[3] وجاہت، معلوم نیست کہ ایں معنی از کجا بخاطرِ خطیرِ ایں تحریر خوش تحریر مخطور و لفظِ مذکور را از افادتِ معنی رہ داری از چہ وجہ بر آمدہ در معنئ مخترع باستعمال

۱۔ سر رشتہ (پ)   ۲۔ متجاہل است (پ)   ۳۔ لفظ × (ذ)

درآمده در رسالۂ عقائدِ مذکور، مسطور و در مشتے بازاریاں متعارف و مشہور شدہ۔

علاوہ ازیں در نصِ قرآنی انبیاء و رسل را بوجاہت ستودہ در حق حضرت کلیم صلوات اللہ وسلامہ علیہ

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا

در حقِ حضرتِ مسیح علیہ السلام

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

فرمودہ اند، اہلِ تفاسیر وجاہت را در آخرت بہ شفاعت تفسیر کردہ اند، وازیں جا تفسیرِ[1] قرآن دانیٔ ایں قائل تواں دریافت۔

اگر کسے گمان برد کہ ایں قائل اصطلاح کردہ است بر اطلاق شفاعتِ وجاہت بر صورتِ اولیٰ، ولا مشاحۃ فی الاصطلاح، وشک نیست درایں کہ قول بتحقیقِ[2] صورتِ اولیٰ در حضرتِ ایزدی سبحانہ وتعالےٰ شرک وجہل است۔

گفتہ شود کہ اصطلاح وتفسیرِ[3] در معانی الفاظے کہ در کلامِ الٰہی واحادیثِ نبوی مستعمل اند وقرار دادن آں الفاظ بازائے معانی فاسدہ جائز و روا نیست، چہ ایں چنیں اصطلاح بر داختن مردماں را در غوایت وعمایت انداختن است مثلاً اگر کسے بے دینے بگوید کہ آنحضرت علیہ السلام رسول اللہ نیستند وایں کلمہ در کتابے کہ برائے تلقینِ عقائد بعامہ تالیف کردہ باشد ثبت کردہ اند، ہرگاہ کسے برا دمواخذہ کند کہ نفی نبوت ورسالت از آں حضرت کفر وانکارِ نصوص است، گوید کہ اصطلاح کردہ شد بریں کہ نبوت ورسالت بمعنی غلبہ وتسلط است وشک نیست کہ اثبات غلبہ وتسلط آں حضرت بر جنابِ باری عزوجل شرک وکفر است، آیا ایں بے دین

---

[1] تفسیر دانی (پ) [2] در اصل نسخہ "بحقیق" [3] تعبیر (پ)

درچنیں اصطلاح معذور داشتہ خواہد شد و کلمۂ لا مشاحۃ فی الاصطلاح عذر خواہ او تواند شد، کلاّ با آں مصطلح بمجرد ایں اصطلاح کافر می شود۔

ہمچناں اگر کسے گوید کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یا حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام عند اللہ وجیہ نیستند، و ہر گاہ کہ کسے برا و مواخذہ کند کہ نفی وجاہت ازاں حضرات کفر صریح است گوید کہ من اصطلاح کردہ ام برایں کہ در وجاہت تسلط و قدرت بر مضرت ماخوذ است و شک نیست در انتفاء ایں معنی ازآں حضرات، نسبت بخدائے تعالےٰ آں بے دین بمجرد ایں اصطلاح از دائرۂ ایمان بہ یقین بیروں گردد و کلمۂ لا مشاحۃ فی الاصطلاح وجہ معذرت او نمی تواند شد۔

باایں ہمہ ایں قائل دعوائے اصطلاح خود نمی کند، می گوید ایں صورت را شفاعت وجاہت گویند پس او بآں شناعت[1] کہ مذکور شد در شناعت[1] اختلاق و افتراء ہم گرفتار است، نعوذ باللہ المتعال من الضلال والاضلال۔

چہارم ایں کہ قولِ او :

"اوس شہنشاہ کی یہ شان ہے"

باسباقِ کلام مربوط نیست چہ معنی ایں کلام چنانکہ در مقامِ ثانی مذکور شود صحت تعلق تکوین بہ ہزارہا انبیاء و اولیاء و جنّہ و ملائکہ[2] و بامثالِ جبریل امین و حضرت سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم است و ایں معنی را بانفیِ مداخلتِ کسے در کارخانجاتِ ملکِ الٰہی ربطِ بیّن نیست چنانکہ اگر کسے گوید کہ در کارخانۂ بادشاہے کدام امیر یا وزیر را دخل کثیر[3] و تسلط کبیر است و ہر چہ او بہ بادشاہ می گوید بادشاہ را از امتثال آں برائے حفظ رونق و سلطنت ناگزیر، در نفیِ ایں کلام نتواں گفت کہ بادشاہ اگر خواہد دیگراں را بہ منصبِ آں

---

[1] (؟) [1] در اصل نسخہ "شفاعت" است [2] و ملائکہ امثال جبریل امین، باید [3] کثیر × (ذ)

امیر رساند و رعایا را با این امیرِ عالی منزلت برابر گرداند زیرا که این معنی دلالت بر نفی مداخلتِ این امیر در کارخانهٔ بادشاہے نمی کند۔

بلکہ چنیں بایستے گفت کہ کسے را در کارخانجاتِ الٰہی مداخلت ہیچگونہ نیست تا از رنج و ناخوشی او بے رونقی در کارخانجاتِ الٰہی تواند رسید، خواہ آں کس ممکن الوجود باشد یا مستحیل الوجود و آں کس کثیر الامثال باشد یا بے نظیر و بے عدیل، پس ایں کلام با وصفِ بطلانِ آں فی نفسہٖ چنانکہ در مقامِ ثانی می آید با سباق کلام، مربوط نمی نماید[1] و اگر بہ تکلف ربطے برائے آں ہم رسانیدہ آید انجام[2] ایں کلام در شناعت[3] می افزاید، چنانکہ انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب در مقامِ ثالث می آید۔

پنجم ایں کہ قولِ او

"اور سب لوگ اگلے اور پچھلے" (الیٰ آخرہ)

با سباقِ کلام چسپاں نیست، مناسبِ مقام ایں بود کہ می گفت کہ ہر کس را رونق و بہا[4] بخشیدہٗ او سجانہ است، پس کسے کارخانۂ مملکتِ او را چہ رونق تواند رسانید[5] و ہر یک[6] را نفع و مضرت و رنج و راحت او می رساند، ذاتِ مقدسہ را کدام کس سود و زیاں و راحت و رنج تواند رسانید؟

ایں فقرہ را کہ اگر[7] جمیع اولین و آخرین برابر جبرئیل و خاتم المرسلین[8] شوند رونقِ سلطنتِ آں مالک الملک نمی افزاید و اگر ہمہ دجال و شیطان فتورے و قصورے در رونقِ مملکتِ او نمی آید با سباق انطباق نیست مگر بہ تکلف، آرے قائل را ازیں ہر فقرہ غرضے در خاطر مکنون و مقصودے در ضمیر مبطون[9] است کہ انشاء اللہ تعالےٰ در مقامِ

---

[1] در اصل نسخہ "می نماید" [2] اتحام (ذ) [3] شفاعت (ذ) [4] نیا (ذ) [5] بخشید (پ) [6] وہر یک را (تا) رسانید (ذ) [7] در اصل نسخہ "اگر" نیست [8] النبیین (ذ) [9] مطون (ذ)

ثالث برآں آگاہی دادہ خواہد شد۔

ششم این کہ صورتِ ثانیہ را شفاعتِ محبت نامیدہ می گوید کہ این را شفاعت محبت می گویند، ایں ہم معنی اختراعی و تفسیرِ اختلافی[1] ایں قائل است۔ سابق گذشتہ کہ شفاعت، بسببِ محبت مستشفع الیہ باشفیع مقبول می شود و اجابتِ شفاعت اثرے از آثارِ محبت و رضا خواستنِ حبیب مقتضائے ایں صفت است، اضطرار و ناچاری و اندیشہ از رنجانیدن و دل آزاری در معنئ شفاعتِ محبت داخل نیست و در صورتے کہ نوبت باضطرار و ناچاری رسد معنی شفاعت باطل می شود، دراں جا معنئ تحکم و فرمان فرمائی راست می آید۔

در تفسیر قولہ تعالےٰ

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

و دیگر ماسبق گذشتہ است کہ او تعالےٰ بسببِ محبتِ آنحضرت، رضا خواہِ آنحضرت است، بلاشک و ریب شانِ محبت، رضا خواستنِ حبیب است و ہیچ حبیب بدیں راضی نیست کہ شفاعتِ او بحضورِ محب او مردود و متوسلِ او از حضرتِ محب مطرود گردد۔

ہفتم ایں کہ قائل کہ نفیِ شفاعتِ محبت در بارگاہِ کبریا را از آنحضرت یا حضرات دیگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء می کند، از دو حال خالی نیست، یا اعتقاد دارد کہ او سبحانہ را با آنحضرت یا حضراتِ دیگر انبیاء و اولیاء محبت نیست تا شفاعتِ محبت متحقق شود و ایں خود کفرِ صریح و انکارِ نصوصِ قاطعہ و احادیث صحیحہ است، یا محبت را از اسبابِ قبولِ شفاعت نمی داند و ایں ہم بانکارِ نصوصِ صریحہ و احادیثِ

---

[1] دراصل نسخہ "اختلافی"

صحیحہ می کشد، چنانچہ در تفسیرِ وَالضُّحٰی وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰی و دیگر آیات و احادیث
مذکور شد۔

و اگر گوید کہ اصطلاح کردہ شد بریں کہ اضطرار و ناچاری و اندیشۂ رنج و دل آزاری
در شفاعتِ محبت ماخوذ است، جوابش ہمان است کہ در وجہِ سویم گذشت۔

ہشتم ایں کہ قولِ او

"مالک اپنے بندوں کو"

با سیاقِ کلام مناسبت و التیام ندارد و چہ حاصلِ آں این است کہ ہمہ عباد مقربین از
ملائک و آدمیین بندۂ او می تواند کہ بجز راہِ بندگی یک قدم بیروں پویند، ازیں لازم نمی
آید کہ کسے از ملائکہ و انبیاء، محبوبِ حضرتِ کبریاء نباشد و شفاعتِ کسے بسببِ[1] محبوبیت
مقبول و پذیرا نہ گردد مگر در سوقِ کلام قائل را غرضے پوشیدہ است کہ در مقامِ ثانی بر آں
تنبیہ خواہد رفت۔

نہم اینکہ ایں[2] قائل صورتِ ثالثہ را شفاعت بالاذن نامیدہ است، حال آنکہ
معنیٔ شفاعت بالاذن چنانکہ سابق معلوم شد، این است کہ شفاعت خواہ بعرضِ[3] شفاعت
در حقِ مستشفع لہ بحضورِ مستشفع الیہ ماذون باشد، درآں شرط نیست کہ مستشفع الیہ پیش از
شفاعت برآں مجرم کہ مستشفع لہ باشد رحم آوردہ بپاسِ حفظِ آئینِ خود از گناہش
درگذر کردن نتواند، اگر پیش از شفاعت رحم آوردہ، باز شفاعت، سببِ[4] رحم و
آمرزشِ او نیست بلکہ دریں صورت، شفاعت لغو و بیکار است و اگر شفاعت نافع
است برائے مستشفع الیہ نافع است نہ برائے مستشفع لہ، چہ در صورتِ مذکورہ بدولتِ
شفاعت مستشفع الیہ پاسداریٔ آئینِ سلطنتِ خود توانست کرد و بہانۂ آں رحمے کہ منظور

---

[1] سبب (ذ) [2] ایں قائل × (ذ) [3] بغرض (ذ) [4] بسبب (پ)

کرد نظہور توانست آورد والا بے چارہ برائے حفظِ قوانینِ آئین خود در[1] ایں صورت درگذر کردن طریقے نمی یافت اما مستشفع لہ را رحمِ آمرزگارے[2] ونجاتِ او از پاداشِ کردارِ ناہنجار بکار است وآں خود پیش از شفاعت حاصل، پس شفیع را بر حالش کدام منت وشفاعت را در بارۂ نجاتش چہ مدخل، قائل دریں جا بسرِ انصاف است کہ خود اعتراف دارد باین کہ در حقیقت دریں صورت شفاعت متحقق نیست، بلکہ بادشاہ برائے افزائشِ عزتِ آں امیر در دلہائے مردماں در ظاہر بنام نہاد شفاعتِ آں امیر، جرمِ مجرم عفو می کند فی الواقع ایں خود سفارش نیست کہ ایں را در رحم وآمرزش کردن در حقِ مجرم مدخل نیست۔

مثلاً اگر کدام خدمتگار بارتکاب نافرمانی گرفتار و مخدوم در ظاہر بیزار و در باطن جویائے بہانۂ آمرزشِ آں کردارِ ناہنجار است بنابرآں بکسے تلقین کرد کہ از ما استعفائے جریمۂ فلانے خدمتگار کنی و براے کردارا و آمرزش خواہی کہ ما آمرزشِ او منظور داریم، مگر بپاس اینکہ نافرمانی در نظر خدمتگاراں آسان ننماید و در دلِ او در تعظیم و اجلالِ فرمان کمی نیاید، بے بہانہ و بے حجابانہ از و درگذر نتوانیم کرد و آمرزش خود باظہار نمی توانیم آورد، آں کس مرضیٔ مخدوم دریافتہ برائے جریمۂ خدمتگار استعفار و استغفار کرد و مخدوم کہ جویائے بہانہ بود استعفائے او مغتنم دانستہ از آں خدمتگار درگذر کرد نتواں گفت کہ ایں در حقیقت شفاعت است، چہ ایں شفاعت در عفو و رحمِ مخدوم نسبت بحالِ ایں[3] خدمتگار بے دخل و بے کار است واگر ایں شفاعت نافع است برائے مخدوم نافع است کہ بطفیلِ ایں شفاعت برائے او بہانۂ درگذر[4]، در ہم رسید نہ برائے خدمتگار کہ سببِ نجاتِ او رحمِ مخدوم اوست کہ پیش از شفاعت بودہ است۔

---

[1] در اصل نسخہ "درصورت"، [2] در اصل نسخہ "آمرزگاری نجات"، [3] در اصل نسخہ "خدمتگار ایں"، [4] درگذر × (پ)

وہمچو شفیع بر جانِ خدمتگار تا ہماں زماں منت تواند نہاد کہ خدمتگار حقیقتِ حال انکشاف نیافتہ باشد و اگر خدمتگار حقیقت دریابد تواند گفت کہ تو بر ما چہ منت می نہی؟ تو چہ کردی؟ آقائے ما خود رحم آورد و آمرزش کرد و نیز افزائش عزتِ آں شفیع در حضرتِ مخدوم در دلہائے مردماں تا ہماں زمان است کہ ایشاں دانند کہ مخدوم بہ سفارشِ[1] او از گناہِ فلانے مجرمِ خدمتگار درگذشت و اگر دانند کہ مخدوم از خود درگذشت و شفاعتِ شفیع بہانہ بیش نبود، عزتِ او در دلہائے ایشاں چہ خواہد افزود۔

پس ظاہر شد کہ درصورتِ مذکورہ فی المعنی و در حقیقت شفاعت نیست و در ظاہر و بنام[2] شفاعت است. ایں معنی اختراعیٔ ایں قائل است و آنچہ در حقیقت شفاعت بالاذن است قسیم[3] و مقابلِ شفاعتِ محبت نیست بلکہ ایں ہر دو قسم شفاعت بالاذن است زیرا کہ شفاعتِ کدام مقرب در حضرتِ مالک از جہتِ آمرزشِ سیئات یا برائے رفعِ درجات برائے کسے بدیں طور کہ آں مقرب را[4] بارِ سخن بحضورِ آں مالک در حقِ ہمچو کس حاصل باشد چنانکہ[5] حضراتِ انبیاء و اولیاء را بروزِ قیامت اذن و پروانگی عرض و سوال جہت اہلِ ایمان گو مرتکبِ کبائر باشند در حضرتِ او سبحانہ حاصل است و ایں معنی از آنچہ کہ سابق از آیات و احادیث مذکور شد بہ ثبوت و وضوح[6] پیوست بدو قسم است :

یکے آں شفاعت کہ سببِ قبولِ آں، وجاہتِ شفیع باشد، دوئمی آں شفاعت کہ سببِ استجابتِ آں، محبتِ آں شفیع باشد، و ایں معنی فیما سبق از رُوئے کتاب و سنت باثبات رسید۔

---

[1] سفارش (ذ) [2] و بنام × (پ) [3] قسیم (تا) بالاذن است × (ذ) [4] را × (ذ)

[5] چنانکہ × (ذ) [6] و وضع (ذ)

دہم این کہ قول او[1]

" مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کرنا اوس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا " (الیٰ آخرہ)

دلالت دارد برین کہ اگر گنہگار بتکرار مرتکبِ کردارِ ناسزاوار نشود و بر کردہ خود پشیمان و[2] شرمندہ باشد[3] در حقِ او شفاعت بالاذن تواند شد حال آنکہ اگر گنہگار بتکرار مرتکبِ گناہ شود و بر کردۂ خود پشیمان و شرمندہ نباشد و دزدی را پیشہ و ہمان کار ہمیشہ اختیار کند تاہم از روئے آیات واحادیث در حقِ او شفاعت تواند شد، چہ از تکرارِ گناہ شرک و کفر کہ سببِ حرمان از شفاعت است لازم نمی آید و مومن مرتکبِ کبائر گو توبہ نکردہ پشیمان و نادم نشدہ باشد، مستحقِ شفاعت است، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمودہ اند :

شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ

ونیز ارشاد کردہ اند :

اَتَرَوْنَهَا لِلْمُتَّقِيْنَ وَلٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِيْنَ الْخَطَّائِيْنَ۔

" آیا می پندارید شما کہ شفاعتِ من برائے پرہیزگاران است لیکن بدرستی شفاعتِ من برائے گناہگاراں و بسیار خطا کنندگان است "

واگر گنہگار بر کردہ خود پشیمان و شرمندہ بودہ[4] بتکرار مرتکبِ گناہ نشدہ آں خود تائب است کہ توبہ عبارت است از ندامت بر گناہ اما[5] مع عزمِ عدم العود الیہ چنانکہ

---

[1] در اصل نسخہ "او" × [2] و × (اصل نسخہ) [3] باشد (نا) و شرمندہ × (ذ) [4] بود (پ)

[5] اما مع العزم علیٰ ترک (پ)

بعضے گفتہ اند یا بدونِ ایں شرط چنانکہ رائے دیگران است

وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ

پس آں گنہگار رستگار است او را بشفاعت چہ علاقہ و چہ کار۔

یازدہم آنکہ قولِ او

" اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر اور وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا "

عجب کلمۂ ابلہ[1] فریب است کہ ایں قائل نفی توسّل و استشفاع کہ نزد جمیع اہلِ ایمان بنصِ صریح ثابت است منظور داشتہ آنرا بہ پیرایۂ ناداں فریب بیان نمودہ است حالا برائے توضیح ایں تلبیس و تفضیح ایں تدلیس باید شنید کہ اگر مقصودِ ایں قائل ایں[2] است کہ مجرم پیش کدام وزیر و امیر بدیں وجہ پناہ نمی جوید کہ کدام امیر و وزیر را مقابل و ہمسر داند و اعتقاد کند کہ اگر بادشاہ را ایذا رسانی من قطعاً منظور خواہد بود کسے از وزرا[3] و امرا مدافعت و مزاحمتِ آں نتواند نمود، نفیِ التجا بایں معنی صحیح است لیکن ازیں نفی توسل و استشفاع کہ منظور قائل افتادہ است ثابت نمی شود۔

وقولِ وے :

" اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھیے[4] میرے حق میں کیا حکم فرماوے "

راست نمی آید چہ منطوق ایں قولِ نفیِ توسل و استشفاع می کند۔

" و پیش کسے پناہ نمی برد " ایں کلام باطل و مخالفِ نص است چہ سابق در اثباتِ شفاعت مذکور شد کہ مومنین بلکہ اولین و آخرین اجمعین در عرصۂ محشر سراسیمہ و مضطر شدہ

---

[1] ابلہ × (پ) [2] ایں × (ذ) [3] یا امرا (پ) [4] دیکھے (ذ)

شفیع خواہند و وسیلہ جویند و اول نزد حضرتِ آدم علیہ السلام و باز نزد دیگر رسلِ عظام برائے استشفاعِ انام[1]، جہتِ آمرزشِ ذنوب و آثام روند و آخر کار بحضرتِ سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پناہ برند و التجا نمایند و آنحضرت تکفلِ شفاعتِ ایشاں فرمایند۔

و ایں قائل را غرض دیگر بخاطر مرکوز و دریں کلام مرموز است و آں نفیِ استحقاقِ شفاعت از کسانیکہ بتوسل و استشفاع قائل و معتقد بمدخلیتِ شفعاء و وسائل اند، پس ہمچو کلمات جاہل فریب عوام و سوقیہ را بدامِ خود می کشد و گمراہ می نماید و الغائے توسط و شفاعتِ آنحضرت سرورِ کائنات و دیگر انبیاء علیہم الصلوات و السلام و اولیاء را در نظرِ ایشاں می آراید۔

دوازدہم قولِ او :

"مگر آئینِ بادشاہت کا خیال کر کر الخ"

چہ کلمۂ گران است در ہمچو مقام از زبانش بر می آید، سبحان اللہ! شانِ او سبحانہ اجل و برتر است کہ بپاسِ حفظِ سررشتۂ آئین، با وجود رحم آوردن بر مجرم، از و درگزر کردن نتواند، سبحان اللہ رب العرش عما یصفون لا یسئل عما یفعل و ہم یسئلون۔

و کتابِ مبین و احادیثِ سید المرسلین کہ اصولِ آئینِ شرعِ متین اند، اعتقادِ

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا

تلقین و فیضانِ رحم و آمرزشِ بیکرانہ از بارگاہِ ایزدِ یگانہ، بے حیلہ و بہانہ تبیین می فرماید باید دید کہ ایں علامۂ زماں چساں بے باکانہ[2]، بیرایۂ کورکورانہ می رود، نہ خود تامل می کند و نہ کسے از ہواخواہانِ او بریں بیرایہ روئے آگاہ می شود۔

سیزدہم قولِ او :

---

[1] انام ، (ذ) [2] بیگانہ (ذ)

"اوس امیر نے اوس چور کی الخ"

کلام مزخرف برائے فریبِ جاہلان است، لبسامی شود که کدام امیر ذی قدرِ خطیر که در بارگاهِ بادشاه منزلت وجاه دارد و اورا از بارگاهِ خسروی و پیش گاهِ سلطانی به سبب تقرب و وجاهت و محبوبیت ونباهت، اذنِ سر کردن سخن در آمرزش خواستن و سخن اورا بار و اعتبار و در خواستِ اورا درجهٔ سنود باجابت و پذرفتن می باشد برابلِ جرمیکه که بادشاه جزائے آں بعقاب لازم نگمه داشته باشد، رحم کرده ولطف آورده بسببِ توسل او ونسبت بخود یا نظر بر ناچاری وحالِ اضطراری او برائے او شفاعت خواه بحضورِ بادشاه می شود و شفاعتِ او پذیرفتهٔ اجابت و مسئول به پایهٔ قبول می رسد و ازیں لازم نمی آید که آں امیر پله کشِ اہلِ جرائم و از فرمان بادشاه سرکش وآں را مدافع و مزاحم و با بادشاه مساہم ومقاوم باشد ونیز لازم نیست که آں امیر عالی مقدار از سفارشِ آں گنهگار تهانگیٔ دزدانِ بدکردار قرار داده شود۔

آرے اگر ایں چنیں باشد که کسے دزدی را جرم نپندارد و دزد را مجرم نه انگارد و برائے پله کشی دزد، شور و شر برپا دارد و به عصیانِ بادشاه همت برگمارد، آں[۱] کس خود مجرم و گنهگار و تهانگی دزدانِ بدکردار است[۲] اما اورا شفیع نتواں گفت مگر براصطلاحِ ایں قائل که در بابِ عقائدِ دین اصطلاح آفریں است و همچو اصطلاح آفرینے امیدوار هزاراں آفریں۔

چهاردهم قولِ او

"سوا اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے (تا آخر)"

قولِ باطل بالیقین ومخالفِ اصولِ دین از کتابِ مبین واحادیثِ سید المرسلین و اجماعِ

۱؎ وآں کس (اصل نسخه) ۲؎ است × (ذ)

مسلمین و مخالفِ عقلِ رزین، صواب گزین است۔

اما الکتاب فقولہ تعالیٰ :

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۔

ازیں آیتِ کریمہ ثابت است کہ شفاعت نافع است برائے کسے کہ او سبحانہ برائے شفاعتِ آں کس اذن دادہ و اجازت بخشیدہ و از و گفتارے یعنی کلمۂ شہادت پسندیدہ است و برقول و اعتقاد ایں قائل شفاعت را در نجاتِ کسے دخل و سببے[1] نیست بلکہ شفاعت نزدِ او بعد رحم آوردن او سبحانہ متحقق می شود و او سبحانہ بہ محض رحمتِ خود بلامداخلت شفاعت، ہمہ گناہ می آمرزد، پس شفاعت بدانست ایں قائل بے نفع و لاطائل است، پس شفاعتِ ہیچ شافع سودمند و نافع نیست، نفعِ شفاعت در صورتے منصور می شود کہ شفاعت سببِ[2] رحم آوردن و آمرزش کردنِ او سبحانہ باشد۔

وقولہ تعالیٰ :

وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ[3] أَذِنَ لَهُ

چہ از روئے ایں آیتِ کریمہ نیز نافع بودن شفاعتِ کسے کہ رتبۂ عرض سخن بحضور جنابِ ایزدی دارد برائے کسے کہ از آمرزش خواستن برائے وے نہی وارد نشدہ ثابت شدہ است علیٰ رَغمِ اَنفِ القائل۔

وقولہ تعالیٰ :

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا

---

[1] نسبت (ذ) [2] بسبب (اصل نسخہ) [3] من (ذ)

ترحیماً۔

او سبحانہ توبہ پذیرفتن و رحم آوردن را برآمرزش خواستن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرتب[1] و معلق فرمودہ و اگر آمرزش خواستن و شفاعت کردن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبب[2] رحم فرمائی او سبحانہ نباشد[3] ایں تعلیق[4] و ترتیب ہیچک معنی ندارد، والعیاذ باللہ تعالےٰ من ذٰلک۔

و قولہ سبحٰنہ:

سَلَامٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ است:

اِنَّمَا وَقَعَتْ سَلَامَتُهُمْ مِنْ اَجْلِ كَرَامَةِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یعنی نیست سلامتیٔ ایشاں[5] مگر از جہتِ کرامتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ رحمت است برائے تمام جہانیاں "

وَ اما الاحادیث فقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى مَا تُرِيْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِكَ۔

از روئے ایں حدیث ثابت است کہ خدائے تبارک و تعالےٰ ارضاءِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خواستہ خواہد فرمود چہ خواہی آنکہ بکنم با امتِ تو، پس آنچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شفاعتِ ایشاں عرض خواہد کرد، پذیرا خواہد فرمود

---

[1] مرتب (تا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (ذ) [2] بسبب (اصل نسخہ) [3] باشد (پ) [4] تطبیق
(د) [5] شدہ بسبب تو بدرستی واقع نشدہ سلامتیٔ ایشاں مگر از جہت (پ)

پس شفاعتِ آنحضرت، سببِ نجاتِ گنہگاراں و رستگاریٔ گرفتاراں خواہد شد۔

وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللهِ
وَمِنْهُمْ مَنْ[1] يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِيْ۔

ایں نص صریح است بریں کہ بعض کساں محض برحمتِ الٰہی وبعض کساں بسبب شفاعتِ آنحضرت، داخلِ بہشت شوند، پس کدام مدعیٔ اسلام تکذیبِ کلام آں اصدق الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام تواند کرد؟

وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حدیث الشفاعۃ:

فَيَقُوْلُوْنَ أَلَا تَنْظُرُوْنَ[2] مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ (الیٰ اٰخر الحدیث)

از روئے ایں حدیث ثابت است کہ در عرصاتِ محشر[3] بجز وسیلہ جستن وشفیع خواستن چارہ وسبیل النجاۃ وپناہ آوردن بحضرت سید الشفعاء گذارہ نخواہد بود پس آنچہ[4] ایں قائل از نفی ذرائع ووسائل گمان بردہ، انکارِ نص صریح وحدیث صحیح کردہ مگر شاید او و[5] ہمبیرداں او بدانستِ خویش داخلِ نص:

يَجْمَعُ اللهُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ

نخواہند بود، العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

ومن ذلک قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عُثْمَانَ سَبْعُوْنَ أَلْفًا كُلُّهُمْ
اِسْتَوْجَبُوا النَّارَ، الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

---

[1] من × (ذ) [2] الا ینظرون (اصل) [3] محشر × (ذ) [4] آنچہ در (ذ) [5] و × (ذ)

یعنی برآئینہ بتحقیق خواہند درآمد بسبب شفاعتِ عثمان ہفتاد ہزار کس کہ ہمگی ایشاں سزاوارِ دوزخ شدہ اند، در بہشت بے حساب۔

و دیگر آثار بسیار و احادیث بے شمار کہ نبذے ازاں سابق مذکور شد[1]، برائے ابطالِ ایں مقال کافی و برائے اسقام افہام ضعفاءِ الاسلام شافی است۔

اما اجماعِ مسلمین پس باید شنید کہ ہمہ اہلِ اسلام قائل اند بایں کہ شفاعت لغو و بیکار نیست۔ اختلاف این است کہ اہلِ سنت و جماعت و دیگر فرقِ اسلامیہ سوائے معتزلہ و مَن تَبِعَہُ و حَذو حَذوَہُم شفاعت را[2] سببِ نجات از جزائے سیئات ہم می دانند و معتزلہ و پیروانِ ایشاں شفاعت سببِ رفعِ درجات می پندارند و از بودنِ آں سببِ حطِّ[3] سیئات انکار دارند، ایں[4] قائل برخلاف ہمہ اہلِ اسلام شفاعت را بے دخل و بے کار می داند[5] و حرف بودنِ آں بعد رحم و عفوِ الٰہی در ظاہر و بنام بر زبان می راند و اعتقاد دارد کہ در حقیقت شفاعت متحقق نیست چنانکہ سابق مذکور شد، مع ہذا کلمہ[6] سابق گذشتہ است کہ شفاعت کسے برائے کسے و دعائے کسے برائے کسے در حقیقت واحد است۔ پس شفاعت را بے دخل و بیکار دانستن دعائے کسے را برائے کسے بے دخل و بیکار انگاشتن است و ایں خود خلافِ کتاب و سنت و اجماع است۔

اما عقلِ رزین صواب گزین پس سابق گزشت کہ شفاعت ہماں است کہ اثرے داشتہ باشد و آنچہ ایں قائل گمان بردہ غلط نمائی و تلبیس و حیلہ جوئی و تدلیس است، پس بر حال پُر اختلال[7] ایں مغوی جہال، مضمونِ ہدایت مشحون[8] [illegible]:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ
وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔

---

[1] منظور (ذ) [2] را × (ذ) [3] حبط (ذ) [4] اہل (ذ) [5] کلمہ (اصل) [6] پر ضلال و اضلال (ذ)

راست می آید و آنچه او سبحانه و رسولِ مقبول در خیرِ کلام و حدیثِ صدق نظام باں اختیار فرموده اند از مکمنِ غیب به مشهدِ[1] ظهور جلوه می نماید :

أَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِحَوْلِهٖ وَأَيْدِهٖ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَكَيْدِهٖ وَأَنْقَذَنَا مِنْ حَبَائِلِهٖ وَقَيْدِهٖ بِحُرْمَةِ حَبِيْبِهِ الْوَجِيْهِ الْمُبِيْنِ وَرَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ الْأَمِيْنِ الشَّفِيْعِ لِلْمُذْنِبِيْنَ وَاٰلِهِ الْخِيَرِ[2] الْمَيَامِيْنِ وَأَصْحَابِهِ السَّابِقِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ وَأَصْحَابِ الْيَمِيْنِ، اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔

---

[1] بخشید (ذ)   [2] الغیر المیامین (اصل)

المقام الثّانی

در بیانِ بطلانِ کلمۂ لاطائل کہ از زبانِ ایں قائل در شان حضرتِ سید الآخرین والاوّلین برآمدہ ،،

یعنی قولِ او :

" اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی و ولی وجن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے ،،

یعنی شانِ آں شاہنشاہ این است کہ در یک آن از یک حرفِ کن چو خواہد کرُوڑہا[1] نبی و ولی وجن و فرشتہ برابرِ حضرت جبرئیل و حضرت سید الانام علیہما الصلوٰۃ والسلام پیدا کردہ بوقوع آرد۔

باید دانست کہ ایں کلامِ ناتمام کاذب و دروغ وگزافِ بے فروغ است، اول باید دانست[2] کہ مرادِ ایں قائل از برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشارکِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در حقیقتِ انسانی فقط نیست چہ در ہر زمان صدہا انسان بقدرتِ کاملہ ومشیتِ شاملہ حضرتِ باری جل شانہ بوجود می آیند وہزارہا ایشاں امروز بر روئے

---

[1] کہ درہا (ذ)   [2] دانست × (اصل)

زمین موجود اند، ایں معنی که شانِ او این است چو خواهد که صدها انسان در یک آن، بیک حرف کن پیدا کرده بوقوع آرد، از بیان و ابراز مستغنی و بے نیاز است و باسباق و سیاق مناسب و انطباق ندارد بلکه مراد ایں قائل ازاں فرد یست که مشارکِ آنجناب باشد در جمیع اصناف اوصافِ کمال، که در ذاتِ قدسی صفاتِ آں سرورِ کائنات مفخرِ ممکنات علیه ازکی الصلوات موجود بوده اند۔

حالا باید شنید که کلامِ ایں قائل کاذب و باطل است بوجهین :

الوجه الاول : پوشیده نیست بر کسے که زبانِ ریختهٔ اردو می فهمد که درمیانِ گفتهٔ کسے که گوید" فلاں کس فلاں کار چاہے تو کر سکے" و گفته[1] کسے که گوید" فلاں شخص فلاں کار چاہے تو کر ڈالے" فرقے است[2] چه مدلولِ کلامِ اول صحتِ تعلقِ توان و قدرتِ آں شخص است باں کار و مدلولِ ثانی صحتِ تعلق[3] تکوینِ آں شخص باں کار است زیرا که معنیٔ "کر ڈالنا" ایقاعِ فعل و بوجود آوردن است نه قدرت و[4] تواں برآں[5]، چه ترجمهٔ قدرت و تواں بر فعل در زبانِ اردو "کر سکنا" است نه "کر ڈالنا"۔

و ہمچناں[6] درمیانِ گفتهٔ کسے که گوید" فلاں شخص فلاں کار " "چاہتا تو کر ڈالتا" و گفتهٔ کسے که گوید فلاں شخص فلاں کار "چاہے تو کر سکے" یا "چاہے تو کر ڈالے" فرق بسیار است، چه مدلولِ گفتهٔ اول این است که فلاں کس اگر به بدو[7] ام می خواست فلاں کار می توانست کرد یا بوقوع می آورد و حالا بسببِ کدام[8] مانع آں را بوقوع نمی تواند آورد، و مدلولِ گفتهٔ ثانی این است که فلاں کس اگر خواهد اکنوں فی الحال فلاں کار می تواند کرد یا بوقوع آرد۔

---

[1] وگفت (ذ) [2] است × (ذ) [3] تعلق × (ذ) [4] و × (ذ) [5] بردن (پ) [6] وہمچنیں (پ)
[7] کدام مانع آنرا × (پ)

مثلاً اگر کدام آمی[1] گوید کہ "چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ ڈالوں" سامع کہ زبانِ اردو[2] می فہمد تکذیبِ او خواہد کرد زیراکہ مدلولِ ایں کلام صحتِ تعلقِ تکوین بکتابت[3] فی الحال است و مدارِ آں بر قوتِ قریبۂ وجودِ کتابت[4] او است و در اُمّی قوتِ قریبۂ وجودِ کتابت بالفعل نیست و اگر امّی گوید کہ "چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ سکوں"، سامع زبان[5] داں تکذیبِ او نمی تواند کرد زیراکہ آں امّی اگر خواہد کتابت بیاموزد و جز کتاب در ساعت بنویسد[6] و مدارِ آں بر امکانِ کتابت است گو بقوتِ بعیدہ باشد و اگر کدام امّی کہ در حقِ او کدام مانع دائمی از آموختنِ کتابت موجود است گوید کہ "چاہوں تو کتاب لکھ ڈالوں" یا "لکھ سکوں" سامع زباں فہم تکذیبش خواہد کرد چہ باوجود مانع دائمی از آموختنِ کتابت بوقوع آوردن کتابت بالفعل در تحت اختیارِ[7] آں امّی نیست و اگر گوید کہ "چاہتا تو کتاب لکھ ڈالتا یا لکھ سکتا" سامعِ زبان آشنا او را تکذیب نمی تواند کرد چہ معنیٔ کلامش این است اگر بدوِ حال پیش از حدوثِ مانعِ دائمی می خواستم کتابت آموختم و کتاب می نوشتم یا می توانستم آں را نوشت، ایں معنی راست است و وجودِ[8] مانعِ دائمی ایں کلام را از راستی مانع نیست۔

واضح باد کہ ایں امثلہ برائے تفہیم معانی و مدلولاتِ ایں کلمات آوردہ شدند تا کسے گمان نبرد کہ دریں جا ذکرِ قدرت و تکوینِ حضرتِ رب العالمین است و او تعالیٰ از نظرِ[9] و امثال برتر است و متعال زیراکہ مقصود تنظیر نیست، مقصود تبیینِ مدلولاتِ ایں کلمات است۔

بالجملہ اگر مدلولِ کلام، صحتِ تعلقِ قدرت یا تکوین بکدام کار در بدوِ امر باشد[10]

---

[1] آدمی (پ) [2] اردو × (ذ) [3] بکتاب (پ) [4] کتاب (پ) [5] زبانِ اردو (ذ) [6] نمی نویسد (پ) [7] اختیار × (پ) [8] وخود (پ) [9] نظیر (پ) [10] باشد (تا) بدوِ امر × (پ)

امکانِ آں کار در بدوِ امر ضرور است واگر[1] مدلولِ کلام صحتِ تعلقِ قدرت یا تکوین بحکم امکانِ آں کار فی الحال باشد امکان[2] آں کار فی الحال ضرور است و مراد از امکان، امکانِ وقوعی بحسب نفس الامر است چہ در متفاہمِ عرفِ عام ہمیں متبادر[3] می شود مثلاً اگر کسے گوید فلاں گدا فلاں بادشاہ را بزنداں تواند فرستاد معنیٔ متبادر آں امکانِ وقوعی فرستادنِ آں گدا مر بادشاہ را در زنداں در متفاہمِ عرف خواہد بود و برائے ہمیں اہلِ عرف آں قائل را یاوہ سرا و بیہودہ گو خواہند دانست واگر قائل تاویل خواہد کرد بایں کہ مرادِ من امکانِ ذاتی بالنظر الی نفس الذات است وحصولِ تسلط و استیلا بر بادشاہ مر گدا را بنظر نفسِ حقیقتِ انسانی ممکن است کسے ایں تاویل نخواہد پذیرفت چہ امکانِ ذاتی در متفاہمِ عرف ہرگز متبادر نمی شود[4] و بفہمِ کسے نمی آید و معنی متبادر کارِ خود می کند و تاویلِ آں برائے تلافیٔ آں کافی نمی باشد۔

بعد ایں تمہید باید شنید کہ مدلولِ کلامِ ایں قائل، صحتِ تعلقِ تکوین است بکرور ہا کساں کہ برابرِ حضرت سید الکائنات در جمیع کمالات باشند و ہر کہ بہرہ از زبانِ ریختۂ اردو دارد و لعب[5] بے جا را بر کنار گزارد در تبادرِ ایں معنی از اں عبارت شک نمی آرد حال آنکہ صحتِ تعلقِ تکوین بوجودِ یک کس ہم کہ با ذاتِ ستودہ صفات آں سرورِ کائنات در جمیع اوصاف و کمالات برابری و مساوات داشتہ باشد، باطل است زیرا کہ وجودِ یک کس[6] ہم کہ چنیں باشد مستلزمِ کذبِ نصِ قرآنی است و کذبِ او سبحانہ مستحیل بالذات است و آنچہ مستلزمِ مستحیل بالذات باشد، تعلقِ تکوین بآں صحیح نیست۔

ونظمِ[7] قیاس این است کہ وجودِ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات مستلزمِ محال بالذات است و ہر چہ مستلزمِ محال بالذات است تعلقِ تکوین بآں صحیح

---

۱ واگر (تا) ضرور است ۷ (ذ) ۲ انکار (پ) ۳ تبادر (ذ) ۴ د × (ذ) ۵ لغت (پ) ۶ بیک (پ)

نیست یا گفته شود و اگر صحیح بودے تعلقِ تکوین بوجود برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در کمالات کذب او سبحانہ صحیح بودے لیکن تالی باطل است ہمچناں مقدم۔

اما بیانِ ایں کہ وجود کسے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باشد مستلزم کذبِ او سبحانہ است این است کہ برابر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سوائے نبی[1] نمی تواند شد و وجود نبی بعد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ مستلزمِ کذبِ نصِ قرآنی کہ بودنِ آنحضرت خاتمِ جمیع انبیاء بہ نصِ قرآنی ثابت است،

قال اللہ سبحٰنہ :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔

پس اگر برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحت صحتِ تکوین داخل باشد کذبِ ایں[1] نص صریح، صحیح گردد والعیاذ باللہ تعالےٰ من ذٰلک۔

واما بیانِ اینکہ کذب او[2] سبحانہ مستحیل[3] بالذات است، این است کہ کذب صفتِ نقص وعیب است واتصافِ او سبحانہ بصفاتِ[4] نقص وعیب محال بالذات است۔

وآنچہ ایں قائل در بعض رسائل نوشتہ کہ کذبِ او سبحانہ واتصافِ او بایں نقیصہ محال بالذات نیست[5] چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرتِ الٰہیہ نیست والا لازم آید قدرتِ انسانی زیادہ از قدرتِ ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرتِ اکثر افرادِ انسان است، آرے کذبِ مذکور منافیٔ حکمت است پس ممتنع بالغیر است ولہٰذا عدمِ کذب را از کمالات حضرتِ حق می شمارند واو را جل شانہ باں مدح می کنند بخلاف اخرس وجماد کہ ایشاں را کسے بعدمِ کذب

عـلہ نبی × (پ)

[1] نص ایں (اصل) [2] او × (ذ) [3] مستحیل (تا) او سبحانہ × (ذ) [4] از صفات (ذ) [5] است (پ)

مدح نمی کند و پُر ظاہر است کہ صفتِ[1] کمال ہمین است کہ شخصے[2] کہ قدرت بر تکلم بکلامِ[3] کاذب می دارد بنا بر اعانتِ مصلحت و مقتضائے حکمت و تنزہ از تلوث بکذب، کلامِ[4] کذب نمی نماید، ہماں شخص ممدوح می گردد بسبب عدمِ[5] عیبِ کذب و اتصاف بکمالِ صدق۔

بخلاف کسے کہ لسانِ او ماؤف شدہ باشد کہ عقد قضیۂ غیر مطابقہ نمی تواند کرد یا شخصے کہ ہرگاہ کہ کلامِ صادق می گوید کلام از و صادر می[6] گردد و ہرگاہ کہ ارادۂ تکلم بکلامِ کاذب می نماید آواز او بند می گردد یا زبانِ آں[7] ماؤف می[8] شود یا کسے دہنِ او را بند می نماید[9] یا حلقوم او را خفہ می کند و یا کسے یک چندیں قضایائے صادقہ را یاد گرفتہ است و اصلا بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت ندارد و بنا بر علیہ کلامِ کاذب از و صادر نمی گردد، ایں اشخاص مذکورین نزد عقلا قابلِ مدح نیستند، بالجملہ عدمِ تکلم بکلام کاذب ترفعاً عن عیب الکذب و تنزہاً عن التلوث بہ از صفاتِ مدح است و بنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب ہیچگونہ از صفاتِ مدح نیست یا مدح[10] باآں بسیار آوردن است از مدح بادل، انتہی کلامہ۔

سبحان اللہ[11] و تعالے عما یقول الظالمون علواً کبیراً ایں چہ عقیدت است[12] کہ از زبانِ ایں قائل تراوش کردہ ایں چہ کلامِ ضلالت التیام است کہ بے باکانہ[13] از نوکِ خامہ اش ریخت، چہ ایں قائل اعتراف دارد بایں کہ کذب نقص و عیب است و بایں اعتراف قائل می شود بایں کہ اتصافِ او سبحانہ بکذب ممکن است، پس ایں صریح اعتراف است بامکانِ ناقص و معیوب بودنِ او سبحنہ و تعالیٰ عما یصفون، حالانکہ شکایت از کلماتِ استخفاف و ... ار کہ از و[14] نسبت بحضرتِ سید الوریٰ و دیگر حضراتِ ملائکہ و انبیا ... بمقتضائے

---

[1] صفات (اصل)، [2] کہ × (ذ)، [3] بکلام (تا) بکذب × (ذ)، [4] بکلام (ذ)، [5] عدم × (اصل)، [6] نمی (ذ)، [7] آں (پ)، [8] نمی (پ)، [9] نماید (ذ)، [10] یا آں بسیار (ذ)، [11] اللہ (ذ)، [12] است × (پ)، [13] بے تابانہ (پ)، [14] او (پ)

قبح سریرت سر زدہ شدہ باقی نیست چہ اعتقادِ او نسبت بہ جنابِ خالق البرایا چنین است تا بجال برایا چہ رسد۔

واستدلالِ او بایں کہ عقدِ قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرتِ الٰہیہ نیست، در عجب می افگند چہ کذب عبارت از عقدِ قضیہ[1] غیر مطابقہ للواقع و القائے آں بر مخاطَب علی الاطلاق نیست۔ او سبحانہ وتعالےٰ در اکثر مقام از کلامِ معجز نظام حکایۃً عن الانام قضایا کاذبہ مذکور فرمودہ بلکہ معنیٔ کذبِ قائل اخبارش بقضیۂ غیر مطابقہ للواقع است و آں خود صفتِ عیب و نقص است و قول بامکانِ اتصافِ او سبحانہ بعیب[2] و نقصان از شانِ اہلِ ایمان بر کراں و تلفظ بایں[3] چنیں کلام بر اَلسنہ و سماعتِ آں بر مسامعِ اہلِ اسلام بہ غایت گران است، آرے اینہا بکسے تواں گفت کہ با ایماں سر و کارے داشتہ باشد۔

وقولِ او

"والا لازم آید کہ قدرتِ انسانی زیادہ تر از قدرتِ ربانی باشد"

تعجب بر تعجب می افزاید و دقیقہ رسی و قوتِ حدسی قائل را در انظارِ نظّار جلوہ گر می نماید۔ سبحان اللہ وتعالےٰ عما یصفون۔ ظاہر است کہ ارتکابِ فواحشِ فظیعہ[4] و قبائحِ شنیعہ کہ اتصافِ او تعالیٰ عقلاً و سمعاً[5] و ضرورۃً و شرعاً از ممتنعاتِ ذاتیہ و مستحیلاتِ عقلیہ است، تحت قدرتِ انسانی داخل است[6] و تحت قدرتِ ربانی داخل نیست فعلیٰ زعمہٖ لازم آید کہ قدرتِ انسانی از قدرتِ ربانی زائد باشد، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

وحلِ شبہ این است کہ قدرت بر اتصاف بعیوب و نقائص و ارتکابِ قبائح و فواحش خود عیب و نقص است و او سبحانہ از جمیع نقائص و معائب و قبائح و فواحش منزہ و متعالی است و قدرتِ کاملہ کہ از اوصافِ او سبحانہ است[7] آں قدرت بر ایجادِ جمیع

---

[1] قضیہ × (ذ) [2] بعیب × (ذ) [3] ہمچنیں (ذ) [4] فظیعہ × (ذ) [5] سمعاً × (ذ) [6 و 7] است × (ذ)

ممکنات است[1]۔

گویا قدرتِ مطلق دو قسم است :

یکے قدرتِ کاملہ کہ از اوصافِ مختصۂ حضرتِ باری جل شانہ است ،

دومی قدرتِ ناقصہ کہ از اوصافِ مخلوقات است ،

وقدرتِ ثانیہ نسبت بہ قدرتِ اولیٰ بمراتبِ غیر متناہیہ ناقص است پس از وجودِ قدرتِ ثانیہ در انسان وعدمِ امکانِ آں در ذاتِ ایزدی عز وجل زیادتِ قدرتِ انسانی بر قدرتِ ربانی لازم نمی آید۔ شاید معنیٔ لفظِ زیادت بخیالِ شریف نگذشت ، زیادتِ شے بر شے آں را گویند کہ شے اول مشتمل باشد بر شے ثانی وجز آں ، نخست می بائیست کہ اشتمالِ قدرتِ انسانی بر قدرتِ ربانی باثبات می رسانید ، لعد ازاں بیان می کرد کہ قدرتِ انسانی مشتمل است بر چیزے کہ علاوہ قدرتِ ربانی است آں گاہ می توانست گفت کہ زیادتِ قدرتِ انسانی بر قدرتِ ربانی لازم می آید ، سبحان اللہ ! بایں مبلغِ علم وبایں مقدارِ فہم ، دخل در معقولات چہ ضرور است ، ازیں جا است کہ گفتہ اند

مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ بِالْحِكْمَةِ فَلْيُحْدِثْ لِنَفْسِهٖ فِطْرَةً اُخْرٰى۔

وآنچہ گمان بردہ کہ عدمِ کذب را برائے ہمیں در مدائحِ الٰہی می شمارند کہ او سبحنہ باوجود قدرت بر کذب ، تکلم بکلامِ کاذب نمی فرماید وآں را بہ[2] عبارتِ مطنبہ کثیرۃ الالفاظ قلیلۃ المعنی برائے فریفتن مشتے عوام کالانعام بہ بیان آوردہ از تمویہے بیش نیست چہ سائر تقدیسات[3] وتنزیہاتِ حضرتِ الٰہیہ از عیوب ونقائص وقبائح وفواحش در محامد ومدائحِ الٰہیہ معدود ودر نصوص در معرضِ[4] ثنا موجود اند حالانکہ اتصافِ او سبحانہ بآں نقائص وفواحش از جملہ

---

[1] است × (ذ) [2] بہ × (ذ) [3] تقدیسات × (پ) [4] معروض (ذ)

ممتنعاتِ عقلیہ و مستحیلاتِ ذاتیہ است و غایتِ مدحِ شانِ الٰہی ہمین است کہ اتصافِ او سبحانہ به[1] ہیچ عیب و نقیصہ در تجویزِ عقلی ممکن نیست، ہمیں کمال تنزیہ و تقدیس است و تقدس[2] و تنزہِ او سبحانہ را از اتصاف بکذب بسببِ عدمِ امکانِ اتصاف او بعیوب و نقائص عجز نتواں گفت چہ عجز عبارت است از عدم القدرة علی ما من شانہ ان یکون مقدوراً وچوں اتصافِ او تعالےٰ بکذب ممتنع بالذات است[3] مقدور نیست پس عدمِ قدرت بر اتصاف بآں عجز نمی تواند بود، حالا در قولِ قائل و بنا بر عجز از تکلم بکلامِ کاذب ہیچگونہ از صفات مدح نیست تامل باید کرد کہ معنی عجز بخیالِ شریف نیامدہ است واللہ مولی الحکمة ومولی العصمة۔

باید دانست کہ این[4] بیان برائے اثباتِ[5] عدمِ صحتِ تعلق تکوین بہ کسے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در صفاتِ کمال فرض کردہ شود مسوق شدہ است واین بیان برائے ابطالِ کلامِ این قائل کہ مدلولِ آں صحتِ تعلقِ تکوین بہ[6] ہیچ کس است کافی و از غبار و کدورت صافی است، اما[7] اجرائے این بیان برائے نفیِ صحتِ تعلقِ قدرتِ الٰہیہ بہ[8] ہیچ کس خالی از اختلال[9] نیست، چہ لازم ازیں بیان این است کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات ممتنع بالغیر است ولازم نیست کہ ممتنع بالغیر تحتِ قدرتِ الٰہی داخل نباشد تا لازم آید کہ ہیچ کس داخل تحتِ قدرتِ الٰہی نباشد و ہنوز[10] باید دانست کہ این گفتگو کہ از ما واقع شد بر سبیلِ تنزل و مماشاة مع القائل است والا اصل مذہب ہمان است کہ در وجہِ ثانی مذکور می شود۔

الوجہ الثانی : باید دانست کہ چوں از زبانِ این قائل این کلمہ برآمدہ بر عقیدتِ دلی[11] او در شانِ حضرت سید الاولین والآخرین صلوات اللہ وسلامہ علیہ آگاہی داد، در

---

[1] بہ × (ذ) [2] تقدیس (ذ) [3] است × (پ) [4] این × (ذ) [5] عدم اثبات (اصل) [6] بہ × (اصل) [7] اما × (ذ) [8] بہ × (اصل) [9] اضلال (پ) [10] شعور (پ) [11] بے ادبی (ذ)

دلہائے مؤمنین[1] مخلصین در ایمانِ ایں قائل اشتباہ افتاد، ایں قائل از مدلولِ کلامِ خود اغماض وچشم پوشی کردہ برائے[2] آں معنی اختراع آوردہ خواست کہ آنرا برعمومِ قدرتِ الٰہی محمول[3] وامکانِ ذاتی برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را برائے آں مفاد و مدلول قرار دہد تا از شناعتے کہ دراں افتادہ است وارہد واز[4] آں وما سبق[5] طریقِ فرار او بدیں مسدود وایں خیال وایں احتیال را از اذہانِ اولی الافہام دور ونابود نمودیم، مگر می خواہیم کہ علی سبیل التنزل وجہِ بطلانِ کلامش درآریم وہوسِ تاویلِ ایں اباطیل در دلش باقی نگذاریم۔

حالا باید شنید کہ سابق گذشت کہ مرادِ ایں قائل از برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فردے است کہ مشارکِ آنحضرت باشد در ماہیت ومساوی ایشاں در اوصافِ کمال باشد، یعنی[6] ہر کمالے کہ در آنحضرت یافتہ شود مثلِ آں دراں فرد ہم موجود باشد کہ مشارک باآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در ماہیت ومساوئ ایشاں در اوصافِ کمال باشد یعنی ہر کمالے کہ در آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یافتہ شود مثلِ آں دراں فرد ہم موجود باشد واگر فردے مشارکِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در ماہیت باشد الا مستجمع اوصاف و کمالاتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نباشد بلکہ بعضِ کمالات در[7] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یافتہ شوند کہ دراں[8] فرد موجود نباشد یا چنیں باشد العیاذ باللہ! کہ آں[9] فرد مستجمع کمالاتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باشد و دراں بعض کمالات یافتہ شوند کہ دراں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یافتہ نشوند آں فرد برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیست بلکہ کمتر است یا العیاذ باللہ! فزوں تر۔

---

[1] مؤمنین × (ذ) [2] ویرائے (پ) [3] و × (ذ) [4] وازیں × (ذ) [5] سابق (ذ) [6] یعنی (تا) کمال باشد، نباید ۱۲ اشرف [7] در × (پ) [8] آں دراں (ذ) [9] باآں (پ)۔

حالا دعوی می کنیم که شخصے[1] که برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در کمالات باشد ممتنع بالذات است و ہرچہ ممتنع بالذات است تحتِ قدرتِ الٰہی داخل نیست پس ثابت شد که شخصے که[2] برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در کمالات باشد تحت قدرتِ الٰہی داخل نیست۔

بیانِ کبریٰ این است که اگر ہیچ ممتنع بالذات تحتِ قدرتِ الٰہی داخل باشد ممکن ذاتی باشد لانقلاب[3] من الامتناع الذاتی الی الامکان الذاتی مستحیل بالذات، پس آنچہ ممتنع بالذات است تحتِ قدرتِ الٰہی داخل نمی تواند شد و آنچہ در خواطرِ عامیہ[4] و افہامِ سوقیہ می گذرد و دغدغہ می کند که نفیِ قدرتِ او سبحانہ بر ممتنعاتِ عقلیہ و مستحیلاتِ ذاتیہ مستلزمِ قول بعجزِ او سبحانہ است، العیاذ باللہ من ذٰلک جہالتے بیش[5] نیست، چہ عجز عبارت است[6] از عدم القدرة عما من شانہ ان یکون مقدورًا و ممتنعِ ذاتی مقدور نیست پس عدمِ قدرت برآں مستلزمِ عجزِ او سبحانہ نمی تواند بود۔

مثلاً اگر کسے گوید که او سبحانہ بر خلقِ نظیر و شریک خود یا بر خلق اجتماع النقیضین یا ارتفاع النقیضین قادر نیست، نتواں گفت که ایں قول بعجز او سبحانہ است و آیاتِ دالّہ[7] بر عمومِ قدرتِ او سبحانہ نحو قولہ تعالیٰ :

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

و قولہ سبحانہ

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا

الی غیر ذٰلک، تناول ممتنعاتِ عقلیہ[8] را نیست چہ ممتنع عقلی شئے نیست[9] تا در عموم کل شئے

---

[1] شخص (ذ) [2] که × (ذ) [3] انقلاب (پ) [4] عامہ (پ) [5] پیش (ذ)
[6] است × (پ) [7] دالہ (ذ) [8] عقلی (پ) [9] نیست × (ذ)

داخل باشد و اگر کسے از نفیِ قدرتِ او سبحانہ بر ممتنعاتِ عقلیہ و مستحیلاتِ ذاتیہ تحاشی کند و ایں را از بابِ اسائتِ ادب نسبت بحضرتِ کبریائے ایزدی جل شانہ و عز مجدہ انگارد ایمان و توحید را برکنار گذارد و بہ امکانِ شریکِ او تعالےٰ و عدمِ او سبحانہ و امکانِ اتصافِ او سبحانہ بہ نقائص و قبائح و تجسم و تمکن و تحیز و غیر ذٰلک اعتقاد دارد[1] چہ ایں ہم ممتنعاتِ ذاتیہ اند، اگر مقدور باشد بلا شبہ ممکن باشد، تعالی اللہ عما یصفون۔

پس حق این است کہ او سبحانہ بہ ہر ممکن ذاتی قادر است و ہر چہ ممتنع ذاتی است بسبب عدمِ صلوحِ وجود، صالحِ مقدوریت[2] نیست، عدمِ شمول قدرتِ الٰہی ممتنعاتِ عقلیہ را از جہتِ قصور آنہا از صلوحِ وجود است نہ از جہت عجزِ او سبحانہ العیاذ باللہ تعالےٰ من ذٰلک۔ آرے[3] اگر کدام بے دین نفیِ قدرتِ الٰہی از ممکنِ ذاتی روا دارد کافر و منکرِ قدرتِ او سبحانہ باشد، نعوذ باللہ من ذٰلک۔

اما بیان الصغرےٰ فلوجہین :

اول اینکہ قضیہ سالبہ کلیہ دائمہ کہ لَا شَیْئَ مِنْ مُمْکِنٍ ذَاتِیٍّ بِمُسَاوٍ لِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فِی الْکَمَالَاتِ دَائِمًا صادق است، پس ضرور است کہ عکسِ آں نیز صادق باشد وہو قولنا لَا شَیْئَ مِنْ مُسَاوٍ لِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فِی الْمُمْکِنَاتِ بِمُمْکِنٍ ذَاتِیٍّ دَائِمًا۔

اما بیانِ صدقِ اصل این است کہ اگر قولنا لا شیئ من ممکن ذاتی بمساوٍ لسیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکمالات دائماً، صادق نباشد نقیضِ آں صادق باشد ورنہ استحالۃ ارتفاعِ النقیضَیْنِ و نقیضِ آں موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ است و آں قولِ قائل است بعض الممکن الذاتی مساوٍ لسیدنا محمدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکمالات بالفعل ای فی احد الازمنۃ الثلاثۃ

---

[1] دارد (ذ) [2] مقدوریت مقدور (ذ) [3] آرے (تا) من ذٰلک × (ذ)

وایں قضیہ موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ کاذب است نزد ہر مسلمان، و ہر گاہ اصل صادق باشد عکس آں یقیناً صادق باشد، پس ثابت شد کہ مساوی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات ممکن ذاتی نیست، پس از دو حال خالی نیست یا واجب بالذات باشد، العیاذ باللہ تعالےٰ یا ممتنع بالذات، اول باطل است بالضرورۃ، پس متعین شد کہ ممتنع بالذات است وہو المطلوب۔

وجہ ثانی این است کہ قول بامکان شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد قول بامکان اجتماع النقیضین است وہو باطل، اما بطلان آں ظاہر است، واما آنکہ[۱] قول بامکان شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد قول[۲] بامکان اجتماع النقیضین است، پس بیان ایں این است کہ اگر فرض کردہ شود کہ شخصے برابر آنحضرت در جمیع کمالات باشد از دو حال خالی نیست، یا آں شخص خاتم الانبیاء باشد یا آں شخص خاتم الانبیاء نباشد و علی التقدیرین برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نشد، چہ اگر آں شخص خاتم الانبیاء باشد بریں تقدیر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نباشد، العیاذ باللہ تعالےٰ۔

پس دراں شخص کمالے باشد کہ در آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نباشد وذلک الکمال ختم الانبیاء، پس آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم برابر آں شخص نباشد و اگر آں شخص خاتم الانبیاء نباشد و آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بلاشبہ خاتم الانبیاء ہستند پس در آنحضرت کمالے یافتہ شد کہ در آں شخص بریں تقدیر نیست وہو ختم الانبیاء، پس آں شخص برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نباشد فعلی التقدیرین یلزم عدم التساوی علیٰ تقدیر تحقق[۳]۔

پس بہ تحقیق پیوست کہ وجود شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع

---

[۱] ایکہ (پ) [۲] قول (تا) کمالات باشد × (ذ) [۳] تحقیقہ (پ)

کمالات باشد مستلزم این است که آں شخص برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات نباشد و بہ ثبوت رسید کہ قول بامکانِ شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد قول بامکان اجتماع النقیضین است و آں محال بالذات است۔ پس وجودِ[1] شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد محال بالذات است یا گفتہ شود کہ وجودِ شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد مستلزم عدمِ آں شخص است و ہر چہ وجودِ آں مستلزم عدمِ آں باشد محال بالذات است۔ پس وجودِ شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد محال بالذات است وہو المدعیٰ۔

و برائے اثبات استحالہ ذاتی وجودِ شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد، دیگر حجتِ[2] قاطع و دلیل ساطع است[3] کہ بنا بر آں بر مسئلہ وحدتِ وجود کہ مختار حضراتِ ائمہ کشف و شہود است، بودہ است و اصل مبنیٰ[4] علیہ یعنی توحیدِ وجودی بہ برہانِ عقلی و دلائلِ نقلی ثابت است الّا چوں آں مسلک دشوار گذار و فہمِ آں بر عامہ بہ غایت دشوار است، ذکرِ آں دریں جا مناسبِ مقام و ملائمِ مذاق افہام نہ نمود و چوں قائل را کہ رائے رزین[5] و فہمِ سلامت قرین یعنی نظرِ ظاہر بین و عقلِ[6] خطا آگین او متوجہِ دقیقہ[7] رسی و باریک بینی بلکہ مجوّزِ[8] حق جوئی و صواب گزینی نیست، چند وساوس درگرفتہ اند و[9] در تشخصِ[10] فہمِ تارگ و پے فرو رفتہ اند، مداوا و علاج و اصلاحِ مزاجِ او ضرورت افتاد۔

پس باید دانست کہ ایں قائل سہ وسوسہ موسومہ بہ سہ دلائل برائے امکانِ

---

[1] پس (تا) محال بالذات است × (پ) [2] حجتے (اصل) [3] است × (ذ) [4] شے (پ) [5] زرین (ذ) [6] عقلے (اصل) [7] دقیقہ رسی (ذ) [8] تجویز (ذ) [9] ودہ (ذ) [10] شخصے (پ)

شخصے[1] کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در کمالات باشد در[2] بعض رسائل آوردہ است
کہ یکے از آنہا عقلی و دو نقلی است، باید کہ ہر یک را ذکر کنیم و آں شبہات را از بیخ بر کنیم۔

اما دلیلِ عقلی این است کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عبارت است
از فردِ انسانی کہ مشارکِ آنجناب باشد در ماہیت و اوصافِ کمال، پس امتناع بالذات
یا بسببِ امتناعِ مشارکت در ماہیت خواہد بود یا بسببِ امتناعِ اتصاف باوصافِ
مذکورہ بالنظر الی نفس الذات است[3] و ہر دو ظاہر است کہ ماہیتِ آنجناب، انسان است
و اشتراکِ ماہیتِ انسان در الوف الوف افراد ممتنع نیست و اتصاف باوصافِ مذکورہ
نظر بنفسِ ماہیت ہم ممتنع نہ و الا اتصافِ آنجناب ہم[4] باوصافِ مذکورہ ممتنع می باشد[5]
فَاِنَّ حُکْمَ الْمِثْلَیْنِ وَاحِدٌ فِیْمَا یُثْبَتُ[6] وَ یُسْلَبُ بِالنَّظْرِ اِلٰی
نَفْسِ الْمَاهِیَّةِ وَاِلَّا لَزِمَ عَدَمُ اشْتِرَاكِ الْمَاهِیَّةِ بَیْنَهُمَا
فَیَلْزَمُ عَدَمُ الْمُمَاثَلَةِ، هٰذَا خُلْفٌ، پس وجودِ مثلِ مذکور ممتنع بالذات
نباشد، انتہیٰ بلفظہٖ۔

این دلیل کہ بنامِ شبہ در خور است وہمے بیش نیست چہ عدمِ امتناع بسبب[7]
عدمِ امتناعِ مشارکت در ماہیت مسلّم است لیکن عدمِ امتناع بنظر عدمِ امتناعِ اتصاف
باوصافِ مذکورہ بالنظر الی نفس الذات غیر مسلّم زیرا کہ آنچہ ماہیت آں در ضمن یک[8] فرد
متصف یا ممکن الاتصاف باشد لازم نیست کہ اتصافِ ماہیت آں در ضمنِ فردِ دیگر
ممکن باشد۔

مثلاً اتصافِ ماہیتِ انسانی بہ تشخص زیدی بالنظر الی ذاتہا ممکن است لیکن

---

[1] شخص (ذ) [2] دور (ذ) [3] است ۔ (ذ) [4] ہم × (پ) [5] می شد (پ) [6]
ثبت (حل) [7] بسبب (تا) عدمِ امتناع × (ذ) [8] یک فرو (ذ)

در ضمنِ زید اما اتصافِ ماہیتِ انسانی بہ تشخصِ زیدی بالنظر الی نفس ذاتہا در ضمنِ شخصے دیگر ہمچو عمرو ممکن نیست والا تشخصِ زیدی، تشخص نباشد بلکہ قابلِ اشتراک بین کثیرین باشد، پس اتصافِ ماہیتِ انسانی بہ تشخصِ زیدی در ضمنِ عمرو ممتنع بالذات و در ضمنِ زید ممکن بالذات است وازیں عدمِ اشتراکِ زید و عمرو در ماہیتِ انسانی لازم نمی آید، و قاعدۂ حُکْمُ الْمِثْلَیْنِ وَاحِدٌ فِیْمَا یُثْبَتُ وَ یُسْلَبُ بِالنَّظْرِ اِلیٰ نَفْسِ الْمَاهِیَّۃِ علی اطلاقہا ممنوع ولزومِ عدمِ اشتراکِ ماہیت وعدمِ مماثلت نیز ممنوع است کما صوّرنا۔

اگر در خاطر[1] وہمے بگذرد کہ امکانِ اتصافِ ماہیتِ انسانی بہ تشخصِ زیدی بنظرِ نفسِ ماہیت نیست بلکہ بنظرِ خصوصیت است، دفع کردہ شود بایں کہ موصوف بہ تشخصِ زیدی و مصداق یا نفسِ ماہیتِ انسانی بذاتہا است یا ماہیتِ انسانی مع کدام عارضِ زائد، ثانی باطل است چہ ایں عارضِ زائد یا پیش از تشخص عارض شدہ یا بعد آں، اگر بعد آں عارض شدہ است، مصداقِ تشخص و متصف بآں نفسِ ماہیت شد و[2] ہو المطلوب واگر پیش از تشخص عارض شدہ است از دو حال خالی نیست یا ماہیت بعروضِ آں عارض پیش از تشخص، متشخص شدہ است یا نہ، اول باطل است[3] والا تشخصِ ماہیت پیش از تشخص لازم می آید، و در صورتِ ثانی ماہیت با وصفِ عروضِ آں عارضِ کلی قابل الاشتراک است، پس ایں کلی قابل الاشتراک بنفسہ ممکن الاتصاف بہ تشخصِ زیدی شد وہو المطلوب، علاوہ ازیں عروضِ ہیچ عارض پیش از وجود کہ مساوقِ تشخص است معقول نیست وایں مسئلہ کہ متعلق فلسفہ است بہ تفصیل و تحقیقِ تمام بجائے خود مذکور است۔

وحقیقتِ حال ایں است کہ تشخص بنفسِ ذاتہ از اشتراک و لَو بَیْنَ اثنین

---

[1] خاطر × (پ) [2] و × (ذ) [3] است × (ذ)

ابا می کند و ہمچنان بعض کمالاتِ مختصہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ تعالے علیہ وسلم از اشتراک بین اثنین آبی است، چنانکہ ختمِ نبوت است کہ اگر در[1] دو شخص مشترک فرض کردہ شود، اتصافِ یک شخص بآں مستلزمِ انتفاءِ اتصافِ شخصِ دومی بآن است چنانکہ مذکور شد، قائل از حالِ وصف چشم پوشی کردہ، امکانِ اتصافِ نفسِ ماہیت بآں دست آویزِ امکانِ اشتراکِ آں می گرداند، و ایں معنی راکہ ایں وصف در دو شخص مشترک نمی تواند شد، بالائے طاقِ نسیان می گذارد۔

امانقلی پس دو وجہ، یکے آں کہ او سبحانہ می فرماید :

اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۔

پس ضمیرِ جمع مذکر راجع است بسوئے جمیع بنی آدم، زیرا کہ کریمۂ مذکورہ در مقام بیان معاد واقع گردیدہ، پس ہر کہ در معاد زندہ خواہد شد، آں داخل است تحت کریمۂ مذکورہ و ظاہر است کہ ہر فرد از افرادِ انسانی در معاد زندہ شدنی است پس مثلِ او بمقتضائے کریمہ مذکورہ داخل تحت قدرتِ الٰہی باشد پس گویا ترکیبِ دلیلِ مذکور بدیں وجہ باشد کہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم در معاد زندہ خواہد[2] شد و آں از ضروریاتِ دین است و ہر کہ در معاد زندہ خواہد شد پس وجودِ مثلِ او داخل است تحتِ قدرتِ الٰہی بمقتضائے کریمہ، پس مثلِ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم داخل باشد تحتِ قدرتِ الٰہیہ وہو المطلوب۔

---

[1] از دو (پ)، [2] خواہند (پ)

ایں عجب استنباطے[1] است کہ رونق شکنِ استنباطاتِ آخرین است و اوائل ہر چند ایں تفسیر آیتِ قرآنی[2] نیست مگر آیتِ تفسیرِ ذاتی ایں قائل است۔

قاضی بیضاوی در تفسیر می فرماید :

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ مَعَ كِبَرِ جِرْمِهِمَا وَعِظَمِ شَأْنِهِمَا بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ فِي الصِّغَرِ وَالْحَقَارَةِ بِالْإِضَافَةِ إِلَيْهِمَا أَوْ مِثْلَهُمْ فِي أُصُولِ الذَّاتِ وَصِفَاتِهَا وَهُوَ الْمَعَادُ انتہیٰ۔

باید دانست کہ کفار منکرانِ معادِ جسمانی می گفتند کہ

مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ؟

یعنی کدام کس زندہ خواہد کرد استخوانہا را وحال آنکہ بوسیدہ اند۔ ایں آیتِ کریمہ برائے رفعِ استبعادِ آں[3] منکرانِ معاد، مسوق شدہ ومعنئ آں این است آیا نیست کسے کہ آفریدہ است آسمانہا و زمین را کہ اجرامِ کلاں و اجسامِ عظیم الشان اند توانا بریں کہ بیافرینید مانندِ ایشاں در کوتاہی وحقارت یا مانندِ ایشاں در اصولِ ذات وصفاتِ آں؟ بلی او بریں توانا است وآں خدائے آفریدگارِ دانا است، نیست شانِ او وقتے کہ ارادہ کند چیزے را جزایں کہ گوید برائے آں بشو، پس می شود آں چیز۔

پس مدلولِ ایں آیت[4] تصحیحِ قدرت بر اعادۂ ابدان ور رفعِ استبعادِ منکران است ومراد از مثل دریںجا مثل است در اجزائے بدنی وصفاتے کہ بداں تعلق دارد یا مثل در کوتاہی وحقارت[5] است نہ مثل در[6] جمیع کمالات، چہ ذکرِ مثل[7] در جمیع کمالات از بیانِ حشرِ جسمانی

---

[1] استنباطی (ذ) [2] قرآنی (ذ) ذاتی (پ) [3] آں × (ذ) [4] از (پ) [5] مقدار (پ) [6] در × (ذ) [7] مثل × (پ)

واعادۂ ابدان بوجہے[1] تعلق ومناسبت ندارد، پس مدلولِ ایں آیت این است کہ مثل ہر فردِ انسانی دراجزائے[1] بدنی وماتعلق بہا یا درحجم ومقدار، تحتِ قدرتِ الٰہی داخل است وفہم مساوی فی جمیع الکمالات از لفظِ مثل درمثلِ ایں مقام بعید از امثالِ اماثل، پس ایں تفسیر آیتِ قرآنی، دلیلِ تفسیر دانی ایں یگانہ عالم بیان ومعانی است نہ دلیلِ امکانِ مساوی حضرت سید[2] افرادِ انسانی است در جمیع کمالاتِ فاضلہ نفسانی، مقامِ استعجاب این است کہ ایں مثلِ بے مثل از لفظ مثل دریں آیت، مساوی فی جمیع الکمالات فہمیدہ بہ تکلف دلیلِ خاطر خواہ خود[3] بہم رسانید آساں[4] تر ایں بود کہ بقولِ او سبحانہ[5]

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

استدلال می فرمود کہ ایں آیت[6] دلالت بر امکان چہ بلکہ بر وقوعِ امثالِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دلالت دارد ولفظِ مثل دریں آیت نیز واقع است ومعنیٔ متبادر از لفظِ مثل در ذہنِ قائل ہمان است کہ درپے اثباتِ امکانِ آں افتادہ است العیاذ باللہ من سوء الفہم وسوء الاعتقاد و منہ[7] التوفیق للسداد والرشاد۔

وجہِ دوئمی این است کہ حق جل وعلا در کلامِ پاک خود در مقاماتِ عدیدہ از وجودِ مخلوقات بر احاطۂ قدرتِ خود بر امثالِ آنہا استدلال فرمودہ، چنانچہ از احیائے ارض و انزالِ مطر بر احیائے موتٰی در آیاتِ کثیرہ استدلال فرمودہ،

منہا قولہ عزوجل:

وَهُوَ الَّذِىٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ وَكَذٰلِكَ[8] تُخْرَجُوْنَ۔

---

[1] بوجہے (تا) دراجزائے × (پ) [2] سید × (ذ) [3] خود × (ذ) [4] آں آسان (پ) [5] کہ × (ذ) [6] آیت × (پ) [7] واللہ الموفق (پ) [8] کذلک و (ذ)

وانه ایجادِ آدم علیه السلام بے پدر برامکانِ ایجادِ عیسےٰ علیه السلام بے پدر استدلال فرموده :

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ -

وبالجمله استدلال بوجه مذکور در قرآنِ مجید شائع ومتعارف است، پس بریں تقدیر وجودِ نبی صلی الله تعالےٰ علیه وسلم خود دلیل باشد برامکانِ مثلِ ایشاں بقدرتِ الٰهی، پس گویا ترکیبِ دلیل بریں تقدیر باین وجه خواهد بود، هرگاه که وجودِ نبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم داخل است[1] تحتِ قدرتِ الٰهیه، پس[2] وجودِ مثلِ آنجناب داخل باشد تحت قدرتِ الٰهیه[3] لیکن[4] وجودِ نبی صلی الله تعالےٰ علیه وسلم داخل است تحتِ قدرتِ الٰهیه پس وجودِ مثلِ آنجناب[5] داخل باشد تحت قدرتِ مذکوره لِأَنَّ حُكْمَ الْمِثْلَيْنِ وَاحِدٌ فِي الدُّخُولِ تَحْتَ الْقُدْرَةِ وَعَدَمِهِ بِمَنْطُوقِ الْقُرْآنِ وَهُوَ الْمَطْلُوبُ -

ایں شبه هم[6] وهمے بیش نیست زیرا که اوصاف بر دو گونه است :

یکے آنکه ممکن الاشتراک بین الشیئین باشد واباء از اشتراک نداشته باشد چنانکه وجودِ بے پدر که از اشتراک بین الشخصین آبی نیست، اتصافِ آدم علیه السلام بایں وصف منافیِ اتصافِ عیسٰی علیه السلام بایں وصف نیست چه اتصافِ کسے بوجودِ بے پدر مستلزم[7] انتفائے اتصافِ کسے دیگر[8] بایں وصف نمی شود یا قبولِ حیات که اتصافِ ارض بآں[9] مستلزمِ انتفائے اتصافِ موتیٰ بآں نیست -

و دومی آنکه ممکن الاشتراک بین الشیئین نباشد چنانکه[10] خاتمیتِ سائر انبیاء که

---

[1] باشد (پ) [2] پس × (پ) [3] مذکوره (پ) [4] لکن (ذ) [5] نبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم (پ) [6] هم × (ذ) [7] و مستلزم (ذ) [8] و دیگر (ذ) [9] بآں آبے (ذ) [10] چنانچه (پ)

انصافِ یک شخص بایں صفت مستلزمِ انتفائے انصافِ دیگرے بایں صفت است۔

پس اگر کدام چیز بیک وصف متصف باشد وآں وصف از قسمِ اول باشد وجودِ آں چیز بر امکانِ مثلِ او دلیل تواند بود وہمیں منطوقِ قرآنِ مجید است واگر آں وصف از قسمِ ثانی باشد وجودِ کسے کہ باں وصف موصوف باشد دلیلِ امکانِ مثل[1] او درآں وصف نمی تواند بود چہ انصافِ آنکس بداں[2] وصف دلالت دارد بر اینکہ شریکِ او[3] دراں وصف ممتنع الوجود است والا وصف ممکن الاشتراک[4] باشد والمفروض خلافہ۔

پس استدلال ایں قائل بر امکانِ شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع[5] کمالات باشد با وجود[6] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درصورتے قابلِ سماعت تواند بود کہ ایں قائل اول باثبات رساند کہ جمیع اوصاف کہ در ذاتِ ستودہ صفاتِ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ موجود بودہ اند از قسمِ اول یعنی ممکن الاشتراک اند وہو اول المسئلۃ فَجَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔

باقی ماند دریں مقام امرے واجب الاعلام کہ ایں قائل عوام کالانعام را ازاں غافل یافتہ آں بیچارگاں را بحیلۂ خود رام وبہ فریبِ خود در دام می کند وآں این است کہ از امتناعِ ذاتی مساوئ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات، وجوبِ ذاتی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ لازم می[7] آید وایں[8] سفسطہ بیش نیست از امتناع ذاتی مساوئ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجوبِ ذاتی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لازم نمی آید آرے[9] از امتناعِ ذاتی نقیضِ شے، وجوبِ ذاتی آں[10] شے لازم می آید، الّا مساوی شئ فی الکمالات

---

[1] مثل × (پ)، [2] باں (پ)، [3] او × (ذ)، [4] اشتراک (ذ)، [5] در جمیع (تا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (ذ)، [6] بوجود باجود (پ)، [7] نمی (پ)، [8] وایں (تا) نمی آید × (پ)، [9] آرے از امتناعِ ذاتی شے وجوبِ نقیض آں لازم می آید حالانکہ امتناعِ ذاتی مساوی شے کجا و وجوبِ نقیض شے کجا (ذ)، [10] آنحضرت شے (پ)

کجا و نقیضِ شے کجا؟

و نیز یگانہ و بے نظیر بودن در کمالات خاصہ و وجوبِ ذاتی نیست، خاصۂ وجوبِ ذاتی این است کہ مشارکت فی الحقیقۃ منصور نباشد چہ مصداقِ وجوبِ ذاتی حقیقتِ احدیہ بسیطہ متشخصہ بذاتہا است کہ آں خود بذاتہا قابلِ اشتراک نیست پس آنچہ از کلامِ ایں قائل در بعض رسائل مفہوم می شود کہ قول بہ امتناعِ ذاتی مساویٔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکمالات از شانِ موحدینِ او سبحانہ نیست و بہ سماعتِ آں موحدین را موئے بر تن می خیزد، اگر جہالت نیست باز چیست؟

و نیز آنچہ ایں قائل در بعض رسائل گفتہ کہ ایں کلام یعنی آں[1] کلمہ لاطائل اظہارِ عبودیتِ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سید الآخرین والاوائل است، کلام بے معنی و خیالِ باطل است، چہ قول با امتناعِ ذاتی مساویٔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات منافیٔ مخلوقیت و عبودیتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نسبت بخالق الممکنات نیست مگر احتیال برائے فریبِ جہال بہر حال بکار، لہٰذا در حیلہ انگیختن و برائے صدق و اخلاص ریختن مضطر و ناچار است، واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[2]۔

---

[1] آں × (ذ)   [2] الی السبیل (ذ)

المقام الثالث

در بیانِ دلالت و اشتمالِ ایں مقالِ پُرضلال و اضلال بر استخفاف و انتقاصِ[1] شانِ مفروض الاجلال، سرورِ مقربانِ بارگاہِ ذی الجلال[2]۔

باید دانست کہ اشتمال کدام کلام بر استخفاف و انتقاصِ شانِ کسے بصدق و کذبِ آں[3] منوط نیست، لہٰذا کلامِ صادق مشتمل بر تحقیر و کلامِ کاذب متضمن[5] اجلال و توقیر می باشد و نیز دلالتِ آں بر ازرائے[4] و استخفافِ کسے بداں منوط نیست کہ از کلام دلالتے بر وقوعِ مضمونِ آں یا انتفائے آں تصریحاً یا تلویحاً مفہوم باشد بلکہ کلامِ واحد بحسب سوق بر مقتضائے حال گاہے دلالت بر اجلال و تبجیل و گاہے دلالت بر تحقیر و تذلیل می کند، مثلاً چوں گفتہ شود کہ "فلاں یک انسان است" اگر سیاق و سباقِ مقال با مقتضائے حال مناسب تعظیم و اجلال خواہد بود[6] ایں کلام بر کمالِ تعظیم و اجلال دلالت خواہد نمود و افادتِ ایں معنی خواہد کرد کہ فلاں در نوعِ انسان، یگانۂ زماں و اوحدِ اقران است[7] و اگر قرینۂ حالی یا مقالی مقتضی اہانتِ مکانتِ آں شخص خواہد بود بر ازرائے شانِ او دلالت خواہد کرد و ازاں کلام مستفاد خواہد شد کہ فلاں[8] شخص احدٌ من الناس لایعبأ بہ است۔

و فی المثل اگر گفتہ شود اگر فلاں خنزیر بود دے فا ذورات خوردے، ایں

---

[1] انتقاص × (ذ) [2] ذی الجلال فقط (پ) [3] آں × (پ) [4] ازرائے (اصل) [5] متضمن (ذ) [6] بود × (پ) [7] است × (پ) [8] فلانے (پ)

کلام بے شبہ بر ازرارِ[1] و تحقیرِ آں شخص دلالت دارد، گو ایں جملہ شرطیہ است و وقوعِ شرطِ آں ضروری نیست و اگر گفتہ شود کہ اگر فلاں، فرشتہ بودے در زمرۂ ملائکۂ مقربین انسلاک یافتے، ایں کلام بر اجلالِ شانش دلالت کند گو مقدمِ ایں شرطیہ غیر ممکن الوقوع است[2]۔

و چنانکہ کلام بحسبِ مقتضائے مقام در دلالت بر اہانت و اکرام مختلف میشود ہمچناں بحسبِ اختلافِ حالِ قائل دریں دلالت اختلاف می پذیرد مثلاً اگر کلام سردارِ عالی مقدار گوید کہ من مردم ناچیز ہستم، ایں کلام از زبانِ او دلالت بر استخفاف ندارد، بلکہ ایں[3] کلام از بہرِ غایتِ تواضع کہ از صفاتِ ستودہ و ملکاتِ محمودہ است، دلالت می کند و اگر رذیلے در حقِ ایں چنیں سردار گوید کہ مردم ناچیز است ایں کلمۂ ثقیل از زبانِ آں رذیل نسبت بداں امیرِ جلیل غایتِ تحقیر و تذلیل است۔

و ہمچناں اگر بادشاہ بہ وزیرِ اعظم[4] کہ در بارگاہِ او بہ غایت مقرب و مکرم باشد برائے اظہارِ قدرت و سلطنتِ خود گوید کہ اگر خواہم وزارت از تو بستانم و کمترینِ رعایا را بہ منصبِ تو رسانم و ترا بہ زنداں درآرم یا ترا بر دار بر دارم دریں کلام از زبانِ بادشاہ استخفافِ شانِ وزیر نیست[5] و اگر کدام پیادہ در حضیضِ مذلت افتادہ بہ وزیرِ اعظم گوید کہ اگر بادشاہ خواہد وزارت از تو بستاند و کمترینِ رعایا را بہ منصبِ تو رساند و ترا بزنداں فرستد یا بر دار کشد دریں کلام کمالِ[6] اذلالِ وزیرِ واجب الاجلال است و مرتکبِ آں در صوابدیدِ رائے معدلت پیرائے بادشاہ بہ پاداشِ تحقیرِ وزیر سزاوارِ اشد تعزیر است چہ منصبِ آں پیادہ ہیچ چیز نیست کہ ہمچو کلام در شانِ واجب الاعظام وزیرِ عالی مقام

---

[1] ازدرار (ذ) [2] است × (پ) [3] ایں (ذ) [4] عظیم (پ) [5] است (پ)
[6] کمال × (ذ)

بر زبان راند بلکہ او را پایہ نیست کہ بنامِ وزیرے ضمِّ کلماتِ توقیر لب جنباند، دریں باب برائے تفہیمِ اولی الالباب حاجتِ مزید اطناب نیست۔

مثلاً قولِ او سبحانہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

متضمنِ استخفافِ شانِ معظمِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نیست وقولِ کفارِ ماضیین درجوابِ دعواتِ حضراتِ سید المرسلین علیہم الصلوات والسلام

مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

بلا ریب متضمنِ استخفافِ شانِ آنحضرات علیہم الصلوات والسلام است پس آیاتِ قرآنی کہ ترجمانِ کلامِ نفسی ربانی است اگر مشتمل بر بیانِ اشتمالِ[1] قدرتِ الٰہیہ مر[2] بعض امور را کہ عدمِ وقوعِ آں نظر بر اسبابِ خارجیہ قطعی ویقینی است درشانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نازل شدند، کقولہ تعالےٰ :

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

او کقولہ عزمن قائلٍ :

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيٓ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ

وکقولہ سبحٰنہ :

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ۔

دلالت بر استخفاف وانتقاصِ قدرِ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ندارند مگر منصب

---

[1] ماہیت (پ)، [2] اشتمال × (ذ)، [3] بر (پ)

کسے از امتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نیست کہ از خود کلماتے کہ مؤدّائے آں آیات ادا کند در حق آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم گوید چہ آں کلمات از زبانِ مخلوق متضمنِ ازرائے بہ شانِ آں حبیب الرحمٰن است۔

وچوں معلوم شد کہ حالِ کلام در دلالت بر استخفاف و عدمِ آں باختلافِ متکلم[1] مختلف می شود، کسے گمان نبرد کہ اگر تکلم بجمیع[2] کلمات در شان حضرتِ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام متضمنِ استخفاف وانتقاص باشد، تلاوتِ آیاتِ قرآنی کہ بر امثالِ آں کلمات مشتمل اند و تفسیرِ آں شرعًا روانباشد، آرے جمعِ[2] ہمچو آیات برائے اِشعار و اعلام اینکہ چنیں کلمات در شانِ آں سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام در قرآنِ مجید[3] واقع اند تا جہلاء وعوام آں را دست آویزِ جوازِ اطلاقِ امثالِ آں کلمات در حقِ آں سرورِ موجودات علیہ ازکی التسلیمات دریافتہ وبآں تمسک کردہ در استخفافِ شانِ[4] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے باک و بداں اسارت، مستحقِ تباہی وسزاوارِ ہلاک شوند، متضمنِ غایتِ استخفاف بہ شانِ آں اشرف الاشراف واشاعتِ شناعت بر السنۂ عوام واجلاف است، العیاذ باللہ تعالےٰ من ذٰلک۔

ونیز باید دانست کہ اگر کدام کلام در تحمید وثنائے الٰہی متضمن گونہ استخفاف بشانِ اوسبحانہ یا بشان کسے از انبیاء ومرسلین یا اولیاء یا ملائکہ باشد تفوہ بآں ناجائز[5] و ناروا است خواہ آں کلامِ صادق باشد یا کاذب، مثلاً اگر کسے گوید کہ اوسبحانہ چنیں[6] بے نیاز است کہ ملائکہ وشیاطین نسبت بشانِ اوسبحانہ برابر اند یا کسے گوید کہ ہمہ اولین وآخرین نسبت بشانِ ایزدی[7] از چمار ذلیل تر اند، قائلِ ایں کلام مرتکب استخفافِ ملائکہ واولین وآخرین

---

[1] متکلم (پ) [2] جمیع (اصل) [3] مجید × (ذ) [4] بشان (ذ) [5] ناچار (ذ)
[6] چنیں (تا)، بشانِ × (ذ) [7] اوسبحانہ (پ)

شد و ایں[1] خود ناروا است و اشتمالِ آں بر تحمید و ثنائے الٰہی آں را از تضمن استخفاف کہ ممنوع و نامشروع است بیروں نمی آرد۔

وازیں جا است کہ فقہا فرمودہ اند کہ لفظِ خالق القردۃ والخنازیر، در حمدِ الٰہی آوردن نشاید حال آنکہ قطعاً معلوم است کہ کسے جز او ہیچ چیز را نمی تواند آفرید بلکہ ذکرِ اشیائے خسیسہ در جنبِ اشیائے نفیسہ گو در ضمنِ نفی باشد متضمن استخفافِ قدرِ .... اشیائے نفیسہ است، مثلاً اگر کسے در مدح بادشاہ گوید کہ بادشاہ دریوزہ گر نیست یا گوید کہ بادشاہ از چماراں بہتر است ایں کلام ہم مشتمل بر استخفافِ شان بادشاہ است۔

و چنانکہ[2] دلالتِ کلام بر استخفاف از سوقِ آں برائے غرض[3] مقصود می باشد ہمچناں استخفاف از آثارے کہ بر مضمونِ آں[4] مترتب شوند گو در بادی الرائے مقصود نباشند لازم و درآں کلام مضمر می باشد، مثلاً اگر کسے از نوکرانِ بادشاہ گوید کہ سخن فلاں وزیر بحضورِ بادشاہ در حقِ کسے سبب[5] نفع یا ضرر نمی تواند شد، ایں کلام بدو وجہ متضمن تحقیرِ شانِ وزیر است۔

یکے آنکہ او را بحضورِ بادشاہ منزلت نیست لہٰذا سخنِ او بہ ہیچ نمی ارزد

دوم آنکہ اجلال و توقیرِ وزیر ضرور نیست چہ او نہ بکسے نفع تواند بخشید و نہ بہ کسے مضرت تواند رسانید پروائے او چرا باید کرد و او را بر کسے ہیچ منت از ایصالِ[6] نعمت یا دفعِ مضرت نیست، پس شکرِ او چرا بجا باید آورد۔

ونیز شعور باید داشت کہ استخفاف بہ شانِ کسے بر چند گونہ است:

یکے استخفاف بشانِ او قصداً و عمداً،

---

[1] آں (پ) [2] چنانچہ (پ) [3] عرض (پ) [4] آں × (ذ)

[5] بسبب (پ) [6] اتصال (پ)

دوم آنکه استخفافِ او به خطاء و لغزشِ زبان و زلتِ[1] لسان یا در نادانستگی که قائل از دلالتِ کلامِ خود بر آں به سبب جهل و نادانی غافل باشد چنانکه بعض ظرفاء بعض عامیه[2] بختیار[3] را آموختند که ساده لوح فرزانه را گویند آں بے چاره عامی آں را در مدحتِ بعض ملوک در مقامِ خوشامد به استعمال آورده بپاداشِ ایں کلمه رسید۔

بعد ایں تمهید باید شنید که کلامِ لاطائل ایں قائل به وجوهِ عدیده بر غایتِ استخفاف بشان و انتقاصِ قدرِ حضرت سیدنا و مولانا سید الاولین والآخرین اجمعین وحضراتِ دیگر انبیاء و[4] مرسلین و ملائکهٔ مقربین و اولیاءِ عارفین صلوات الله وتسلیماته علیٰ سیدنا وعلیهم اجمعین دلالت و اشتمال دارد و ایں قائل از ارتکابِ استخفاف و انتقاصِ شان آنحضرات عمداً و قصداً نموده در اشنعِ انحاءِ استخفاف گرفتار گردیده است۔

وجهِ اول ایں که مقصودِ قائل ازیں کلام از آغاز تا انجام این است که شفاعتِ کسے از انبیاء و اولیاء و ملائکه و شیوخ سبب[5] نجاتِ هیچ گنهگار از عذابِ نار و سزائے کردارِ او نمی تواند شد و آنچه بسیار مردماں اعتقاد دارند که شفاعتِ ایں حضرات سببِ[6] نجات و حطِ سیئات است غلط فهمیٔ ایشان است[7]، او سبحانه خود رحم آورده و آمرزش کرده کسے را شفیع بنام برائے حفظِ سررشتهٔ آئینِ سلطنتِ خود قرار خواهد داد و هرگز شفاعت[8] کسے سببِ رحم و آمرزشِ او سبحانه نخواهد بود۔

ایں عقیده خود استخفاف بشان و انتقاصِ قدرِ آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و دیگر حضراتِ ممدوحین است چه از روئے کتابِ مبین و احادیثِ سید المرسلین و اجماعِ ائمهٔ دین ثابت است که شفاعتِ آں[9] حضرات علیهم[10] السلام عموماً و شفاعتِ سید الاولین

---

[1] لکنت (پ) [2] عامه (ذ) [3] بختیار × (ذ) [4] و × (ذ) [5] بسبب (پ) [6] بسبب (ذ) [7] است × (ذ) [8] بشفاعت (ذ) [9] ایں (پ) [10] علیهم السلام × (پ)

والآخرین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خصوصاً سببِ[1] رحم و آمرزشِ حضرت آفریدگار و سببِ نجاتِ گنہگارانِ بدکردار از عذابِ نار است و دعواتِ ایشاں برائے اہلِ کبائر مستجاب و سببِ نجات از نکال و عذاب[2] است، انکارِ ایں معنیٰ انتقاصِ قدر و منزلت آں[3] حضرات در بارگاہِ ایزدی و استخفاف بشانِ مناصبِ ایشاں در حضرتِ الٰہی است، چہ سابق گذشت کہ منزلت و مکانتِ آنحضرات دراں بارگاہ سببِ قبولِ شفاعتِ ایشاں برائے اہلِ جرم و گناہ است پس[4] انکارِ مدخلیت و سببِ شفاعتِ آں[5] حضرات نسبت بہ نجاتِ اہلِ سیئات بایں معنی انکارِ منزلت و مکانتِ آنحضرات در حضرتِ رافع الدرجات است[6]، اگر ایں انتقاصِ قدر نیست باز چیست؟

وجہِ دوئم ایں کہ چوں مقصودِ ایں قائل معلوم شد حالا کلامِ او را مسوق برائے اثباتِ ہمیں مقصود دانستہ باید فہمید کہ تقریرِ ایں مرام در افہامِ اہلِ اسلام اقتضائے آں دارد کہ از اذہانِ ایشاں وجاہت و منزلت و محبوبیت و مقبولیت کسانیکہ ایشاں آں کساں را شفاعت خواہِ جرم و گناہ در بارگاہِ الٰہی دانند و آنہا را وسائل و شفعاءِ خود در حاجات برآری و رستگاری از گرفتاری بہ سزائے بدکرداری می خوانند نیست و نابود کردہ[7] در محبت[8] و اجلال و توقیر و تعظیمِ ایشاں نسبت بداں حضرات و در اعتقادِ ایشاں بہ وجاہت و جاہ و پذیرائی دعا و شفاعتِ آں حضرات برائے ایشاں دراں بارگاہ فرقے و انحطاطے بہ تمکن و قرار آوردہ شد و بایشاں تفہیم[9] رود کہ وجاہت و محبوبیت کہ سببِ قبولِ شفاعت تواند شد در بارگاہِ الٰہی بہ کسے حاصل نیست تا امیدوارِ شفاعتِ او باید بود و در بیانِ نفیِ شفاعت[10] و وجاہت آنچناں کلمات گفتہ شوند کہ بہ نفیِ وجاہت و منزلت دلالت داشتہ باشند۔

---

[1] بسبب (ذ) [2] عقاب (پ) [3] ایں (پ) [4] پس × (پ) [5] ایں (پ) [6] است × (پ)
[7] کردہ × (ذ) [8] محبت (پ) [9] تفہم (ذ) [10] شفاعت × (اصل)

مثلاً گفته شود که شانِ الٰهی این است که چوں خواهد دریک آں بیک حرفِ
کُن کرورها انبیاء و اولیاء و جنه و فرشتگان برابرِ جبرئیل و محمد پیدا کند و لو قوع آید و اگر
همه اولین و آخرین از بشر و ملائکه و جنه که ایں عموم همه کفار و مشرکین و اشقیاء و شیاطین
را شامل است مانندِ جبرئیل و پیغمبر شوند رونقے در کارخانجات ملکش نخواهد افزود و اگر
هر[1] همه که ایں عموم جمیع انبیاء و مرسلین و سید الاولین و الآخرین و همه ملائکه مقربین و[2] شهداء
و صدیقین و عبادِ صالحین را متناول است مانندِ شیطان و دجال شوند کمی در رونق سلطنتش
رو نخواهد نمود۔

پس غرضِ مسوق له الکلام استخفافِ شان و انتقاصِ قدرِ آنحضرت سید الانبیاء
والمرسلین خیر الانام، قدر شکنی و بے اعتنائی بشانِ دیگر انبیاء و رسلِ عظام علیٰ نبینا و علیهم السلام
و عدمِ اعتداد و عدمِ مبالات بشانِ ملائکه مقربین و اولیائے کرام است و اگر ایں معنی دریں
کلام مضمون و در خاطرِ قائل مرکوز و مکنون نباشد ایں کلام بے سود و مقصود نشود و بر باد رود حالا
انکشاف یافت که بر اقحامِ ایں کلام در اثنائے نفیِ شفاعت و جاهت که بے ذکرِ ایں کلام
صرف بذکرِ دخل نبودن کسے در کارخانجاتِ سلطنتِ ایزدی تمام بود همیں باعث شد و الّا
سابق گذشت که ایں کلام با مقصود و مرام ربطِ بیّن و حسنِ التیام ندارد۔

وجهِ سویم اینکه[3] سیاق ایں کلام در متفاهم عرفِ عام دلالتِ واضحه منبا در به استخفاف
و انتقاصِ قدرِ عالی مقام حضرت سید الانام علیه الصلوٰة والسلام دارد مثلاً اگر جماعتے بوزیر
کدام سلطانِ ذی اقتدار چنیں اعتقاد داشته باشد که او در بارگاه سلطانی بمزید وجاهت
و نباهت به سبب مهربانی خسروانی[4] از سائر اهلِ اعزّه[5] بیگانگی و امتیاز دارد و کسے خواهد که اعتقادِ
آں جماعت در حقِ آں وزیر برهم زند، پس گوید که شانِ بادشاه این است که چوں خواهد کرورها

له مر (ذ) ٢ه و × (اصل) ٣ه آنکه (پ) ٤ه خروانی × (پ) ٥ه اقرب (پ)

کساں را دریک آن باآں وزیر ہمسر و برابر گرداند بلاشبہ ایں کلام بر استخفافِ آں وزیرِ عالی مقام دلالت دارد۔

وہمچناں اگر قومے اعتقاد کنند کہ فلاں عالِم در اکنافِ عالَم بے نظیر و یگانۂ عصر است، ہمتر کسے بہ علم و فضل بوجود آید[1] و پیدا شدن ہم[2] رتبۂ او مستبعد می نماید، کسے بزبانِ اردو گوید:

"خدا چاہے تو ایک آن میں کہ وروں عالم اس کے برابر پیدا کر ڈالے"

پس بلاشبہ سیاقِ کلام بر قدر شکنیِ آں عالم دلالت دارد، گو ایں سخن راست است راستیِ کلام منافیِ دلالت بر استخفاف نیست، کسے کہ دلالتِ ایں کلام را بر استخفاف انکار کند از سہ حال خالی نیست یا زبان نمی فہمد و متبادر از سیاقِ کلام نمی داند یا بے چارہ معنیِ استخفاف نمی داند یا متعنّد است کہ بانکارِ ضروریات باکسے ندارد۔

وجہ چہارم اینکہ[3] بر مضمونِ کلام و حاصلِ مرامِ او اثرے مترتب می شود کہ باستخفاف و بے اعتنائیِ ایشانِ حضرتِ سرورِ اصفیاء و حضرات دیگر انبیاء و صالحین و اولیاء می کشد و آں این است کہ[4] ہرگاہ کہ در ذہنِ کسے متمکن شد کہ کسے از آں[5] حضرات برائے من منفعت نمی تواند بخشید و مضرت نمی تواند رسانید، خواہد[6] اندیشید کہ محبتِ ایشاں چرا[7] باید داشت و توقیر و تعظیمِ ایشاں چرا باید کرد و مراعاتِ داب آداب نسبت بایشاں چہ ضرور واحترامِ آثارِ ایشاں چہ[8] لازم و ایشاں را برگردنِ من کدام حق کہ بہ تکریمِ ایشاں ادائے آں کنم و ایشاں را بر جانِ من کدام منت کہ بہ تبجیلِ ایشاں شکرِ آں بجا آرم و از ایشاں چہ توقع و کدام چشم است[9] کہ

۱ه آمدن (ذ) ۲ه برتبہ (ذ) ۳ه بآنکہ (پ) ۴ه کہ × (ذ) ۵ه ازیں (پ) ۶ه خواند (ذ) ۷ه چرا (تا) نسبت بایشاں × (ذ) ۸ه چہ لازم وایشاں × (پ) ۹ه داشت (ذ)

بایشاں محبت دارم۔

پس اعتقاد بمفادِ ایں کلامِ ناتمام روادار بے باکی ہا و بے اعتنائی ہا و موجب جسارت براختیارِ خسارت و مجوّز ارتکاب بے ادبی ہا و بے اعتنائی ہا است۔

پنجم آنکہ کلمۂ :

" اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی و ولی و جن و فرشتہ، جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے "

متضمن استخفاف است بدیں وجہ کہ در مقامِ ثانی مذکور شد کہ مدلولِ ایں کلام صحتِ تعلق تکوین بہ کروڑہا[1] امثال برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم است چہ متعلق بحکم کن ہماں است کہ باآں تعلقِ تکوین صحیح باشد و دریں معنی انتقاصِ قدرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ افضل الخلق والممکنات اجمعین واجلّ مایصح بہ تعلق التکوین اند ظاہر وآشکارا است ومنافاۃ صحۃ تعلق التکوین بہ برابرِ آں معدوم المماثل والقرین با افضلیتِ آنحضرت برجمیع مایصح بہ تعلق التکوین مستغنی از اظہار۔

ششم اینکہ لفظِ صدہا و ہزارہا ولکھ ہا وکروڑ ہا وآنچہ بداں مانند اگر برائے تعدادِ نظیر کدام[2] شے آوردہ شود بر تحقیرِ آں شے علی حسب تفاوتِ مراتب کثرتِ نظیرِ آں شے دلالت دارد، وجہ آں این است کہ امتناع یا عدم یا ندرتِ نظیرِ شے در خوبی مستلزم و ملازمِ جلالتِ قدر و عظمتِ شانِ آن است وامکان یا وجود یا کثرتِ نظیرِ آں بالقوہ یا بالفعل مستلزم و ملازمِ ابتذال و بے قدریٔ آنست و مراتبِ ابتذال و بے قدری بتفاوتِ مراتبِ کثرتِ نظیر متفاوت می شود، پس کلامے کہ دلالت کند بر امتناع یا عدم یا ندرتِ

---

[1] بکروڑہا (پ) [2] کدام (تا) کثرتِ نظیر × (پ)

نظیرِ شے دلالت دارد و اعزاز[1] و توقیرِ آں علی حسب تفاوتِ المراتب یعنی کلامِ دال بر امتناعِ نظیر دال است بر اعلائے مراتبِ توقیر[2]، ازاں بعد کلام دال بر عدمِ آں و ازاں پس کلامِ دال بہ ندرتِ آں۔

وکلامے کہ دلالت کند بر صحت وجود یا وجود یا کثرتِ نظیرِ شے، دلالت دارد بہ استخفاف و ابتذالِ آں شے و مراتبِ ابتذالِ آں بتفاوتِ مراتبِ کثرتِ نظیرش تفاوت می پذیرد مثلاً اگر گفتہ شود کہ دو بیست[۲۰۰] کس نظیرِ زید تواند شد ابتذالے کہ ازیں کلام مفہوم می شود کہ از ابتذالے کہ از[3] جملہ صدہا کس نظیرِ او تواند شد مفہوم می شود و ابتذالے کہ مدلولِ لفظِ صدہا است کمتر است از ابتذالے کہ مدلولِ لفظِ ہزارہا است و ابتذالے کہ مدلولِ لفظِ ہزارہا است بہ فہم[4] می آید کمتر است از ابتذالے کہ برآں لفظِ لکھ ہا دلالت نماید و آنچہ از لفظِ لکھ ہا فہمیدہ می شود دون[5] است از آنچہ از[6] لفظِ کروڑہا بہ فہم می گنجد[7]۔ ایں قائل بمقتضائے سریرتِ خود لفظِ کروڑہا کہ اشمل[8] اعدادِ مستعملۂ زبانِ اردو است اختیار کرد تا زیادہ تر بر استخفافِ شانِ سید البشر الشفیع المشفع فی المحشر صلوات اللہ و تسلیماتہ علیہ دلالت سازد و زیادہ تر جہلہ را در کفر و ضلالت اندازد۔

ہفتم آنکہ نامِ مفروض الاعظام حضرت سید الانام علیہ ازکی الصلوٰۃ والسلام بکمال بے باکی یاد کرد کہ آنرا بکلمۂ اجلال و اکرام و بہ صلوٰۃ و سلام قرین نہ آورد، آرے مناسب غرض مسوق لہ الکلام ہمیں بود و ایں بے باکی را بر کمالِ حضرتِ افضل الصدیقین الاصفیاء خیر البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات، حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ بعد وفاتِ آنحضرت سرورِ کائنات، خطبہ فرمود و گفت :

---

[1] انداز (ذ) [2] وتوقیر (اصل) [3] از × (ذ) [4] بہ فہم می آید (اصل)، نباید [5] دون (پ) [6] از × (ذ) [7] می کند (ذ) [8] مشتمل (پ)

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ
وَ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔

قیاس نتواں کرد زیرا که حضرتِ صدیقِ اکبر از قرآن اقتباس فرموده بود وَ هو قوله تعالیٰ :-

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ
وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔

واگر نامِ مقدس بکلمۂ اکرام یا بصلوٰة و سلام مقرون می آورد اقتباس فوت می شد وغرضِ مسوق[1] له الکلام که تسلیۂ اصحابِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم که بغایت غمگین و اندوه گین بودند وبعض از ایشاں از موتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحاشی و انکار می نمودند، بود از دست می رفت، چه ضمِ[2] کلماتِ اجلال و اکرام[3] و اضافۂ صلوٰة و سلام بنامِ سید الانام دراین چنیں مقام و درهیچو ماتمِ عام ایں کلام را آنانکه[4] نُدبه می گردانید واہلِ اسلام را زیاده تر می گریانید و در خاک وخون می غلطانید پس مناسب همیں بود که از آیتِ قرآنی اقتباس فرمود وبرآں هیچ نه افزود، هر سخن وقتے وهر نکته[5] مکانے دارد۔

آرے ایں قائل نواند گفت که مناسبِ غرضِ مقصود دریں جا هماں بود کاز زبانش تراوش نمود واگر او کلمۂ اعظام یا صلوٰة و سلام می افزود با مرادِ دلی و مقصودِ اصلی و نیز با سیاق و[6] سیاق مناسب و چیساں[7] نمی[8] بود، حال اجلال اسمِ مبارکِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم انشاء اللہ تعالےٰ در مقامِ رابع مذکور می شود، فانتظر۔

---

[1] سوق الکلام (ذ) [2] ختم (ذ) [3] واکرام × (ذ) [4] آنکه (ذ) [5] یا (ذ) تا (پ) [6] و × (ذ)
[7] چناں (پ) [8] نمی × نمود (ذ)

ہشتم آنکہ لفظ "کرڈالے" درزبانِ اردو براہانت و استخفاف دلالت دارد مثلاً اگر کسے گوید "چاہوں تو فلاں کام کرڈالوں" ایں [1]کلام بر استخفافِ [2]آں [3]کام دلالت دارد و[4] اگر گوید کہ "چاہوں تو فلاں کام کروں" دریں کلام آں دلالت نیست و ایں معنی بر زبان دانانِ[5] اردو مخفی نخواہد بود، وجہِ آں ایں[6] است کہ لفظ "ڈالنا" درزبانِ اردو بمعنی انداختن است و ازیں جہت طرح وحطِ رتبہ ازیں لفظ مفہوم می شود۔

خاطرِ ایں قائل خوشنود نشد بایں کہ می گفت "چاہے تو پیدا کرے" چہ ایں عبارت بامقصودِ[7] دمی او چنداں چسپاں نبود و دلالت برغایتِ استخفاف نمی نمود

بلے ع

از کوزہ ہماں[8] تراود کہ در وست

ولنعم ما قیل ؎

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا

اگر گفتہ شود کہ لفظِ "کرڈالنا" درزبانِ اردو بجائے مستعمل می شود کہ دلالت برسرعت و تعجیل درکردنِ آں کار مقصود باشد و دریں جا[9] ہم ہمیں دلالت مقصودِ قائل است۔

جوابش گفتہ آید کہ لفظ "ایک آن میں ایک حکمِ کن سے" برائے دلالت برسرعت و تعجیل بس بودہ است، اگر مقصودِ قائل از لفظِ "کرڈالنا" استخفاف نبود چرا ایں لفظ افزود، و مع ہٰذا قائل درتاویل کلام خود می گوید کہ مقصود ازیں تعلقِ تکوین نیست،

---

[1] ایں کلام × (ذ) [2] آں × (ذ) [3] کام (اصل) کار باید [4] و × (ذ) [5] دانایاں (ذ) [6] ایں (ذ)
[7] بامقصود × (ذ) [8] ہمونی بروں تراود (ذ) [9] جا × (ذ)

بازسرعت وتعجیل درکردنِ کارہ وتکوینِ آں ازیں عبارت استنباط کردن توجیہ القول بما لایرضیٰ بہ قائلہ است بلے خودکردہ را درماں نیست۔

نہم اینکہ کلمہ:

"اور سب لوگ اگلے اور پچھلے اور آدمی[1] اور جن بھی سب مل کر جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہوجاویں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں اون کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی۔"

عجب کلمہ ایست کہ بر زبانِ محمدیاں بہ ہزار جبر تثقیل علی السبیل النقل کہ نقلِ کفر کفر نباشد، می گذرد[2] والا ہر مسلمان از شنیدنِ ایں چنیں کلمہ بر خود می لرزد[3] والعیاذ باللہ من ذٰلک چہ حرف گردیدنِ اولین وآخرین یکسر مانندِ جبرئیل وپیغمبر گویدہ[4] بموضعِ خود مذکور شود کہ[5] مقدم قضیہ شرطیہ گردانیدہ آید بہ غایت تحقیر شانِ حضرتِ جبرئیل واستخفافِ شانِ جلیل حضرتِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است چہ در اولین وآخرین، شیاطین ومشرکین وجبابرہ وملاعین وہمہ اشقیا بے دین داخل اند، حرفِ برابری ومماثلت ایں ہمہ با آں ہر دو حضرت علیہما الصلوٰۃ والسلام گو درضمنِ قضیہ شرطیہ باشد چساں[6] بر زبانِ آں کساں کہ دعوائے اسلام گو بنام باشد می کنند، تواند گذشت۔

دریں کلام ایں قائل بہ چند وجہ رعایتِ بلاغت کردہ است نخستیں اینکہ باوجود تعمیمِ اولین وآخرین، تعمیمِ آدمی وجن نیز مذکور کردہ حال آنکہ تعمیمِ اول نیز ادائے مقصود او توانست کرد، نکتہ در آں[7] این است کہ تعمیمِ اول صراحۃً بلا تکلف شیطان را شامل نبود، ناچار لفظِ جن تصریحاً افزود تا آں رئیس اہلِ تلبیس یعنی ابلیس بلاحاجت[8] بتکرار دریں تعمیم

---

[1] دلی (پ) [2] میگزرد (ذ) [3] کہ گو (بایہ) [4] چناں (ذ) [5] می کند (ذ) [6] دروں (ذ) [7] بلاحجت (ذ)

داخل باشد، چه یک بار دخولِ او در تعمیم اولین و باره[1] دیگر در تعمیم پسیں واز[2] جنّ مفهوم شد که کان مِنَ الْجِنِّ این نکته را از آثارِ تفسیر دانی این قائل نتواں شمرد و ہیچ رعایت در ہجو مقام مناسبِ مقتضائے حال بوده است۔

دوّمی آنکه ذکرِ فرشتگان دریں[3] مقام نه آورده[4] چنانکه ملائکه را در کلامِ سابق مذکور کرده، نکته دراں این است که مساوات و ہمسری فرشتگان با حضرتِ روح الامین و حضرت سید المرسلین علیہما السلام چنداں مفیدِ استخفاف نبوده، پس بغرضِ او[5] مزید دلالت نداشت۔

سوّمی کلمهٔ حصر در قولِ او "جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں" دریں جا چہرهٔ مرادِ او، غازهٔ رنگ تازه می دہد، آرے خواسته خاطر را ہمچنیں باید آراست[6]۔

دہم آنکه قولِ او:-

"اور سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں"

گفتاریست که بتصورِ سماعتِ آں، اہلِ ایمان را قشعریره[7] در می گیرد و رنگِ سامعِ آں، گو رنگِ اخلاص نداشته باشد، بمجرد شنیدنش شکست می پذیرد، ہرگاه[8] که از ذکرِ شیطان و دجال با ذکر مقربانِ بارگاهِ حضرتِ ذی الجلال گو بطریقِ نفیِ مساوات باشد، موئے بر تن می خیزد و آبروئے اخلاص می ریزد پس وائے بر حالِ کسے که حرفِ گردیدنِ ہر[9] ہمه که این[10] عموم آنحضرت سید البرایا را شامل و سائرِ انبیاء و مرسلین و ملائکه و مقربین و اولیاء و صدیقین و شہداء و صالحین را متناول است ہمچو شیطان و دجال که سرگروهِ اہلِ ضلال و اضلال اند بر زبان رانده، گو آنرا

---

[1] باز (ذ) [2] از × (ذ) [3] ازیں (پ) [4] نادرد (ذ) [5] او × (ذ) [6] داشت (ذ) [7] کشعریره (ذ) تشعریره (پ) [8] ہرگاہے (پ) [9] بر (ذ) [10] این ہمه (ذ)

بطریقِ تلبیس قضیہ شرطیہ خواند، ہیچ اہلِ ایمان ایں چنیں کلمہ پنہانی و آشکارا جائز و گوارا نمی دارد و بر زبان چہ بتصور[1] ہم نمی آرد۔

سبحان[2] اللہ! زہے ایمانِ کسے کہ خود را مرشدِ اہلِ اسلام داند و مخالفانِ خود را کافر و مشرک خواند و بلا ضرورتِ داعیہ[3] و بے حاجتِ ملجئہ ہیچو کلمۂ ثقیل کہ سراپا استخفافِ مقربانِ حضرتِ ایزد جلیل است، بے باکانہ بر زبان راند و برائے تعلیمِ عوام و سوقیہ آں را در کتابِ خود[4] ثبت کردہ اند و آں را در کوچہ و بازار اشتہار دہد و بہ تلقینِ آں بہ حلقہ بگوشانِ خود[5] آنہا را طوقِ لعنت بر گردن نہد لیکن نازم بر آں[6] قائل کہ دریں کلام ہم دادِ بلاغت دادہ است کہ کلمۂ حصر در قولِ خود "شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں" دریں قرینہ ہم نہادہ و در ہر دو قرینہ رعایتِ طباق در میان جبرئیل و پیغمبر و در میانِ شیطان و دجال نمود، گو ایمان از دست رفت، الا سر رشتۂ بلاغت از دست نمی بائیست داد۔ آرے مقصودِ دلی را بہ ہمیں[7] اعتنا[8] باظہار باید آورد و در تعبیر ایں چنیں مقصودِ اہم ہمچنیں[9] رعایتِ بلاغت[10] باید کرد۔

امانغیِ شغلے عنے کہ برائے اثباتِ انتفائے آں، ایں چنیں کلماتِ گوناگوں و عباراتِ دقائق مضمون، استعمال فرمودہ اند، بایں عبارت نمی شد کہ در کارخانجاتِ الٰہی ہیچ کس را مدخل نیست تا از خوشی و دل نہادِ او رونقِ سلطنت افزاید یا از ناخوشی و بے دلیِ او شکستِ رونق دراں پدید آید ایں عبارت آرائیہا و ایں بیہودہ سرائیہا برائے چیست؟ لیکن ایں قائل از عادتِ خود مجبور است کہ اکثر در گفتارِ خود ذکرِ انبیاء و ائمہ و اولیاء و شہیداں با ذکرِ شیاطین[11] و اشقیاء و خبیثاں و عنیداں برابر می آرد و رعایت

---

۱ متصور (پ) ۲ اللہ × (ذ) ۳ مراعیہ (پ) ۴،۵ خود × (ذ) ۶ بر ایں حال (پ) ۷ بہ × (ذ) ۸ اعتبار (ذ) ۹ ہمچنیں × (ذ) ۱۰ بلاغت × (ذ) ۱۱ شیطان (ذ)

ترصیع وطباقِ بدیع نمی گزارد و[1] پاسِ ادب، ایں ادیب[2] را از صرفِ مایۂ بلاغت باز نمی دارد تا سررشتۂ بلاغت از دست نرود گو ایمان بر باد شود، اگر بر عبارتش مواخذۂ علمی کردہ شود قائل در جواب دہی بجاں آید و مبلغِ علم را[3] جلوہ و[4] ظہور نماید و بجز بیہودہ گوئی و یاوہ سرائیہا ہیچ نہ افزاید۔

حالا باید شنید کہ قولِ او " اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک آن میں ایک حکمِ کن سے (الی آخرہ)" اگر قضیہ حملیہ است باطل است بدو وجہ :

اوّل اینکہ دریں قضیہ حکم حملی نیست تا قضیہ حملیہ باشد۔

دوئم اینکہ بر تقدیرِ فرضِ بودنش حملیہ، از قضایا بتّیہ نیست چہ مصداق[5] آن گاہے[6] در نفس الامر واقع نیست، پس از قضایائے غیر[7] بتّیہ و قضایائے غیر بتّیہ مساوی[8] شرطیات است پس بطلانِ آں در شقِ ثانی مذکور می شود و اگر قضیہ شرطیہ است معنیٔ آں ایں چنیں باشد کہ اگر او سبحانہ خواہد کہ کروڑہا انبیاء و اولیاء و جنّہ و ملائکہ برابر حضرتِ جبرئیل و آنحضرت علیہم السلام پیدا کند و بوقوع آرد۔

پس از دو حال خالی نیست، یا مقدمِ ایں شرطیہ واقعی است یا غیر واقعی و فرضی، اگر واقعی است واجب[9] آمد وجودِ کروڑہا کس برابر ہر دو حضرتِ ممدوح در نفس الامر ضرورۃً وقوع التالی عند وقوع المقدم و قول بوقوعِ تالی کفر صریح است و[10] اگر غیر واقعی[11] است، پس ممتنع بالذات است یا ممتنع بالغیر و علی التقدیرین استلزامِ مقدم مذکور[12] کہ ممتنع بالذات باشد یا ممتنع بالغیر برائے تالی مجزوم بہ نیست۔

---

۱ در × (ذ) ۲ روئیت (ذ) ۳ او (پ) ۴ و × (پ) ۵ تصدیق (پ)

۶ گاہے × (ذ) ۷ غیر × (ذ) ۸ مساوق (پ) ۹ لازم (پ) ۱۰ و × (ذ)

۱۱ غیرواقع (پ) ۱۲ مقدر (پ)

واگر ایں قائل اعتقاد دارد کہ تعلقِ مشیت بہ کرورہا امثال، برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ممکنِ ذاتی است وممکنِ ذاتی گو ممتنع بالغیر باشد مستلزمِ محال بالذات نمی باشد وعدمِ وقوعِ آنچہ مشیتِ ایزدی بداں متعلق می شود محال بالذات است کار برو تنگ خواہد شد، چہ در مقامِ ثانی گذشت کہ وجودِ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مستلزم[1] کذبِ او سبحانہ است وکذبِ او سبحانہ محال بالذات است، پس بنابریں اعتقاد لازم خواہد آمد کہ وجودِ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محال بالذات باشد، بریں تقدیر[2] بے چارہ بزودی ملزم خواہد شد۔

وعلیٰ ہذا القیاس آں دو قضیہ شرطیہ یعنی از قولِ او :

" اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (تا قولِ او) رونق گھٹنے کی نہیں "

یا از قضایائے فرضیہ تقدیریہ باشند یا از قضایائے واقعیہ نفس الامریہ یعنے یا گفتہ شود کہ مقدمِ ایں ہر دو شرطیہ غیر واقعی است یا گفتہ شود کہ مقدم ہر دو شرطیہ واقعی است، ثانی باطل است، چہ بودن ہمہ پیشینیاں وپسیناں با جبرئیل وپیغمبر ہمسر یا با شیطان ودجال برابر فی نفسہٖ اجتماعِ النقیضین است زیرا کہ بودن ہر کس پیغمبر مستلزم ایں است کہ بعض کساں پیغمبر نباشند بلکہ مُرسل الیہ وامت باشند کہ پیغمبر بے امت معنی ندارد وبودنِ ہر کس شیطان بے آنکہ بعض کساں چنیں باشند کہ کسبِ ضلالت از دیگرے کنند متصور نمی شود، پس آں بعض شیطان نمی توانند شد بلکہ مستفیدانِ خدمتِ او، پس مقدم ہر دو شرطیہ کہ مشتمل بر جمع نقیضین است محال است واستلزامِ مقدم محال برائے تالی مجزوم بہ نیست لِاَنَّ الْمُقَدَّمَ الْمُحَالَ یَجُوْزُ اَنْ یَّسْتَلْزِمَ نَقِیْضَ التَّالِیْ۔

ونیز معلوم نیست کہ مرادِ قائل بہ سلطنتِ جنابِ الٰہی ورونقِ آں چیست اگر مراد

---

[1] مستلزم (تا) صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم محال بالذات × (ذ) [2] قدر (ذ)

از سلطنتِ او سبحانه تصرفِ او سبحانه در همه ملک و ملکوت بر وفقِ مشیتِ او سبحانه است
و رونقِ آں، عبارت از جریانِ آں[1] بروفقِ[2] حکم و[3] مصالح است چنانکه همه عالم به مشیتِ شامله
و حکمتِ کامله او سبحانه بر ابلغ نظام واقع[4] است، پس بقائے همیں نظامِ ابلغ که در آں بعض
گمراه و بعض مقربِ بارگاه و بعض رانده و بعض مقبولِ حضرتِ باری و بعض ناجی و بعض بپاداشِ
بدکرداری معاقب و ناری و بعض فائز درجات و بعض در[5] اسفلِ درکات و بعض شقی و بعض
سعید و بعض مفید و بعض مستفید اند منافیٔ تقدیرِ مذکور است که بریں تقدیر همه کسان یکسان
و هر همه بیک شان خواهند بود و اگر چیزے دیگر مراد داشته باشد بلیستے بیان کرده
تا معنیٔ کلامِ او انکشاف یافتے۔

باید دید که ایں قائل ایں چنیں کلامِ لاطائل که معنیٔ صحیح ندارد در کدام مقام برائے
اثباتِ کدام مراد برائے چه قسم افهام[6] و در مخاطبتِ چه قسم عوام باستعمال آورده بلے مناسبِ
شانِ هدایت و تلقینِ ایمان و تبیینِ[7] وصف بعقائدِ دین بدانستِ او همیں است۔

باید دانست که بعض نامنصفانِ خودپرست که با وصف خبرداری و هوشیاری
بنشوتِ[8] نخوت سرمست[9] اند، چوں می بینند که زبان دانانِ اردو ازیں کلماتِ بے جا وانه
هیچو گفتگوئے بے سر و پا انتقاصِ قدر و استخفاف بشانِ سید الانام و سائر انبیاء علیهم
السلام و ملائکه و اولیاء کرام و شیوخ اعلام می فهمند و بشنیدنِ آں بر خویشتن[10] لرزان و
ایمانِ خود خائف و ترساں بوده ازیں کلماتِ بیهوده به هزاراں زبان تبرّی[11] می کنند،
می خواهند که اینها را فریبے باید داد و حیله برائے دفعِ وحشتِ اینها درمیان باید نهاد، پس

---

[1] آں × (ذ) [2] برفق (ذ) برونق (پ) [3] و × (ذ) [4] واقعی (ذ) [5] در × (ذ) [6] افهام و در مخاطبتِ چه قسم × (ذ) [7] یقین (پ) [8] تشوت (پ) [9] سرشت اند (ذ) [10] خویش (پ) [11] تیزی (ذ)

گاہے می گویند کہ دریں کلمات اجلالِ شانِ[1] ایزدی است[2] ازیں تحاشی نباید کرد ونفرتے بخاطر نباید آورد والّا سُوءِ اعتقاد بشانِ ایزدی می شود وایمان و توحید برباد می رود[3]۔
وجوابش این است کہ کلمۂ " اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ" دلالت برجوازِ کذبِ اوسبحانہ وتعالےٰ عما یقولون علواً کبیراً می کند[4] چنانکہ در وجہِ اول ازمقامِ ثانی مذکور شد و[5] فہمیدنِ اجلال از کلمہ کہ برجوازِ کذبِ محال برحضرتِ ایزدِ متعال دلالت داشتہ باشد بجز کج فہمی چیست وکلمۂ ثانی یعنی قولِ او " اور سب لوگ اگلے اور پچھلے الخ" خود معنیٰ صحیح ندارد، اول معنیٔ آں درست باید کرد بعد ازاں حرفِ دلالت برجلالتِ شانِ ایزدی باید آورد۔

و[6] اگر مقصود ازاں بیانِ غنی بودنِ اوسبحٰنہ ازخیراتِ ابرار وسیئاتِ اشرار بودہ است، اما ترجمۂ کریمہ :

مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ،

یا تفسیرِ کریمۂ :

اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔

افادتِ ایں مقصود نمی کرد کہ ایں قائل در پئے عبارت آرائیہا بیجا افتادہ[7] واگر ایں ہر دو جملہ[8] برائے بیانِ نفیِ[9] مداخلتِ کسے در کارخانجاتِ الٰہی آوردند، امّا[10] بیانِ آں بایں عبارات مؤدّیٰ نمی شود[11] کہ او سبحٰنہ نیاز[12] کارکن وکارسازندارد وہرچیز را بقدرتِ شاملہ وحکمتِ کاملۂ خود

---

[1] ایزدی پست نشود وایمان (ذ) [2] است (تا) می شود × (ذ) [3] نرود (ذ) [4] می کنند (ذ) [5] [6] و × (ذ) [7] افتادہ (ذ) [8] حیلہ (ذ) [9] نفی × (ذ) [10] امّا × (ذ) [11] نمی شد (پ) [12] نیاز

بوجود[1] می آرد۔

راست چرا نہ گفتہ شود کہ مقصودِ او استخفافِ شانِ حضراتِ انبیاء و اولیاء و نفیِ وجاہت این حضرات در حضرتِ ایزدی بود و برائے بیانِ آں[2] کدامی عبارتِ دیگر چیست[3] و چہاں نمی نمود[4] و در فاتحہ این مقام گذشت کہ کلامے کہ در تمجید و ثنائے الٰہی باشد اگر بر استخفاف و اہانتِ حضراتِ انبیاء و ملائکہ اشتمال داشتہ باشد بسبب تضمن ثنائے[5] الٰہی از شناعتِ دلالت بر ازدراء[6] بر انبیاء و ملائکہ بیروں نمی شود، اشتمالِ این ہر دو کلمہ بر اجلالِ شانِ الٰہی بر تقدیرِ فرضِ آں، گو بر خلافِ بر واقع است، مصحح[7] اباحتِ استخفاف بشانِ حضرات انبیاء و اولیاء نمی تواند شد۔

وگاہے می گویند کہ مفہوم ازیں کلمات تنقیصِ شان و قدرِ حضرت سرورِ کائنات با دیگر انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نسبت بشانِ ایزدی است و در ہیچ تنقیص ہیچک[8] شناعت نیست۔

معلوم نیست کہ این توجیہ چہ معنی دارد، آیا[9] مراد این است کہ مدلولِ این کلمات تنقیصِ شانِ[10] حضرات ممدوحین از شانِ او سبحانہ است، این خود غلط فہمی است کہ ما خود بیان کردیم و باثبات آوردیم کہ ازیں[11] کلمات استخفاف و انتقاصِ قدرِ آں حضرات نسبت بہ مناصبِ ایشاں کہ خدائے عزوجل بہ ایشاں کرامت فرمودہ است لازم می آید و شناعتِ آں بہ ہیچک اہلِ ایمان پوشیدہ نیست و ان شاء اللہ تعالیٰ در مقامِ رابع مذکور می شود، با این ہمہ تنقیصِ شانِ حضراتِ ممدوحین از شانِ او سبحانہ بر سوقِ کلام کہ مقصود از آں نفیِ سبب بودنِ شفاعت برائے نجاتِ اہلِ سیئات و عقوبات است،

---

[1] موجود (پ) [2] آں × (پ) [3] چیست (پ) [4] بود (د) [5] ثنائے × (د) [6] ازدراء (د) [7] صحیح (پ) [8] بہ ہیچک (د) [9] اما (پ) [10] شان × (پ) [11] این (پ)

انطباق ندارد و چہ[1] کسانیکہ اعتقاد دارند کہ شفاعت آں[2] حضرات سبب نجات می شود آں[3] حضرات را بندگان[4] واو سبحانہ را خدامی دانند، تنقیص شان آں[5] حضرات از شان او سبحانہ تعالیٰ در بیان مدعائے ایں قائل دخلے ندارد۔

انصاف[6] شرط است کہ کلام الٰہی و احادیث نبوی و اقاویل صحابہ و تابعین و ائمہ و مجتہدین و علماء دین و عرفائے عابدین بہ اجلال و تعظیم شان الٰہی مشحون و در کثرت از حد حصرا فزون است، در ہیچک بیانے و در ہیچک زمانے در ہیچک مکانے از ہیچک ذی ایمانے ایں چنیں کلمات کہ ازیں قائل سرزدہ[7] بمقتضائے عقیدت قلبی بے تابانہ بر زبانش آمدہ صدور نیافت آیا ہمہ آں[8] حضرات در اجلال شان الٰہی روا دار تقصیر بودند کہ بر ہمچو کلمات جسارت و اقدام نہ نمودند و ایں چنیں کلام استخفاف التیام بر زباں نہ آوردند، شاید ایں قائل ایں کلام را از قبیل کَمْ تَرَکَ[9] الْاَوَّلُ لِلْاٰخِرِ[10] اندیشیدہ باشد۔

وجہ یازدہم قول او

"اور وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے الخ"

بسوق[11] و روش دلالت بر استخفاف دارد زیرا کہ ایں کلام مسوق است برائے بیان آنکہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و حضرات سائر انبیاء علیہم السلام را رتبۂ شفاعت محبت در بارگاہ الٰہی حاصل نیست و ایں معنی بے آنکہ فی المعنی نفی محبوبیت از آنحضرات علیہم السلام نسبت بجناب الٰہی نمودہ شود حاصل نمی آید، چہ اگر محبوبیت متحقق باشد آثار آں نیز متحقق باشند کہ اَلشَّیْئُ اِذَا ثَبَتَ، ثَبَتَ بِلَوَازِمِہٖ وَآثَارِہٖ لیکن آثار محبوبیت

---

[1] وکسانیکہ (ذ) [2] [3] [4] [5] ایں (پ) [6] بندہ (پ) [7] وانصاف (ذ) [8] و × (ذ)
[9] بیترک (ذ) [10] والآخر (ذ) الآخر (پ) [11] سوق (ذ)

یعنی باریابی[1] و پذیرائی شفاعتِ ایشاں و نفعِ آں در حطِّ سیئات با استرضائے او سبحانہ و رضا خواہی او سبحانہ برائے آں حضرات[3] کہ ایں ہمہ آثارِ محبوبیت و محبیت[2] اند در زعمِ ایں قائل مترتب نیست والا شفاعتِ محبت متحقق باشد، ہرگاہ کہ لوازم و آثارِ محبوبیت منتفی شد معنی محبوبیت نیز منتفی شد گو بنام و در ظاہر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بحبیب اللہ ملقب کردہ شود کہ عبرت بمعنی است نہ بلفظ، پس ایں کلام مصداق [illegible] برائے نفیِ آثارِ محبوبیت کہ مستلزمِ نفی محبوبیت است و نفیِ محبوبیت بدیں وجہ [illegible] انہ تصریح، خصوصاً نسبت بمقامِ استخفاف تعریضِ ملیح است و [illegible] تلویح انتقاص دلِ[4] آنحضرت نیست؟

قدرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بارگاہِ[5] رب العزت آں[6] است کہ نیز سے از ساں سابق مذکور شد، آنحضرت محبوب ترینِ احبائے حضرتِ باری جل شانہ است و او سبحانہ رضا خواہِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شفاعت پذیر[7] الشان است و سببِ[8] پذیرائی شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محبوبیتِ آنحضرت است و ایں معنی از روئے آیاتِ قرآنی و احادیثِ صحیحہ ثابت است چنانکہ در مقامِ اول بہ تفصیل[9] گزشت۔

و نیز ذکرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ تنکیر کہ در ہیچ جا افادتِ تحقیر میکند و آں قولِ او "اور کسی کو حبیب کا" در افادتِ[10] مرادِ قائل بکار است۔

وجہِ دو آنز دہم آنکہ آنچہ ایں قائل در صورتِ ثالثہ بیان کردہ و آں قسم را در

---

۱ باز (پ) ۲ محبت (پ) ۳ اما (پ) ۴ در آنحضرت نیست × (ذ)
۵ بہ نسبت قدرِ آنحضرت در بارگاہ (ذ) ۶ آں × (ذ) ۷ پذیر × (پ) ۸ بسبب (ذ) ۹ مفصل (ذ) ۱۰ افادت × (ذ)

حضرتِ باری جل شانہٗ روا داشتہ دلالتِ صریحہ دارد برآں[1] کہ کسے ازاں گنہگاراں که آمرزیده خواهند شد ونجات خواهند یافت، بحضرتِ سید الانام علیه الصلوٰة والسلام استشفاع نخواهند کرد والتجا نخواهند آورد[2] و پناه نخواهند برد حالانکه[3] منصبِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیه وسلم این است که همه کساں از پیشین و پسین و اولین و آخرین ناچار ومضطر گشته واز حضرتِ دیگر رسلِ عظام علیهم السلام مایوس ونومید برگشته[4] در حضرتِ ملاذِ خلائق وملجأ انام علیه ازکی الصلوٰة والسلام پناه برند وشفاعت خواه شوند وآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیه وسلم بمزید رحمت برحالِ ایشاں در بارگاهِ ایزدی جل شانہٗ شفاعت کنند وآں[5] بیچارگاں بفیضِ توجهِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیه وسلم از اهوال وصعابِ احوال[6] نجات یابند وجمیع انبیاء ورسل زیرِ نشانِ عالی شانِ حضرتِ ایشاں صلی اللہ تعالےٰ[7] علیه وسلم باشند وحضرتِ ابراهیم وحضرتِ عیسیٰ علیهما السلام در عدادِ[8] امتِ حضرتِ ایشاں درآیند وایں معنی از روئے احادیثِ صحیحه ثابت است، آیا ایں کلام انتقاصِ قدرِ آں سید الکرام نیست؟

علمائے دین در بیانِ حدیثِ صحیح که آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیه وسلم ارشاد فرموده اند :

أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ذکر کرده اند که آنجناب سید الناس در دنیا و روزِ قیامت است الّا تخصیصِ روزِ قیامت بذکر، بدیں جهت است که سید، آنکس است که مردماں سوئے او در حوائجِ خویش پناه جویند والتجا برند، آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیه وسلم در روزِ قیامت بدیں صفت متفرد[9] هستند که همه

---

[1] بریں که (پ) [2] آورده (ذ) [3] اینکه (پ) [4] ونومید بر × (ذ) [5] وایں (پ) [6] احوال × (ذ) [7] صلی اللہ تعالےٰ علیه وسلم × (پ) [8] عداد × (ذ) [9] منفرد (پ)

اولین وآخرین چوں بہ التجا سوئے[1] مرسلین بشتابند سوائے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ملجاء و
جائے پناہ نیابند[2]، گویا ایں حدیث دریں حکم بآیۂ کریمہ :

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

ماند، چہ ملک در ہر آن و ہر زمانہ برائے خدائے یگانہ است، الّا ظہور خصوصیت ملک بجناب[3]
ایزد کردگار بدیں وجہ کہ ہیچ کس دعوئے ملک بہ دروغ ہم کردن نتواند درہماں روز راست۔

وجہ سیزدہم قول او :

" اوس امیر نے اوس چور کی سفارش اس واسطے نہیں کی کہ اس کا
قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اوس نے اوٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی
مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی "

برغایت انتقاص قدر و استخفاف شانِ حضرت سید الشفعاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
دلالت دارد، بیانش این است کہ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم این است کہ
آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم غایتِ رأفت و رحمت بحالِ امتِ خود دارند چنانکہ ایزد
سبحانہ آنحضرت را بہ رأفت و رحمت در کتابِ عزیز نعت[4] فرمودہ وارشاد کردہ :

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ
مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ ۔

و آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بہ سببِ رأفت و رحمت برحالِ امتِ خود
ہمیشہ برائے ایشاں اشفاق می فرمودند و جہتِ آمرزشِ ایشاں دعا در حضرتِ الٰہی می نمودند
چنانکہ در مشکوٰۃ شریف مروی است ۔

---

[1] سوے (ذ) [2] یابند (ذ) [3] آنجناب (ذ) [4] صفت (ذ)

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ عليه وسلم تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ
تَعَالىٰ فِيْ سُوْرَةِ إِبْرَاهِيْمَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا
مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ وَقَالَ عِيْسٰى
إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ
اَللّٰهُمَّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ
يَاجِبْرَئِيْلُ اِذْهَبْ إِلٰى مُحَمَّدٍ وَّرَبُّكَ أَعْلَمُ
فَاسْئَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ فَأَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَسَأَلَهٗ فَأَخْبَرَهٗ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰهِ تعالىٰ عليه وسلم بِمَا قَالَ فَقَالَ
اللّٰهُ لِجِبْرَئِيْلَ اِذْهَبْ إِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا
سَنُرْضِيْكَ فِيْ أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْؤُكَ۔

وترجمۂ ایں حدیث در مقامِ اول گذشت۔

وہمچناں در احادیثِ دیگر وارد شدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در روزِ قیامت نیز اُمّتی اُمّتی ارشاد خواہند فرمود۔ از یں حدیث و از احادیثِ دیگر ثابت است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت برائے امت بمقتضائے فرطِ رأفت و رحمت خواہند کرد و رضائے الٰہی بمغفرتِ ایشاں بسببِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خواہد بود۔

ایں قائل ایں رأفت و رحمت را کہ سبب شفاعتِ امت است بالائے طاقِ نسیان گذاشتہ حمایتِ گنہگاراں را کہ بمقتضائے رأفت و رحمت است بہ تہانگ درّاں

۱؎ فی سورۃ ابراہیم × (ب) ۲؎ فاسئلہ × (ذ) ۳؎ ومایبکیہ (ذ) ۴؎ اللہ × (ذ) ۵؎ کہ × (ذ) ۶؎ بسبب (ذ)

تعبیر می کند، اگر ایں استخفافِ شان نیست باز چیست؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ مقرب حضرتِ کردگار آمرزگار است، ہمچناں رؤف ورحیم بر حالِ امت گو گنہگار و بدکردار است۔

ایں کلام ضلالت التیام بدو وجہ بر[1] استخفافِ شانِ حضرتِ سید الانام دلالت می کند:

یکے آنکہ ایں قائل صفت رأفت و رحمت را کہ سببِ شفاعت است، قصداً بر طاقِ نسیاں گذاشت۔

دوئمی آنکہ شفاعتِ گنہگاراں را کہ بمقتضائے رأفت و رحمت است بہ ہمتا نگرائی دزداں نامید، آرے شکر و سپاسِ نعمتِ رأفت و رحمتِ آنحضرت ہمیں می بائیست۔

وجہ چہاردہم اینکہ قول او:

"اور جو چور کا حمایتی بن کر اوس کی سفارش کرتا تو آپ ہی چور ہو جاتا"

تلویح و تعریضِ شنیع است، بیانش آنکہ اول مرادِ ایں قائل بحمایتیٔ دزد[2] باید فہمید، حمایتیٔ دزد[3] را دو معنی متصور است۔

یکے آنکس کہ دزدی را فعل پسندیدہ انگاشتہ دزد را بے گناہ پنداشتہ در مقابلہ و مزاحمتِ بادشاہ بہ حمایتِ دزد برخیزد و گوید کہ دزد سزاوارِ عقاب[4] نیست یا گوید کہ بادشاہ یارائے آں ندارد کہ دزد را معاقبت و معاتبت کند کہ من حامیٔ اویم، ایں قسم حامیٔ[5] دزد بلا شبہ خود گنہگار است و ایں چنیں حامیٔ بدکرداراں خود بدکردار است لیکن ایں چنیں کس را شفیعِ دزد نتواں گفت کہ شفاعتِ دزد بحضورِ بادشاہ دیگر است و بغاوت از بادشاہ کمک باغیاں[6] دیگر، نفیٔ ایں معنی از ایں مقام علاقہ و مناسبت ندارد چرا نفیِ ایں معنی

---

[1] بہ × (ذ) [2] دزداں (ذ) [3] دزداں دو معنی (ذ) [4] معاقبت (ذ) [5] حمایتی (ذ) [6] و دیگر (ذ)

بے دخل بودنِ شفاعت وسبب نبودن برائے نجات مجرماں ثابت نمی شود، پس ارادۂ ایں معنی بامرادِ قائل مساسے ندارد۔

دوم آنکہ آنکس کہ بر حالِ دزد[1]، بسبب ناچاری شرمساری او بعد گرفتاری و مذلت وخواری واندوہ وزاری او[2] رحم آوردہ دزد را امیدوار گردانید[3] کہ برائے تو[4] سفارش بحضورِ بادشاہ می کنم وآمرزشِ گناہِ تو می خواہم واز جہت عنایت[5] بادشاہ وحسبِ وعدۂ او یقین دارم کہ شفاعتِ من قبول فرماید وگناہ عفو نماید بنا بر عنایت و وعدۂ بادشاہ متکفلِ شفاعت تو می شوم، پس بحضورِ بادشاہ رفت وشفاعت بعرض آورد، بادشاہ بسبب منزلت و جاہ ومحبوبیتِ او دراں بارگاہ و وعدۂ خود باں[6] کہ سفارشِ تو رد نکنم، پذیرا فرمود[7] وآں دزد بے چارہ نجات یافت۔

قائل بنفی[8] حمایتیِ دزد ہمیں[9] معنی منظور دارد کہ بودن حمایتی بہ ہمیں معنی دلش را می خارد وحمایتیِ[10] دزد را ہمیں معنی می باید تا مرادِ قائل بحصول انجامد و عامہ وسوفیہ فریب خوردہ از[11] اثباتِ ایں چنیں حمایتی تحاشی کردہ حلقۂ اطاعتش در گوش وغاشیۂ تلبیسِ او بر دوش کشند۔

حالا اعتقادِ ما[12] مؤمنین در شانِ حضرتِ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ اول باید شنید بعد ازاں کلامِ ایں قائل را[13] براں منطبق نصوبہ کردہ، باید دریافت کہ استخفاف بشانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کجا رسید، اعتقادِ ما[14] مومنین این است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر گنہگارانِ امتِ خود بمقتضائے غایت رأفت و رحمت رحم آوردہ وایں بے چارگاں را ناچار ومضطر دیدہ وایشاں را پناہ جویاں وملتجیانِ بارگاہِ

---

[1] دزد × (ذ) [2] او × (ذ) [3] گرداند (ذ) [4] تو × (ذ) [5] بعنایت (ذ) [6] باین (پ) [7] فرمودن (ذ) [8] نفی نفی (ذ)، نفی حمایتی (پ) [9] باین (پ) [10] حمایتی دزد ہمیں می باید (ذ) حمایتی دزد را بہ ہمیں معنی دزد یابد (پ) [11] واثبات ... [12] ... [13] را × ... [14] ما × ...

خود یافتہ در عرصۂ محشر بر حالِ ایشاں شفقت و رأفت فرمودہ حامیٔ ایشاں خواہند شد،
چہ ارشاد فرمودہ اند:

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

و در عرصۂ محشر خواہند فرمود اَنَا لَهَا وچوں دعوتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ و
سلم در حقِ امت ہماں دعائے مستجاب است کہ بہ مستجاب[1] بودنش[2] یقین حاصل دارند،
ونیز[3] نص:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

افادت یقینِ پذیرائیٔ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کردہ است، آنحضرت
تکفلِ شفاعتِ ایشاں خواہند کرد، پس از حضرتِ ایزد سبحانہ آمرزشِ ایشاں خواہند
خواست واو سبحانہ بسببِ محبوبیت ومنزلت ووجاہتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم مسئولِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مقبول وشفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم مستجاب خواہند فرمود و[4] بسببِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
رحمت ومغفرتِ الٰہی آں بے چارگاں را دریافتہ نجات خواہد بخشید۔

الحاصل تفطن باید کرد ایں چنیں حمایتِ دزداں[5] وگنہگاراں را دزد و[6] تہائگی نامیدن
اگر استخفاف وکفر صریح نیست[7] باز چیست؟ العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک، ایں چنیں حمایتِ
دزد دزد نزدیک ترین بارگاہِ بادشاہ[8] وبرترین اہلِ منزلت وجائیگاہ کہ ہر آئنہ عرض او پذیرا و مسئولِ
او مقبول می گردد و بادشاہ بسببِ محبوبیت او خاطر شکنیٔ او روا نداشتہ وبمصداق[9]:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

---

[1] بستجابت (ذ) [2] بودلیں (پ) [3] بر (پ) [4] و × (ذ) [5] دزد وگنہگار (پ) [6] وگنہگار
(پ) [7] نیست × (پ) [8] شاہ (پ) [9] وبمصدوقہ (پ)

وبفحوائے[1] ما قیل لہٗ :

إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ

ہرگونہ رضائے او خواستہ بخاطر داشت و از مجرماں درگذر می کند و بر متوسلانِ او غضب و نقمت نمی آرد چنانکہ خازنِ نار، از[2] آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عرض خواہد کرد :

يَا مُحَمَّدُ! مَا تَرَكْتُ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِي أُمَّتِكَ مِنْ نَقْمَةٍ ،

أَعَاذَنَا[3] اللّٰهُ مِنْ سُوْءِ الْاِعْتِقَادِ وَعَصَمَنَا مِنْ[4] مُوْجِبَاتِ الزَّنْدَقَةِ وَالْإِلْحَادِ بِحُرْمَةِ حَبِيْبِهٖ وَاٰلِهِ الْاَمْجَادِ إِنَّهٗ وَلِيُّ الْعِصْمَةِ وَالسَّدَادِ ـ

---

[1] وبفحوائے قیل لہ (اصل) [2] در (ذ) [3] اعاذ اللہ (اصل) [4] فی (اصل)

المقام الرّابع

در حکمِ اقترافِ استخفاف بہ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وحضراتِ سائر انبیاء علیہم السلام وحالِ مرتکبِ ایں جریمۂ شنیعہ عند الفقہاء وعلماء الشریعۃ۔

از آنجا کہ احوالِ اشیاء بمقابلۂ احوالِ اضدادِ آنہا آسان تواں دریافت کہ اَلْاَشْیَآءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا مناسب چناں نماید کہ اول از اجلال واکرامِ شانِ واجب الاعظام آنحضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ منصوصِ کلامِ معجز نظام ومعمولِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام وعلماءِ مجتہدین وائمۂ اہلِ اسلام بودہ است اندکے از بسیارے کہ مشتے از خروارے باشد بہ نگارش آید، بعد ازاں حالِ مستخف واستخفاف شرعاً از روئے روایاتِ فقہ گزارش باید[1] تا در اذہان اوقع[2] ومسترشد[3] را انفع باشد۔

باید دانست کہ ایمان عبارت از تصدیقِ قلبی بایں کہ پروردگار موجود ویگانہ و آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بندہ وپیغمبرِ اوست وموافقتِ ظاہر و[4] باطن اقرار بکلمتی الشہادۃ است، بایں ہر دو جزء[5] ایمان تمام است وبدونِ آں ناتمام، پس ہر کہ تصدیق آرد بہ رسالتِ آنحضرت وبآنچہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آوردہ است، مومن است وہر کہ تصدیق آں در دل نہ آرد ایمان[6] ندارد، کما قال سبحانہ :

---

[1] باید (پ) [2] و × (ذ) [3] مرشد (پ) [4] یا (پ) [5] چیز (پ) [6] ایمان ندارد × (ذ)

وَ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۔

" يعنى وكسانيكه ايمان نه آورده به خداے تعالےٰ و پيغامبر او پس ما ساخته ايم براۓ كافراں آتشِ دوزخ ۔"

و ايمان بآنحضرت صلى الله تعالےٰ عليه وسلم بے محبت بآں حضرت صلى الله تعالىٰ عليه وسلم متصور نيست مومن را ضروراست كه آنحضرت صلى الله تعالےٰ عليه وسلم را از جان و پدر و فرزندِ خود و سائرِ خلق محبوب تر و دوست تر دارد كما قال عز من قائلٍ :

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

"يعنى پيغامبر بہتر است بمومناں از جانہاۓ ايشاں"

و آنحضرت صلى الله تعالےٰ عليه وسلم ارشاد فرموده اند :

لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ[2] حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ ۔

" ہرگز ايمان نيارد يكے از شما تا آں[3] كه باشم من محبوب تر سوۓ او از جانِ خويش ۔"

قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔

" ايماں نمی آرد يكے از شما تا آنكه باشم من محبوب تر سوۓ او از پدر و پسر او و مردمانِ تمام ۔"

---

[1] بداں (ذ) [2] من احدكم (ذ) [3] آں × (ذ)

و برائے محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید الابرار، علامات و آثار بسیار اند کہ برائے امتحانِ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محک و معیار اند، از آں جملہ کثرتِ ذکرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم است کہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ " ہر کہ چیزے را دوست دارد یادش بیشتر آرد،، واز آثار آنست کہ با وصفِ اکثار ذکرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، دقیقہ در اجلال و اعظام و توقیر و احترام نامرعی نگذارند و نامِ آں سید الانام بہ کمال تعظیم و اکرام مقرون بہ صلوٰۃ و سلام بر زبان آرند و اظہار ترس و شکستگی و فروتنی و خضوع و تذلل و تواضع و خشوع بمجرد گذشتن نامِ مقدس مرعیٰ[1] دارند

قال اللہ سبحٰنہ :

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔

فی التفسیر الکبیر :

لَا تُنَادُوْہُ کَمَا یُنَادِیْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا، لَا تَقُوْلُوْا یَا مُحَمَّدُ، یَآ اَبَا الْقَاسِمِ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا[2] نَبِیَّ اللّٰہِ

" یعنی نخوانید آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را چنانکہ می خوانند بعض شما بعض را، مگوئید یا محمد! یا ابا القاسم لیکن[3] بگوئید یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! "

وقال سبحٰنہ وتعالیٰ :

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ

---

[1] برنمی (ذ) [2] یا نبی اللہ × (ذ) [3] لکن (ذ)

صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

"یعنی کسانیکہ ایمان آوردہ اند[1] بر ندار بد آوازہائے خویش برآوازِ پیغمبر و[2] بلند مکنید[3] برائے او گفتار را چوں بلند آوازی[4] کردن بعض شما مر بعض را از جہت خوف اینکہ حبط شود اعمالِ شما و شما ندانید"

وابومحمد مکی گوید :

اَيْ لَا تُسَابِقُوْهُ بِالْكَلَامِ وَلَا تُعَنِّفُوْهُ بِالْخِطَابِ وَلَا تُنَادُوْهُ بِاسْمِهٖ نِدَاءَ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ وَّلٰكِنْ عَظِّمُوْهُ وَوَقِّرُوْهُ بِاَشْرَفِ[5] مَا يُحِبُّ[6] اَنْ يُّنَادٰى بِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ۔

" یعنی سبقت بسخن مکنید بآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و درشتی مکنید برائے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در خطاب و ندار مکنید او را بنامِ او چوں ندار کردن بعضِ شما مر بعض را لیکن تعظیمِ او کنید و توقیرِ او نمائید و ندار کنید او را بہ شریف ترین آنچہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دوست داشت اینکہ باں ندار کردہ شود و آں این است کہ یارسول اللہ! یانبی اللہ گوئید"

باید دانست کہ او سبحانہ اہلِ ایمان را از بہ داشتنِ آواز بر آوازِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ندار کردنِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بے اجلال و توقیر نہی فرمودہ و ایں بے ادبی را نسبت بہ آنحضرت روا نداشت و بہ مرتکبِ ایں جریمۂ عظیمہ بہ وعیدِ

---

[1] اند (ذ) [2] و × (ذ) [3] نکنید (پ) [4] آوازے (ذ) [5] بالشرف (ذ) [6] ماتحب (پ)

حبطِ اعمال تخویف نمود، پس معلوم شد کہ اسارتِ ادب نسبت[1] بآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ وسلم موجبِ حبطِ اعمال می شود و ہمہ علماء بریں اتفاق دارند کہ بجز کفر ہیچک گناہ، موجبِ حبطِ عمل نمی گردد و ہر چہ موجبِ حبطِ اعمال است، کفر است۔ حالا بہ قیاس باید پرداخت کہ اسارتِ ادب بآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم موجبِ حبطِ اعمال است و ہر چہ موجبِ حبطِ اعمال است، کفر است پس اسارتِ ادب بآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کفر است۔

ونیز شعور باید داشت کہ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در حیات و بعد ممات در بارۂ تعظیم و اجلال یکسان و بر یک حال است، آوردہ اند کہ ابو جعفر منصور بادشاہ با حضرتِ امامِ مالک در مسجدِ نبوی مناظرہ کرد، امامِ مالک باو فرمود:

يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فِيْ هٰذَا
الْمَسْجِدِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَدَّبَ قَوْمًا فَقَالَ
لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الْآيَةَ
وَمَدَحَ قَوْمًا فَقَالَ إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ
الْآيَةَ وَذَمَّ قَوْمًا إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ
الْحُجُرَاتِ الْآيَةَ وَإِنَّ حُرْمَتَهٗ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهٖ حَيًّا
فَاسْتَكَانَ لَهَا أَبُوْ جَعْفَرٍ وَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ
أَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَأَدْعُوْ أَمْ أَسْتَقْبِلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
فَقَالَ وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ[2] وَسِيْلَتُكَ وَ
وَسِيْلَةُ أَبِيْكَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[3] بَلِ

۱؎ نسبت × (د) ۲؎ فہو (اصل) ۳؎ الیٰ یوم القیامۃ (اصل)

اَسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِہٖ فَيُشَفِّعُكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ۔

"یعنی اے امیرِ مسلماناں! بر ندار آواز خود دریں مسجد زیرا کہ خدائے تعالیٰ قومے را تادیب کرد و فرمود لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الاٰیۃ وقومے را ستود پس فرمود اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ الاٰیۃ وقومے را نکوہید پس فرمود اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ الاٰیۃ و بدرستی حرمت آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بعد وفات چوں حرمتِ اوست در حیات پس فروتنی آورد، ابوجعفر بادشاہ و گفت اے ابا عبداللہ! رو بقبلہ آرم و دعا کنم یا رو برسول اللہ آرم، پس امام مالک فرمود برائے چہ گردانی روئے خود را از آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم زیرا کہ او وسیلہ تو و وسیلہ پدرِ تو آدم علیہ السلام سوئے خدائے تعالےٰ در روزِ قیامت است بلکہ بآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رو آر و بآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم استشفاع و درخواستِ سفارش کن پس خدائے تعالےٰ شفاعتِ تو قبول خواہد فرمود۔"

و اسحاق تجیبی گفتہ کہ صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم بودند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را ذکر نمی کردند مگر کہ می ترسیدند و پوستِ ایشاں می لرزید و ایشاں را قشعریرہ می گرفت و ایشاں می گریستند از جہتِ محبت و شوقِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و بعض ایشاں می گریستند و از جہتِ ہیبت و تعظیمِ آں رسولِ کریم علیہ ازکی الصلوٰۃ والتسلیم۔

و نیز ابو ابراہیم تجیبی گفتہ واجب است بر ہر مومن ہر گاہ کہ ذکر کند آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را یا آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نزدِ او ذکر کردہ شوند کہ خضوع و خشوع و

فروتنی کند و با وقار بود و خود را سکون دہد و از جنبش باز ماند و در ہیبت او گیرد و در اجلالِ او کوشد بدانچہ در ادب نسبت بداں حضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم می گرفت اگر رو بروئے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم بود۔

حالا[1] حالِ کسانیکہ بہ شرفِ صحابیتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فائز[شدہ] بودند باید شنید از عمرو بن العاص مروی است کہ گفت کہ نبود کسے دوست تر سوئے من از پیغامبر صلی اللہ تعالے علیہ وسلم و نہ بزرگ تر در چشمِ من از آن[2] آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم و طاقت نمی داشتم کہ چشم خود را پُر کردم[3] از جمالِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم از جہتِ اجلالِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم و اگر از من صفتِ آں حضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم پرسیدہ شود طاقتِ آں ندارم زیرا کہ بدرستی من نبودم کہ پُر[4] گردانم چشمِ خود را از جمالِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

و از اسامہ رضی اللہ تعالے عنہ روایت کردہ شد کہ آمدم بر آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم و دراں حال یارانِ او گردِ او نشستہ بودند گویا بر سرہائے ایشاں پرندگان اند، یعنی سرہائے خود نمی جنبانیدند، چہ پرندہ بجائے می نشیند کہ آں را ثابت و برقرار می بیند۔

وَقَالَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ حِيْنَ وَجَّهَتْهُ قُرَيْشٌ
عَامَ الْقَضِيَّةِ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَرَاٰى مِنْ تَعْظِيْمِ اَصْحَابِهٖ لَهٗ مَا رَاٰى وَاِنَّهٗ لَا يَتَوَضَّاُ
اِلَّا ابْتَدَرُوْا وَضُوْءَهٗ وَكَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَيْهِ وَلَا يَبْصُقُ
بُصَاقًا وَلَا يَتَنَخَّمُ نُخَامَةً اِلَّا تَلَقَّوْهَا بِاَكُفِّهِمْ فَدَلَكُوْا
بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَاَجْسَادَهُمْ وَلَا تَسْقُطُ مِنْهُ شَعْرَةٌ
اِلَّا ابْتَدَرُوْهَا وَاِذَا اَمَرَهُمْ بِاَمْرٍ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ

---

[1] وحال (ذ)، [2] از ازاں (ذ)، [3] بُرگردانم × (ذ)، [4] بر (پ)

وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَہُمْ عِنْدَہٗ وَلَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظْرَ تَعْظِیْمًا لَّہٗ۔

"گفت عروہ بن مسعود وقتیکہ اورا قریش در سال صلح حدیبیہ سوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرستادہ بودند واز تعظیم اصحاب آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دید آنچہ دید و دید کہ ہر گاہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وضو می کرد مگر اصحاب برائے آب وضو می شتافتند وقریب اقتتال می شدند اگر آب وضو می یافتند و دید کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آبِ دہن و بیم نمی انداخت مگر آں را بہ کفِ دستِ خود ہا می گرفتند و بر روئے و بر اندام خود مالیدہ آید و می یافتند و ہیچ موئے از آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نمی افتاد مگر براں می شتافتند و چوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایشاں را کارے می فرمود فی الحال فرمانِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را می شتافتند و چوں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سخن می کرد آواز خود نزدِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرود می کردند و نظر سوئے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نمی آوردند از ہیبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔"

فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰی قُرَیْشٍ قَالَ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِنِّیْ جِئْتُ کِسْرٰی فِیْ مُلْکِہٖ وَقَیْصَرَ فِیْ مُلْکِہٖ وَالنَّجَاشِیَّ فِیْ مُلْکِہٖ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا رَاَیْتُ مَلِکًا فِیْ قَوْمٍ قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ فِیْ اَصْحَابِہٖ۔

لہ ابن مسعود × (ذ)

"پس چوں بازگشت عروه ابن مسعود سوئے قریش، گفت اے قوم قریش! بدرستی من بر کسریٰ وقیصر ونجاشی یعنی شاہِ فارس وشاہِ روم وشاہِ حبشہ در ملکِ ایشاں رسیدم وبدرستی من بہ سوگندِ خدا ہیچ بادشاہ را در ہیچک قوم ہرگز ہمچو محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عزیزتر در یارانِ او ندیدم"

وفی روایۃ:

إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَدْ تَعَظَّمَهُ أَصْحَابُهُ مَا تَعَظَّمَ مُحَمَّدًا أَصْحَابُهُ۔

"ودر روایتے چنیں است کہ ندیدم ہیچ بادشاہے را ہرگز کہ تعظیمِ او کنند یارانِ او آں قدر کہ تعظیم می کنند آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را یارانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

وَقَدْ رَأَيْتُ قَوْمًا لَا يُسْلِمُوْنَهٗ أَبَدًا

"وتحقیق دیدم قومے را کہ گاہے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را نگذارند وہمیشہ تعظیمِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بجا می آرند[1]"

ومروی است:

لَمَّا[2] أَذِنَتْ قُرَيْشٌ لِعُثْمَانَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فِی الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ حِيْنَ وَجَّهَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ أَبٰی وَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ حَتّٰى يَطُوْفَ بِهٖ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

---

[1] آورند (ذ) [2] كما (ذ)

"ہر گاہ قریش برائے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ در طواف کعبہ
شریفہ اذن دادند وقتے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان
رضی اللہ تعالےٰ عنہ را در صلح حدیبیہ سوئے قریش فرستادہ بود، عثمان رضی
اللہ تعالےٰ عنہ اباء آورد و گفت نہ ام من کہ طواف کنم من[1] تا آنکہ طواف
کند بکعبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔"

وَقَالَ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
لَقَدْ كُنْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَمْرِ فَأُؤَخِّرُ سَنَتَيْنِ مِنْ هَيْبَتِهٖ ۔

"حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالےٰ عنہ گفتہ کہ ہر آئینہ بودم من کہ
سوال کارے از رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می خواستم، پس آں
سوال تا دو سال می گذاشتم از جہت ہیبت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم ۔"

وَبَلَغَ مُعَاوِيَةَ أَنَّ كَابِسَ بْنَ رَبِيْعَةَ شَبِيْهُ[2]
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ
عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الدَّارِ قَامَ عَنْ سَرِيْرِهٖ وَتَلَقَّاهُ
وَقَبَّلَ بَيْنَ[3] عَيْنَيْهِ وَأَقْطَعَهُ الْمِرْغَبَ[4] لِشَبَهِهٖ
صُوْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

" ورسیدہ بود معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ را کہ بدرستی کابس بن ربیعہ مشابہ
است بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، پس ہر گاہ در آمد کابس بر معاویہ

---

۱ من × (پ) ۲ کان شبیہ (پ) ۳ بین × (ذ) ۴ المرعات (پ)

از دروازهٔ سرائے، معاویہ از تختِ خود ایستاد و او را تلقی کرد و میانِ دو چشم
او بوسہ داد و سپرد با و اقطاع مرغب[1] از جہتِ شبہِ او بصورتِ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔"

و اگر برائے استیعابِ آثارِ اکابرِ کبارِ اصحاب و اکثارِ ایشاں در اجلالِ شانِ آنجنابِ مستطاب و مراعاتِ دابِ آداب در ہر باب استقصا رود در سخن[2] و کتاب بہ اطناب منجر شود و ہمہ اصحاب، خطاب بہ آنجناب بہ اشرفِ[3] القاب بکمالِ استکانت و غایتِ محافظت بر منزلت و مکانت می کردند و در فاتحہ کلام بعد صلوٰۃ و سلام فَدَيْتُكَ بِاَبِيْ وَ اُمِّيْ یعنی پدر و مادرم فدائے تو باد یا بکلمہ بِنَفْسِيْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی جانِ من فدائے تو باد اے پیغمبرِ خدا! می آوردند و با وجود وفور بہ فیضِ صحبت بمقتضائے محبت در اجلال[4] و توقیر[5] مصدر کوتاہی و تقصیر نبودند بلکہ علی الدوام در اجلال و اکرامِ آں سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام می افزودند و ہمچناں قرنِ ثانی و ثالث بہ آثارِ صحابہ اقتدا رو بہ انوارِ ایشاں اہتدا[6] می نمودند۔

مصعب بن عبداللہ گوید کہ بود امامِ مالک وقتیکہ ذکرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزدِ او می کردند فامِ او متغیر می شد و می خمید پشت او تا آں کہ ایں بر ہمنشینانِ او دشوار می شد۔ پس روزے امامِ مالک را از حالِ او پرسیدند فرمود آنچہ من می دیدم اگر شما می دیدید ہر آئینہ بر من انکار نمی ورزیدید، بدرستی بودم من می دیدم محمد بن منکدر را و او مہترِ قاریاں بود کہ ہمیشہ او را از ہیچ حدیثے نمی پرسیدم مگر او می گریست تا آں کہ بر او رحم می کردیم و ہر آئینہ بودم من کہ می دیدم جعفرِ صادق را و او کثیر المزاح و بسیار متبسم بود

---

[1] مرغاب (پ) [2] سخن اسباب (پ) [3] ماشرف (ذ) [4] درجلال (ذ) [5] و توقیر محبت مصدر کوتاہی در اجلال و توقیر (ذ) [6] ابتداء (اصل)

پس چوں ذکرِ حضرتِ پیمبر[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزدِ[2] او می رفت، رنگِ او زرد می نمود و ندیدم او را کہ سخن می گفت از پیغامبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جز بر طہارت۔

و ہر آئنہ بیشِ[3] او نا زمانے آمد و شد می نمودم پس نبودم کہ می[4] دیدم او را مگر بر سہ خصال یا آنکہ نماز می کرد یا خاموش می ماند یا قرآن می خواند و سخن نمی کرد در آنچہ سود نمی داشت و او از علماءِ عباد بود کہ ترسِ خدا می کردند۔

ہر آئنہ بدرستی بود عبد الرحمٰن بن قاسم کہ ذکر می کرد پیغامبر را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس سوئے رنگِ او می دیدند گویا بدرستی کشیدہ[5] شد از وخون و بدرستی خشک می شد زبانِ او در دہن از جہتِ ہیبتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و ہر آئنہ بدرستی بودم من کہ نزدِ عامر بن عبد اللہ می رسیدم و او را بدیں حال می دیدم کہ چوں نزدِ او کسے ذکرِ پیغامبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می کرد او گریہ می آورد تا آنکہ نمی ماند در چشم او ہیچ اشک۔ و ہر آئنہ بدرستی زہری را دیدم و او آسان و نرم ترین و نزدیک ترینِ مردماں بود چوں نزدِ او ذکرِ پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می رفت پس بدرستی چناں می گشت کہ نمی شناسد او ترا و نمی شناسی تو او را۔ و ہر آئنہ می آمدم بہ صفوان بن سلیم و او از متعبدان مجتہدان بود پس چوں[6] کسے نزدِ او ذکرِ پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می کرد می گریست پس ہمیشہ بود کہ گریہ می نمود تا آنکہ مردماں از نزدِ او بر می خاستند و او را در گریہ می گذاشتند۔ ایں ترجمہ کلامِ حضرتِ[7] امام مالک است۔

و از جملہ آثارِ اعظام[8] و اکبارِ آں سید الابرار است اعظام و بزرگ داشتن و صحبتہا و تعلقاتِ قرابتی[9] و متاعہائے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بتمام و بزرگ داشتن

---

[1] پیمبر × (ذ) [2] نزدِ او (تا) پیغامبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [3] بیشِ او × (ذ) [4] می کرد (ذ) [5] کشید شد (ذ) کشیدہ باشد (پ) [6] چوں × (ذ) [7] حضرت × (ذ) [8] عظام (ذ) [9] قرابتے (ذ)

منازل و محاضر و خانہائے[1] آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم از مکہ مطہرہ و مدینہ منورہ و بزرگ داشتن[2] منازل و مجالس و محافل او و بزرگ داشتن چیزے را کہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ستود و ستائش فرمود و چیزے را کہ معرف بآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود۔

از حضرتِ انس مروی است :

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهٗ، وَاَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ۔

" ہر آئنہ تحقیق دیدم پیغامبرِ خدا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم را و حال ایں بود کہ حلاق، سرِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم می سترد[3] و اصحاب آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم گرد آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم طواف می کردند پس نمی خواستند کہ بیفتد یک موئے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم جز در دست مردے[4]۔"

وَرُئِيَ ابْنُ عُمَرَ وَاضِعًا يَدَهٗ عَلٰى مَقْعَدِ[5] رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰى وَجْهِهٖ۔

" دیدہ اند ابنِ عمر رضی اللہ تعالے عنہما را کہ دست بر نشستگاہِ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم از منبر نہاد پس دستِ خود بر روئے خود نہاد "

و روایت کردہ اند کہ ابو محذورہ رضی اللہ تعالے عنہ موہائے دراز در پیشانی داشت کہ چوں می نشست و آں موہائے فرو گذاشت آں موئے بر زمین میرسید۔

---

[1] جاہائے (ذ) [2] دانستن (پ) [3] می سرد (ذ) [4] آدمی (ذ) [5] مقعدہ (ذ)

فَقِيْلَ لَهٗ اَلَا تَحْلِقُهَا فَقَالَ لَمْ اَكُنْ بِالَّذِيْ اَحْلِقُهَا وَقَدْ مَسَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بِيَدِهٖ -

"پس ابومحذورہ را گفتند کہ محلوق نمی سازی موہارا پس گفت نام من آں کسے کہ ایں موئے را حلق کنم وحال این است کہ تحقیق مس فرمودہ است این موئے را رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "

وَكَانَتْ شَعَرَاتٌ مِّنْ شَعْرِهٖ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فِيْ قَلَنْسُوَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ فَلَمْ يَشْهَدْ بِهَا قِتَالًا اِلَّا رُزِقَ النَّصْرَ -

" بود موہائے چندا ز موئے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کلاہِ خالد بن الولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ پس در ہیچ قتال باآں حاضر نمی شد مگر نصر وظفر دادہ می شد "

آرے ہرگاہ کہ بسببِ برکتِ تابوتِ سکینہ کہ دراں بقیۂ متروکہ آلِ موسےٰ وہارون علیہما السلام بود فتح وظفر نصیبِ بنی اسرائیل می شد پس اگر موئے مبارک حضرتِ سید البشر ایں برکت واثر بلکہ بہ ہزاراں مراتب ازاں فزوں تر داشتہ باشد چہ جائے استبعاد تواند بود :

وَكَانَتْ فِيْ قَلَنْسُوَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ شَعَرَاتٌ[1] مِّنْ شَعْرِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَسَقَطَتْ قَلَنْسُوَةٌ فِيْ بَعْضِ حُرُوْبِهٖ فَشَدَّ عَلَيْهَا شِدَّةً اَنْكَرَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مِنْ كَثْرَةِ[2]

---

[1] من x (اصل)

مَنْ قُتِلَ فِيهَا فَقَالَ لَمْ أَكُنْ[1] أَفْعَلُهَا بِسَبَبِ الْقَلَنْسُوَةِ بَلْ مَا تَضَمَّنَتْ مِنْ شَعْرِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِئَلَّا أُسْلَبَ بَرَكَتَهَا وَتَقَعَ[2] فِي أَيْدِي الْمُشْرِكِينَ۔

"درکلاهِ خالد بن الولید موئهائے چند از موئهائے آنحضرت علیه الصلوٰة والسلام بودند، پس آں کلاه در بعض جنگهائے او افتاد پس خالد رضی الله تعالیٰ عنه به تفحصِ[3] آں کلاه حمله سخت آورد، آنچناں حمله سخت که یاران پیغمبر صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انکار[4] او نمود از جهتِ بسیاری کسانیکه دراں[5] حمله کشته شدند پس خالد گفت که من ایں حمله از جهتِ کلاه نکردم بلکه از جهتِ آنچه درکلاه گرفته بود از موئے پیغمبر صلی الله تعالیٰ علیه وسلم تا برکتِ آں موئے ازمن ربوده نشود و[6] آں موئے در دستِ مشرکاں نه افتد۔"

ازیں جا تواں دریافت که کسے که اجلالِ موئے مبارکِ آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نمی کند و به تعظیمِ آں[7] اعتنا[8] ندارد و بلکه ازیں بدل نیارد محبت[9] آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیه وسلم در دلش نیست گو دعویٰ محبتِ آنحضرت صلی الله تعالےٰ علیه وسلم را نماید و در تاویلِ بے باکی خود لاف و گزاف افزاید و کسانے که ایمان و محبتِ آنحضرت دارند در جنبِ موئے مبارک تمام عالم را بجوئے نمی شمارند چنانکه از صحابه رضوان الله تعالیٰ علیهم مروی است :

لَشَعْرَةٌ[10] مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

---

[1] اکن × (ذ) [2] ویقع (ذ) [3] بر (ذ) [4] تکبر براو (پ) [5] ازاں کشته (ذ) [6] و × (ذ) [7] آں × (ذ) [8] اعتبار (ذ) [9] و محبت (ذ) [10] لشعرة (ذ)

" ہر آئینہ یک موئے ازاں، محبوب تر است سوئے ما از دنیا و آنچہ دراں است"

و لنعم ما قیل ؎

اگرچہ دوست بہ چیزے نمی خرد ما را
بعالمے نفروشیم موئے از سر دوست

وَفِي الصَّحِيحِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضی الله تعالیٰ عنهما أَنَّهَا أَخْرَجَتْ جُبَّةً طَيَالِسِيَّةً وَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِي بِهَا۔

" در حدیث صحیح از اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی است کہ بدرستی او جبۂ طیالسی برآورد و گفت بود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ایں را می پوشند، پس ما آں را می شوئیم برائے بیماراں کہ شفا می جوئیم بآں۔"

و قاضی ابو الفضل عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسنادِ خود روایت کردہ کہ ابو القاسم ابن المامون گفتہ کہ نزدِ ما کاسۂ از کاسہائے پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود پس بودیم ما کہ می گردانیم آب دراں برائے بیماراں، پس شفا می خواستیم بداں،

أَخَذَ جَهْجَاهُ[1] الْغِفَارِيُّ قَضِيبَ النَّبِيِّ مِنْ يَدِ عُثْمَانَ وَتَنَاوَلَهُ لِيَكْسِرَهُ عَلٰى رُكْبَتِهِ فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَأَخَذَتْهُ[2] الْاٰكِلَةُ فَقَطَعَهَا وَمَاتَ قَبْلَ الْحَوْلِ۔

---

[1] جہاہ (اصل) [2] فاخذتہ × (ذ)

"وگرفت جحجاه[1] الغفاری عصائے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم از دستِ عثمان رضی اللہ تعالے عنہ تا بشکند آں را بر زانوئے خویش، پس بانگ کردند بر و مردماں کہ مشکن ایں را پس او را در زانو علّتے گرفت ہم در آں حال، پس زانو را برید پس مُرد پیش از انصرامِ سال۔"

و دیگر احادیث و آثار دریں باب بسیار اند ازیں آثارِ صحیحہ و نصوصِ صریحہ ثابت شد کہ تعظیم و اجلال ہرچہ بداں جناب فیض مآب، شرفِ انتساب دارد و التزامِ اکرام و اعظام ہر آنچہ باندام و اقدام عالی مقام آں سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام شرفِ مماسش[2] یافتہ باشد بر جمیع اہلِ اسلام از خاص و عام واجب و مفروض است و کسے کہ بہ اہانتِ[3] آں اشیائے شریفہ زبانِ خود آلاید یا اعانت بجواز اہانتِ آں سرّاً یا علانیۃً و قولاً یا فعلاً نماید ایمان را بر باد داد و ارتداد بجائے حسنِ اعتقاد بہ دلِ خود نہاد۔

چنانچہ بعض زنادقہ و ملاعنۂ بد دین[4] می گویند[5] کہ اثرِ قدمِ نبوی و نشانِ پائے مصطفوی در خورِ آن[6] است کہ آں را بجائے نگاہ دارند کہ ہر کس و ناکس برآں[7] پائے گذارند یا می گویند کہ اگر لباسِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم یابند ازاں جامہ پوشیدنی سازند و اگر نعلین مبارکین بدست آیند زیرِ پا اندازند، العیاذ باللہ! ایں کفر و الحاد و بے ایمانی وارتداد است اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ وَمَآ اَشْبَهَهٗ[8] مِنَ الْمَهَالِكِ۔

و چنانکہ تعظیمِ ایں ہمہ اشیاء واجب و مفروض است، اجلالِ اہلِ قرابت و اہلِ صحابت آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم بطریقِ اولیٰ فرضِ عین بلا ریب و مبین[9] است و چوں کتبِ مبسوطہ حاوی ایں عقائد و جامعِ ایں مقاصد اند در فتوے[10] حاجت بہ تطویل و تفصیل

---

[1] جحجاه (اصل)، [2] منارسب (اصل)، [3] بایات (پ)، [4] بے دین (پ)، [5] می گوید (ذ)، [6] آں بود (ذ)
[7] برائے (ذ)، [8] اشبہ (ذ)، [9] یقین (ذ)، [10] فتوے × (ذ)

نیست، وجوب و فرضیت محبت و اجلالِ آں سرورِ کائنات مفخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجائے رسید کہ حیواناتِ عجم ونباتات از رطب ویابس وجمادات صُمّ سجود وتسلیم برائے اجلال وتعظیم آں رسولِ کریم می کردند وبسبب فرطِ محبت[1] حنین وگریہ آوردند:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّلَا شَجَرٍ إِلَّا سَجَدَ لَهٗ۔

"مروی است از جابر کہ گفت پیامبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بر ہیچ سنگے و درختے گذر نمی کرد مگر آں کہ سنگ و درخت برائے او سر بسجود می آورد[2]"

عَنْ عَائِشَةَ عَنْهُ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قَالَ لَمَّا اسْتَقْبَلَنِيْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالرِّسَالَةِ جَعَلْتُ لَا اَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّلَا شَجَرٍ إِلَّا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!

"از حضرتِ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا مروی است کہ از آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم روایت کردہ است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمود ہرگاہ جبرئیل علیہ السلام بارسالت بمن توجہ نمود، گشتم کہ نمی گذشتم بہ ہیچ سنگے و درختے مگر آنکہ می گفت اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!

وقصۂ حنین جذع یعنی نالیدنِ چوبِ درختِ خرما برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متواتر است وحدیثِ آں مشہور۔

---

[1] ومحبت (ذ)
[2] مے آوردند (پ)

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدُ اللّٰہِ کَانَ الْمَسْجِدُ مَسْقُوْفًا عَلٰی جُذُوْعِ نَخْلٍ فَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اِذَا خَطَبَ یَقُوْمُ اِلٰی جَذْعٍ مِّنْھَا۔

" جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ گفت سقفِ مسجدِ نبوی از چوبہائے درختِ خرما بود، پس بود آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم چوں خطبہ می فرمود قیام سوئے چوبے از انہا می نمود "

فَلَمَّا صُنِعَ لَہُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِذٰلِكَ الْجِذْعِ صَوْتًا کَصَوْتِ الْعِشَارِ۔

" پس ہرگاہ کہ برائے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم منبر ساختند شنیدیم مرآں چوب را آوازے ہمچو آواز مادگانِ شتر کہ بارہ دار ندہ باشند یا بچہ ہائے صغار باشند "

وَفِیْ رِوَایَۃِ اَنَسٍ حَتّٰی ارْتَجَّ الْمَسْجِدُ لِخُوَارِہٖ

" و در روایتِ انس است کہ جنبید مسجد بہ آواز آں چوب "

وَفِیْ رِوَایَۃِ سَھْلٍ وَکَثُرَ بُکَاءُ النَّاسِ لِمَا رَاَوْا بِہٖ۔

" و در روایتِ سہیل است کہ مردماں بسیار گریہ کردند از جہت آنکہ بداں چوب دیدند "

وَفِیْ رِوَایَۃِ الْمُطَّلِبِ حَتّٰی تَصَدَّعَ وَانْشَقَّ حَتّٰی جَاءَ النَّبِیُّ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَیْہِ فَسَکَتَ۔

" و در روایتِ مطلب است کہ چوب چنداں[1] نالید کہ پارہ پارہ شد و شگافتہ[2]

---

[1] چنیں (پ)، [2] شگافید (پ)

تا اینکہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم رسید و دستِ مبارکِ خود برا و نہاد
پس چوب ساکت شد۔"

وَزَادَ غَیْرُہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اِنَّ هٰذَا بَکیٰ لِمَا فَقَدَ مِنَ الذِّکْرِ۔

" وغیرِ مطلب دریں حدیث افزود ایں کلام، پس فرمود آنحضرت صلی
اللہ تعالے علیہ وسلم کہ بدرستی ایں چوب گریہ آوردہ از برائے آنکہ ذکر گم کرد۔"

وَزَادَ غَیْرُہٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْلَمْ اَلْتَزِمْہُ
لَمْ یَزَلْ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ تَحَزُّنًا عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

" وغیر ایں راوی دریں حدیث افزود کہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم
فرمود بہ سوگندِ آں خدا کہ ذاتِ من بدستِ قدرتِ اواست اگر نمی گرفتم آں
چوب را در کنار می بود در نالہ تا روزِ شمار از جہتِ فراقِ رسولِ مختار صلی اللہ
تعالے علیہ وسلم۔"

وَذَکَرَ الْاِسْفَرَائِنِیُّ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم دَعَاہُ اِلیٰ نَفْسِہٖ فَجَآءَہٗ یَخْرِقُ الْاَرْضَ
فَالْتَزَمَہٗ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَعَادَ اِلیٰ مَکَانِہٖ۔

" و ذکر کرد اسفرائنی کہ حضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم خواند آں چوب
را سوئے خود پس چوب زمین شگافتہ رسید پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم او را در کنار گرفت پس ترہ فرمود تا باز رود پس چوب سوئے

لہ ان ہذا بکی × (ذ) ٹلہ تحزنا (پ)

جائے خود بازرفت "

فَكَانَ الْحَسَنُ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا بَكٰى وَ قَالَ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَلْخَشَبَةُ تَحِنُّ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شَوْقًا إِلَيْهِ لِمَكَانِهٖ فَاَنْتُمْ اَحَقُّ اَنْ تَشْتَاقُوْا إِلٰى لِقَائِهٖ۔

" پس بود حضرت حسنِ بصری کہ چوں دریں سخن می کرد گریست و می گفت اے بندگانِ خدا چوب می نالد سوئے پیغمبرِ خدا از جہتِ شوق سوئے او برائے مرتبۂ[1] او علیہ الصلوٰۃ والسلام پس شما سزا وارترین بدینکہ مشتاق سوئے لقائے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شوید "

از روئے ایں آثار کہ اندکے از بسیار بلکہ[2] یکے[3] از ہزار اند بدریافت تواں رسید کہ اجلال واحترام ومحبتِ آں سید الانام بر خلق تمام حضرت باری مقامِ فرض کردہ است و سجدۂ اشجار و احجار و حیوانات کہ ثابت [illegible] احادیثِ بسیار است، سجدۂ التعظیم بودہ است نہ سجدۂ عبادت چہ[4] آنحضرت معبود نبود ایں سجدہ از قبیلِ سجدۂ ملائکہ برائے آدم علیہ السلام یا سجدۂ ابوین و اخوۂ یوسف علیہ السلام برائے ایشاں بود پس کسانے کہ در اجلال و تعظیم آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نمی کوشند یا دیدہ و دانستہ ازیں چنیں نصوص چشم می پوشند یا با آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم محبت نمی دارند و بسببِ شوقِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رقت در دل نمی آرند از حیواناتِ عجم و اخشابِ خشک و جماداتِ صُمّ بدتر اند شانِ مؤمنین مخلصین کہ پیرِ و صحابہ و تابعین اند این است کہ در مباحات و خواہشہائے نفس نیز مراعاتِ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می نمایند و ہرچہ مرغوبِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

۱؎ او × (ذ) ۲؎ جائے خطبۂ او (پ) ۳؎ دیکے (پ) ۴؎ پس (ذ)

علیہ وسلم بود بمقتضائے محبت مرغوب دارند و ثرید و دُبّا را افضل اطعمہ می شمارند۔

وہرکہ در شمائلِ رضیہ وسجایائے مرضیہ واخلاقِ حمیدہ وشیمِ پسندیدۂ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وحالِ کثرتِ صنوفِ منت والوفِ احسان ونعمت وفرطِ رأفت ورحمتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نسبت بحالِ امت تامل کند تواند دریافت کہ ما گنہگاراں سیہ کاراں کہ ہرگونہ گناہ را ارتکاب وہرقسم سیہ کاری را اکتساب کردہ ایم ومی کنیم وباایں ہمہ از غضبِ الٰہی وقہرِ ایزدی کہ اممِ ماضیہ را بہ خسف ومسخ وامطارِ سجیل ودیگر وجوہِ عقاب[۱] وتنکیل واخذ وبیل تباہ ساخت وبہ درکات ہلاک انداخت، مامون از عقوباتِ عاجلہ باوجودِ استحقاقِ آں بہ ارتکابِ جرائم وذنوبِ موبقہ محفوظ ومصئون ہستیم بہ طفیلِ کرامتِ آں رحمتِ عالمیاں وبدولتِ دعائے مقبولِ آں ملجا وملاذِ آدمیاں درامانیم کہ ما[۲] دانیم وہرکہ ایں معنی را انکار آرد واز قبولِ ایں امر[۳] نفار کند کافرِ نعمت وجاحدِ رحمت باشد۔

ونیز باید دانست کہ اکملِ انواعِ محبت آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایں است کہ اطاعت واتباعِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دراوامر ونواہی وسننِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بہ خلوصِ دل وانقیادِ قلب لازم گرفتہ آید پس کسے کہ بہ صدق واخلاص، اطاعت[۴] واتباعِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم درہمہ امور کند محبتِ او کامل است وہرکہ دراطاعت واتباعِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قاصر باشد محبتِ او ناقص است لیکن از وسلبِ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نتواند کرد زیراکہ ارتکابِ عصیاں از اسلام وایمان بیروں نمی آرد تا سلبِ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از عاصیاں روا باشد چہ ایمان بے محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم متصور نیست وعاصیاں واہلِ کبائر بلاشبہ مومنان اند چنانکہ در کتبِ عقائدِ اہلِ سنت وجماعت مذکور و

---

۱ عقاب بے تنکیل (ذ) ۲ والا ما ایئم (پ) ۳ امر × (ذ) ۴ واطاعت (اصل)۔

ثابت شده واگر ایشاں مومناں نباشند استحقاقِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ندارند حال آنکہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ارشاد کردہ اند :

شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

ونیز فرمودہ اند :

وَلٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِيْنَ الْخَطَّآئِيْنَ

ونیز قولِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم درحقِ کسے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم او را حدّ در خمر زد و بعض صحابہ بر و لعنت فرمود :

لَا تَلْعَنُہٗ فَاِنَّہٗ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ

" لعنت مکن او را زیرا کہ بدرستی او دوست می دارد خدا و پیغامبرِ او را "

ونیز مروی است :

اِنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فَقَالَ مَتَی السَّاعَۃُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ۔

" بدرستی مردے آمد بر آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم پس گفت کَے قیامت است اے پیغامبرِ خدا ؟ "

قَالَ مَا اَعْدَدْتَ لَہَا

" گفت آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم چہ ساختہ کردی برائے قیامت ؟ "

قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَہَا [1] مِنْ کَثْرَۃِ صَلٰوۃٍ وَّلَا صَوْمٍ
وَلَا صَدَقَۃٍ وَّلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ۔

" گفت آں مرد نہ ساختہ ام برائے آں [2] بسیاری نماز [3] و نہ روزہ [4] و نہ صدقہ

---

[1] من × (ذ) [2] آں × (ذ) [3 و 4] و × (ذ)

لیکن دوست می دارم خدا و رسولِ او را صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم "

فَقَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ

" پس فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ تو با کسے کہ دوست داری خواہی بود "

اما[1] کسے کہ بظاہر نماز گذارد روزہ دار و پرہیزگار و در باطن از محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم محروم و در اجلالِ قدر و تعظیمِ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تقصیروار باشند، آنکس مومن نیست چنانکہ لشکرِ اہلِ شام کہ با امامِ اہلِ اسلام علیٰ جدہٖ و علیہ السلام بمقام طف کربلا و دشت[2] کرب و بلا بناحق آویختند، خون حضرتِ ممدوح و آبروئے[3] ایمان خود ریختند خاکِ مذلت و رسوائی بر سرہائے خود بیختند از بدترین کفار و اشقیائے اہلِ نار شدند در ظاہر شعار اہلِ اسلام داشتند و از اتباعِ ظاہری قدم بیرون نمی گذاشتند اِلّا ہرگز محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در دلہائے ایشاں نبود و الّا ایں چنیں جفا بر عترتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از ایشاں کَے[4] روئے می نمود۔

ازیں جا تواں دریافت کہ اتباعِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بظاہر سببِ آں در فرطِ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منحصر نیست[5]، بسا اغراضِ دیگر در اطاعت و اتباع بآں جنابِ مطہّر در قلوب مکنون و مضمر بودہ بر اختیار تقویٰ ظاہری باعث و سببِ آں صلاح صوری حادث می گردد و بعض کساں را ہوس بلند نامی و بعضے را طمعِ قدرِ گرامی و سودائے پیشوائی عامہ کہ منصب سامی است در سر است و بدیں اقبال میسّر[6] می باشند محبانِ بے ریا و مخلصانِ باصفا کمتر و بہ اکنافِ عالم اقل[7] و اندر اند مگر آثارِ محبت

---

[1] آں (پ) [2] داشت (پ) [3] کسے (ذ) [4] نیست × (ذ) [5] میر (ذ)
[6] اقـل × (ذ) [7] واندکـ (ذ)

کہ مذکور شد ند برائے امتحانِ محبانِ اخلاص شعار محک و معیار نتواند[1] شد اگر آں آثار بے تکلف در کسے یافتہ شود محب[2] صادق است والا غلط نما[3] و منافق۔

چوں نبذے[4] از حالِ اجلال[5] آں سرورِ برگزیدگانِ ایزدِ متعال بہ ضبطِ نگارش درآمد حالا حالِ استخفافِ شانِ آں سید البریۃ علیہ ازکی التحیۃ باید شنید۔

در حواشی چلپی بر شرح وقایہ گفتہ :

قَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰٓی اَنَّ الْاِسْتِخْفَافَ بِنَبِیِّنَا[6] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَبِاَیِّ نَبِیٍّ مِّنَ[7] الْاَنْبِیَآءِ کَانَ کُفْرًا سَوَآءً فَعَلَہٗ فَاعِلُ ذٰلِکَ اسْتِحْلَالًا اَمْ فَعَلَہٗ مُعْتَقِدًا لِّحُرْمَتِہٖ[8] وَّ[9] لَیْسَ بَیْنَ[10] الْعُلَمَآءِ خِلَافٌ فِیْ ذٰلِکَ وَالَّذِیْنَ نَقَلُوا الْاِجْمَاعَ فِیْہِ وَفِیْ تَفَاصِیْلِہٖ اَکْثَرُ مِنْ اَنْ یُّحْصٰی

"بہ تحقیق اجماع کردہ است امتِ تمام بر اینکہ استخفاف بہ پیامبرِ ما و بہر پیامبر از پیامبراں کہ باشد کفر است، برابر است کہ استخفاف کردہ باشد استخفاف کنندہ آں را احلال دانستہ یا کردہ باشد استخفاف و حال آنکہ اعتقادِ حرمت داشتہ باشد، نیست در میان[11] علما ہیچگونہ خلاف دراں وکسانے کہ اجماع دراں نقل کردہ اند بیشتر از اندازہ انکہ حصر کردہ شوند"

قَالَ الْقَاضِیْ اَبُو الْفَضْلِ فِی الشِّفَآءِ اَنَّ جَمِیْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَوْعَابَہٗ اَوْ اَلْحَقَ

---

[1] تواند (پ) [2] محبت (اصل) [3] نما زمنافق (ذ) [4] نبذے × (ذ) [5] اجلال × (ذ) [6] نبینا (ذ) [7] کان من الدنیا (ذ) [8] کحرمتہ (ذ) [9] و × (پ) [10] من (پ) [11] میان × (ذ)

بِہٖ نَقْصًا فِیْ نَفْسِہٖ اَوْ نَسَبِہٖ اَوْ دِیْنِہٖ اَوْ خَصْلَۃٍ مِنْ خِصَالِہٖ اَوْ عَرَّضَ بِہٖ اَوْ شَبَّہَہٗ بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ لَہٗ اَوِ الْاِزْرَآءِ عَلَیْہِ اَوِ التَّصْغِیْرِ لِشَانِہٖ اَوِ الْغَضِّ مِنْہُ اَوِ الْعَیْبِ لَہٗ فَھُوَ سَابٌّ لَہٗ، وَحُکْمُہٗ حُکْمُ السَّابِّ یُقْتَلُ کَمَا نُبَیِّنُہٗ اِنْشَآءَ اللّٰہُ وَلَا نَسْتَثْنِیْ فَصْلًا مِّنْ فُصُوْلِ ھٰذَا الْبَابِ عَلٰی ھٰذَا الْمَقْصَدِ وَلَا نَمْتَرِیْ فِیْہِ تَصْرِیْحًا کَانَ اَوْ تَلْوِیْحًا۔

"بدرستی ہر کسے کہ گوید پیغامبر صلے اللہ تعالے علیہ وسلم را دشنام یا عیب کند او[1] علیہ الصلوٰۃ والسلام را[2] یا نقصے در ذات یا در نسب او[3] یا در دین یا در خصلت از خصائل او علیہ الصلوٰۃ والسلام رساند یا تعریض کند بآنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم[4] یا تشبیہ دہد آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم را بچیزے بر طریق دشنام برائے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم یا اہانت یا تصغیر برائے شانِ او صلی اللہ تعالے علیہ وسلم یا چشم[5] پوشی از او یا عیب برائے او بہ چیزے شبہ گرداند پس او دشنام گوینده آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باشد و حکم او حکم سابِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است کہ کشتہ شود چنانکہ بیان می کنیم[6] و استثنائے نمی کنیم ہیچ نوعے را از انواع این جنس این مقصد کہ قتل است و شکے نکنیم[7] دراں، آں مذکور تصریح باشد یا

---

۱ او را (ذ) ۲ را × (ذ) ۳ او × (ذ) ۴ وسلم را (ذ) ۵ یا چشم (تا) گرداند (پ)
۶ می کنم (پ) ۷ نکنم (ذ)

کنایہ وتلویح "۔

وَكَذٰلِكَ مَنْ لَعَنَهٗ اَوْ دَعَا عَلَيْهِ اَوْ تَمَنّٰى مَضَرَّةً اَوْ نَسَبَ اِلَيْهِ مَا لَا يَلِيْقُ بِمَنْصَبِهٖ عَلٰى طَرِيْقِ الذَّمِّ اَوْ عَبَثَ فِيْ جِهَتِهِ الْعَزِيْزِ بِسُخْفٍ مِّنَ الْكَلَامِ وَهُجْرٍ وَّمُنْكَرٍ مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرٍ اَوْ عَيَّرَهٗ بِشَيْءٍ مِّمَّا جَرٰى مِنَ الْبَلَآءِ وَالْمِحْنَةِ عَلَيْهِ اَوْ غَمَصَهٗ بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِيَّةِ الْجَائِزَةِ عَلَيْهِ الْمَعْهُوْدَةِ لَدَيْهِ ۔

" وہمچناں است کسے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را العیاذ باللہ من ذٰلک ، لعنت گوید یا دعائے بد کند یا برائے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آرزوئے زیاں دارد یا نسبت کند سوئے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم چیزے را کہ ناسزاوار است بہ منصب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر طریق نکوہیدن[1] یا بازی کند در جانب عزیز و کریم او بہ سبکی یا ہجو یا زور و منکر از کلام یا عیب کند[2] آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از آنچہ گذشت بر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از بلا و محنت[3] یا عیب کند آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را ببعض عوارض بشریہ کہ جریان آں بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جائز بود و گشت نزد[4] او معہود :

وَهٰذَا كُلُّهٗ اِجْمَاعٌ مِّنَ الْعُلَمَآءِ وَاَئِمَّةِ الْفَتْوٰى مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ لَّدُنِ الصَّحَابَةِ رضی اللہ

---

[1] فاجرے (اصل) [2] یا اہانتِ آنحضرت کند بچیزے از آنچہ گزشت (پ) [3] محنت ہتر و کسر یا اہانت کند (پ) [4] نزد آنحضرت (پ)

عنہم اجمعین[1] الیٰ ھلمّ جرًّا۔

"واین[2] ہمہ اجماع از علماء وائمہ و فتوے از زمانہ[3] صحابہ رضوان اللہ علیہم تا این ہنگام"

وایضًا فی الشفاء:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُحْنُوْنٍ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی اَنَّ شَاتِمَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالْمُنْتَقِصَ لَہٗ کَافِرٌ وَالْوَعِیْدُ جَارٍ عَلَیْہِ بِعَذَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَہٗ وَحُکْمُہٗ عِنْدَ الْاُمَّۃِ الْقَتْلُ وَمَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ[4] کَفَرَ۔

"محمد بن سحنون گفت اجماع کردہ اند علماء بر اینکہ دشنام دہندۂ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کم[5] و کاست کنندۂ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر است و وعید بعذاب[6] خدائے تعالیٰ بر و جاری است و حکم او نزد[7] امت یعنی تمام ائمہ کشتن است و ہر کہ در کفر و عذاب او شک و تردد آرد پس تحقیق کافر شد"

ونیز[8] در شفاء آوردہ و در حواشی چلپی نقل کردہ:

قَالَ ابْنُ[9] عَتَّابٍ اَلْکِتَابُ وَالسُّنَّۃُ مُوْجِبَانِ اَنَّ مَنْ قَصَدَ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بِاَذًی اَوْ نَقْصٍ مُعَرِّضًا اَوْ مُصَرِّحًا وَاِنْ قَلَّ فَقَتْلُہٗ وَاجِبٌ۔

---

[1] اجمعین × (پ) [2] آں (پ) [3] زمانہ × (ذ) [4] فقد × (ذ) [5] کم × (ذ) [6] عذاب (ذ) [7] نزد ہمہ ائمہ (پ) [8] ونیز × (ذ) [9] ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (پ)

ابنِ عباس[1] فرمود که بد رستی کتاب و سنت یعنی قرآن و حدیث[2] واجب میگردانند
این که بد رستی هر که قصد ایذا رو کاستنِ آنجناب فیض مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کند بتعریض یا بتصریح اگرچہ اندک باشد پس کشتن او واجب است"

ونیز در حواشی چلپی گفتہ :

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُتَقَرِّرَ[3] مِنْ تَتَبُّعِ الْمُعْتَبَرَاتِ اَنَّ
الْمُخْتَارَ اَنَّ مَنْ صَدَرَ عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلٰى تَخْفِيْفِهٖ
عَلَيْهِ السَّلَامُ بِعَمَدٍ وَّقَصْدٍ مِّنْ عَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ
يَجِبُ قَتْلُهٗ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ بِمَعْنَى[4] الْخَلَاصِ
عَنِ الْقَتْلِ وَاِنْ اَتٰى بِكَلِمَتَيِ الشَّهَادَةِ وَالرُّجُوْعِ
وَالتَّوْبَةِ لٰكِنْ لَّوْ مَاتَ بَعْدَ التَّوْبَةِ اَوْ قُتِلَ حَدًّا
مَاتَ مِيْتَةَ الْاِسْلَامِ فِيْ غُسْلِهٖ وَصَلٰوتِهٖ وَدَفْنِهٖ۔

بدانکہ بد رستی آنچہ[5] قرار یافتہ است از تتبعِ کتبِ معتبرہ این است کہ مذہبِ
برگزیدہ انیست کہ بد رستی ہر کہ صدور یابد از وے آنچہ دلالت داشتہ
باشد بر سبک دانستنِ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بقصد و تعمد از عام مسلمانان
کشتنِ او واجب می شود و توبۂ او[6] پذیرا نمی گردد بایں معنی کہ از توبہ رہائی او از
کشتن نمی شود اگرچہ ہر دو کلمۂ شہادت بر زبان آرد و بازگشت و توبہ از ال
جریمۂ عظیمہ[7] کند لیکن[8] اگر بمیرد بعد توبہ یا کشتہ شود از روئے حد بپاداشِ
آں جریمہ میرد ہمچو مردنِ اہلِ اسلام در غسل و نماز جنازہ و دفنِ او یعنی در تجہیز و
تکفین و نماز جنازہ، حکمِ او حکمِ سائرِ مسلمانان است واگر العیاذ باللہ پیش از

---

[1] ابن عباس (پ) [2] وحدیث × (ذ) [3] ما تقرر (پ) [4] بمعنی الخلاص (پ) [5] آنکہ (ذ) [6] او × (ذ) [7] عظیمہ × (ذ) [8] لیکن × (ذ)

توبہ بمیرد کافر[1] بمیرد و به او معاملۂ امواتِ اہلِ اسلام بہ عمل نباید[2]"

باید دانست کہ ایں قائل عمداً و قصداً مرتکبِ استخفافِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شدہ ایمانِ خود را برباد داد چنانکہ[3] در مقامِ ثالث بہ اثبات رسید پس بیانِ[4] حالِ کسے کہ مرتکبِ ایں جریمۂ عظیمہ بہ تعمد و قصد نشدہ باشد بلکہ بوجہ دیگر ایں جرمِ کبیرا زو سرزدہ متعلق بمانحن فیہ نیست لیکن برائے استیفائے کلام دریں مقام مناسب می نماید کہ حالِ آں قسم ہم ذکر[5] کردہ شود پس باید شنید کہ در شفاء مذکور و در حواشی حلبی مسطور و ماثور است۔

وَالْوَجْهُ الثَّانِي لَاحِقٌ بِهٖ فِي الْبَيَانِ وَالْجَلَاءِ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ الْقَائِلُ لِمَا قَالَ فِيْ جِهَتِهٖ عليه الصلوٰة والسلام غَيْرَ قَاصِدٍ لِلسَّبِّ وَالْاِزْرَاءِ وَلَا مُعْتَقِدٍ لَهٗ۔

"وجہ دوم لاحق است بوجہ اول مذکور در بیان و ظہور و آں ایں است کہ قائل ایں کلام در جہت او علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر معتقد[6] و غیر قاصدِ عیب است و دشنام و غیر معتقد[7] برائے مضمونِ کلامِ خود"

وَلٰكِنَّهٗ تَكَلَّمَ فِيْ جِهَتِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِكَلِمَةِ الْكُفْرِ مِنْ لَعْنِهٖ اَوْ سَبِّهٖ اَوْ تَكْذِيْبِهٖ اَوْ اِضَافَةِ مَا لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ اَوْ نَفْيِ مَا يَجِبُ لَهٗ مِمَّا هُوَ فِيْ حَقِّهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ نَقِيْصَةٌ مِثْلُ اَنْ يَّنْسُبَ اِلَيْهِ اِتْيَانُ كَبِيْرَةٍ اَوْ مُدَاهَنَةٍ فِيْ

---

[1] بمیرد (ذ) [2] نآید (پ) [3] چنانچہ (پ) [4] ہماں (پ) [5] مذکور (پ) [6] اگر غیر معتقد (ذ) [7] وغیر معتقد برائے مضمونِ کلامِ خود × (پ)

تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ اَوْ فِيْ حُكْمٍ بَيْنَ النَّاسِ اَوْ يَغُضَّ
مِنْ مَرْتَبَتِهٖ اَوْ شَرَفِ نَسَبِهٖ اَوْ وُفُوْرِ عِلْمِهٖ
اَوْ زُهْدِهٖ اَوْ يُكَذِّبُ بِمَا اشْتَهَرَ بِهٖ مِنْ اُمُوْرٍ
اَخْبَرَ بِهَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ وَ تَوَاتَرَ الْخَبَرُ
بِهَا عَنْهُ عَنْ قَصْدٍ لِرَدِّ خَبَرِهٖ اَوْ يَأْتِيْ بِسَفَهٍ
مِّنَ الْقَوْلِ اَوْ بِقَبِيْحٍ مِّنَ الْكَلَامِ وَ لَوْ بِاِشَارَةٍ
وَنَوْعٍ مِّنَ السَّبِّ فِيْ جِهَتِهٖ وَاِنْ ظَهَرَ بِدَلِيْلِ حَالِهٖ
اَنَّهٗ لَمْ يَتَعَمَّدْ ذَمَّهٗ وَ لَمْ يَقْصُدْ سَبَّهٗ اِمَّا الْجَهَالَةُ
حَمَلَتْهُ عَلٰى مَا قَالَهٗ اَوْ بِضَجَرٍ اَوْ بِسُكْرٍ اَوْ قِلَّةِ
مُرَاقَبَتِهٖ وَضَبْطِهٖ لِلِسَانِهٖ وَ عَجْرَفَةٍ وَّ تَهَوُّرٍ
فِيْ كَلَامِهٖ -

" ولیکن او سخنے[1] کرد در جہتِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام بہ کلمہ کفر انہ[2] لعنت یا دشنام یا تکذیب[3] یا اضافتِ چیزے نا روا سوئے او علیہ السلام آورد یا چیزے کہ واجب است برائے او علیہ السلام نفی آں کرد، از آنچہ نقیصہ است در حقِ آں عالیجاہ مانند نسبت کردن سوئے[4] او کبیرہ گناہ یا نسبت سستی در تبلیغ رسالت یا در حکم میانِ مرد ماں بہ[5] ہیچ حالت یا مرتبہ او علیہ الصلوٰۃ والسلام یا شرفِ نسب یا[6] وفورِ علم یا[7] زہد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را[8] نقصان و[9] فرو کنند یا بہ خبر امورے کہ مشہور و متواتر از

---

[1] سخنے کہ از جہت (ذ) [2] از تکذیب یا لعنت (پ) [3] یا تکذیب × (پ) [4] سوئے × (ذ) [5] بہ × (ذ) [6،7] یا × (ذ) [8] را × (ذ) [9] و × (ذ)

آنحضرت علیه السلام است و مِن تکذیب زند از قصد و اهتمام برد خبرِ او علیه السلام یا بیارد در جهتِ آنحضرت علیه الصلوٰة والسلام نسبتِ نادانگی و خفتِ عقل یا زشتی کلام و نوعے از[1] دشنام واگرچه ظاهر شود بدلیلِ حالِ او که نه کرده است قصد و اهتمام به ذم[2] و دشنام یا از جهت جهالتے[3] که او را براں سخن برداشت یا از جهت اضطرابے یا مستی[4] که او را سوئے آں محتاج ساخت یا از[5] جهتِ قلتِ نگهداشت و ضبطِ لسان و از جهتِ شتابی و بے باکی در گفتنِ آں "

فَحُكْمُ هٰذَا الْوَجْهِ حُكْمُ الْوَجْهِ الْاَوَّلِ لَقَتْلُ دُوْنَ تَلَعْثُمٍ اِذْ لَا يُعْذَرُ اَحَدٌ فِى الْكُفْرِ بِالْجَهَالَةِ وَلَا بِدَعْوٰى زَلَلِ اللِّسَانِ وَلَا شَيْءٍ مِّمَّا ذَكَرْنَاهُ اِذَا كَانَ فِى فِطْرَتِهٖ سَلِيْمًا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ۔

" پس حکمِ ایں وجهِ ثانی حکمِ وجهِ اول است که او را بکشند و درنگ[6] و معافی نه کنند[7] زیراکه[8] معذور نیست در[9] کفر بسبب جهالت و نه بدعوائے لغزشِ زبان و نه بهیچ چیز ازاں که ما ذکر کردیم از مستی و اضطراب به هیچ[10] حالت اگر[11] عقلِ او در خلقتِ او[12] سلیم بود[13] و جنونے و اغمائے بر و نه رود[14] مگر[15] کسے که بر و اکراه کرده شود و دلِ او آرام گیرنده به ایمان بود "

---

[1] از و دشنام (ذ) [2] به ذمِ او دشنام (ذ) بذم بر دشنام (پ) [3] جهل (پ) [4] سستی (اصل) [5] با از جهت (ذ) [6] و معانی × (ذ) [7] نه کنند چوں کسے که بر او اکراه شود و دلِ او آرام گیرنده با یمان بود (پ) [8] زیراکه آنچه معذور (پ) [9] در کفر (تا) زبان × (پ) [10] به هیچ (پ) [11] بر گاه که عقل (ذ) [12] او × (پ) [13] و × (ذ) [14] رود انتهیٰ (پ) [15] مگر کسے (تا) با یمان بود × (پ)

باید دانست که اگر کدام کلامِ صادق دلالت بر استخفافِ شانِ آنحضرت داشته باشد متکلم بآں کلام کافر می شود چنانکه همه علما[1] را اتفاق کرده اند براینکه هر که استخفاف آنحضرت صلی الله تعالے علیه وسلم بسبب[2] عوارضِ بشریه کند کافر گردد حال آنکه آں عوارضِ بشریه بر آنحضرت صلی الله تعالے علیه وسلم جائز[3] و نزدِ آنحضرت صلی الله تعالے علیه وسلم معهود باشند از یں جا است که علماء به کشتن کسے که آنحضرت صلی الله تعالے علیه وسلم را به خنثیٰ حیدر تعبیر کرده استخفافِ شانِ آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اراده داشته باشند[4] فتویٰ دادند چنانچه[5] در کتبِ دینیه مذکور است وجزئیاتِ ایں مسئله بیشتر ازاند از آنچه به حصر آیند وَفِی مَا ذَکَرْنَاہُ کِفَایَةٌ۔

اگر گفته شود که در کتبِ عقائد مذکور است که نزدِ محققینِ اہلِ سنت وجماعت تکفیرِ اہلِ قبله ممنوع است پس کسے که از اہلِ قبله مرتکبِ شناعتِ استخفاف شود چگونه به تکفیرِ آں[6] حکم کرده آید؟

جوابش این است که قاعده

وَلَا نُکَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ

"یعنی تکفیر نمی کنیم کسے را که از اہلِ قبله است"

که در کتبِ عقائد مذکور است، کلیه نیست بلکه مخصوص است بایں که اہلِ قبله که بانکارِ ضروریاتِ دین نه پردازند[7] واز ایشاں[8] هیچ یک از آثار وعلاماتِ کفر ظاهر وهیچ یک از موجباتِ کفر صادر نشود وهر که چیزے را از ضروریاتِ دین انکار کند یا از واثرے وعلامتے از آثار وعلاماتِ کفر اظهار یا هیچ یک از موجباتِ کفر اصدار یابد، بلا تأمّل تکفیر آں کرده شود[9] و او بلا ریب **کافر** است وهر که در کفرِ آں شک کند او هم کافر است، چه

---

[1] علمار گردانند براینکه (ذ) [2] بسبب عوارض (تا) برآنحضرت صلی الله تعالے علیه وسلم × (پ) [3] و × (ذ) [4] بود (ذ) [5] چنانکه (پ) [6] بکفر آں (پ) [7] نه پردانند (ذ) [8] نشان (پ) [9] و × (ذ)

شک و تردد او در تکفیر این چنیں کس شک و تردد در ضروریاتِ دین است وہر کہ در ضروریاتِ دین شک آورد و تردد داشد بلا شک و تردد کافر است۔

ملّا علی قاری در شرح فقہ اکبر فرمودہ :

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْمُرَادَ بِاَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِيْنَ اتَّفَقُوْا عَلٰى مَا هُوَ مِنْ ضَرُوْرِيَّاتِ الدِّيْنِ كَحُدُوْثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْاَجْسَادِ وَعِلْمِ اللّٰهِ بِالْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْمَسَائِلِ الْمُهِمَّاتِ فَمَنْ وَاظَبَ طُوْلَ عُمُرِهٖ عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ الْقَوْلِ بِقِدَمِ الْعَالَمِ اَوْ نَفْيِ الْحَشْرِ اَوْ نَفْيِ عِلْمِهٖ سُبْحَانَهٗ بِالْجُزْئِيَّاتِ لَا يَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَاَنَّ الْمُرَادَ بِعَدَمِ تَكْفِيْرِ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ اَنَّهٗ لَا يُكَفَّرُ مَا لَمْ يُوْجَدْ شَيْئٌ مِّنْ اَمَارَاتِ الْكُفْرِ وَعَلَامَاتِهٖ وَلَمْ يَصْدُرْ مِنْهُ شَيْئٌ مِّنْ مُّوْجِبَاتِهٖ اِنْتَهٰى كَلَامُهٗ۔

وفی شرح الْمَوَاقِف :

وَلَا يُكَفَّرُ اَهْلُ الْقِبْلَةِ اِلَّا بِمَا فِيْهِ نَفْيٌ لِلصَّانِعِ الْقَادِرِ الْعَلِيْمِ اَوْ شِرْكٌ اَوْ اِنْكَارٌ لِلنُّبُوَّاتِ اَوْ اِنْكَارُ مَا عُلِمَ مَجِيْئُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٖ ضَرُوْرَةً

لہ بجنسٖہٖ (پ)

أَوِ الْمُجْمَعِ[1] عَلَيْهِ كَاسْتِحْلَالِ الْمُحَرَّمَاتِ الَّتِيْ
أُجْمِعَ عَلٰى حُرْمَتِهَا فَإِنْ كَانَ الْمُجْمَعُ[2] عَلَيْهِ مِمَّا عُلِمَ
ضَرُوْرَةً مِّنَ الدِّيْنِ فَذٰلِكَ ظَاهِرٌ وَّ دَاخِلٌ
فِيْ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ وَإِلَّا[3] فَإِنْ كَانَ إِجْمَاعًا ظَنِّيًّا
فَلَا كُفْرَ بِمُخَالَفَتِهٖ وَإِنْ كَانَ قَطْعِيًّا فَفِيْهِ
خِلَافٌ انتہیٰ۔

وہمچنیں در کتبِ دیگر مذکور است وچوں ثابت شد کہ امت اجماع دارد بریں کہ استخفاف بہ شانِ آنحضرت وسائر انبیاء علیہ وعلیہم السلام کفر است وبلاشبہ ایں مسئلہ از ضروریاتِ دین است پس[4] ہر کہ دریں مسئلہ شک کند، کافر گردد تا بحالِ مرتکبِ استخفاف چہ رسد؟

وَلْيَكُنْ هٰذَا آخِرُ الْكَلَامِ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ

چوں ہر چہار مقام پیرایۂ انجام واختتام یافت، حالا خلاصۂ فتویٰ وجوابِ استفتاء باید شنید کہ مستفتی در[5] استفتاء[6] سوال کردہ :

یکے آنکہ ایں کلام حق است یا باطل؟

دوئمی اینکہ کلامش بر استخفاف وانتقاصِ شانِ خطیر وقدر واجب التوقیر حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین علیہ ازکیٰ صلوٰۃ المصلین واسنیٰ تسلیمات المسلمین وارضیٰ تحیات الملائکۃ والمسلمین اشتمال ودلالت دارد یا نہ؟

سوئم اینکہ بر تقدیرِ اشتمال ودلالتِ آں بر شناعت استخفاف وانتقاصِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حالِ مرتکبِ آں شرعاً چیست واو از روئے دین وملت کیست؟

---

[1] الجمع (ذ) [2] الجمع (ذ) [3] والافلا (ذ) [4] پس × (ذ) [5] کہ در (ذ) [6] سہ × (ذ)

جوابِ سوالِ اول این است کہ کلامِ قائلِ مذکور از سر تا پا کذب و زور و فریب و غرور است چہ او نفی سبب بودنِ شفاعت برائے نجاتِ گنہگاراں و نفی شفاعتِ وجاہت و شفاعتِ محبت ازاں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضراتِ سائر انبیاء و اولیاء[1] و ملائکہ و اصفیاء می کند، ایں اعتقادِ او خلافِ کتابِ مبین و احادیثِ سید المرسلین و اجماع المسلمین است کما ثبت فی المقام الاول مفصلا وقد بان بطلان بعض کلماته فی المقام الثانی محصلا۔

جوابِ سوالِ ثانی این است کہ کلامِ او بلا تردد و اشتباہ بر استخفافِ منزلت و جاہِ آں سرورِ مقربانِ بارگاہِ حضرتِ الٰہ و انتقاصِ شانِ سائر انبیاء و ملائکہ و اصفیاء و شیوخ و اولیاء اشتمال و دلالت دارد چنانکہ در مقامِ ثالث مذکور و فی ما سبق مبرہن و مسطور شد۔

جوابِ سوالِ ثالث این است کہ قائلِ ایں کلامِ لاطائل از روئے شرعِ مبین بلا شبہ کافر و بے دین است، ہرگز مومن و مسلمان نیست و حکمِ او[2] شرعاً قتل و تکفیر است و ہر کہ در کفرِ او شک آرد و تردد دارد یا ایں[3] استخفاف را سہل انگارد کافر و بے دین و نامسلمان و لعین است الّا در کفر و بے دینی کمتر است از کسے کہ ایں کلامِ ضلالت نظام را صواب و مستحسن پندارد[4] و اعتقادِ ایں کلام را از عقائدِ ضروریہ دین شمارد و آنکس در کفر با قائل ہمسر بلکہ در استخفاف از و بالاتر است چہ او[5] استخفافِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و[6] سائر انبیاء و ملائکہ و اولیاء را مستحسن داشت و آں را از ضروریاتِ دین[7] پنداشت۔

وہمچنیں[8] کسے کہ ظاہراً یا باطناً پاسداری ایں قائل در ایں[9] چنیں مسائل روا دارد و برائے حفظِ حرمتِ او در اہلِ علم تاویلاتِ دور از کار بر روئے کار آرد چہ او نیز[10]

۱؎ اولیاء × (ذ) ۲؎ او × (ذ) ۳؎ ایں × (ذ) ۴؎ نہ پندارد (پ) ۵؎ او × (ذ) ۶؎ و × (ذ) ۷؎ دین × (ذ) ۸؎ وہمچناں (پ) ۹؎ ایں × (ذ) ۱۰؎ نیز × (ذ)

مرتکبِ استخفافِ شانِ حضرتِ سیدِ الثقلین، وسیلۃ الخلق فی النشأتین شد، پاسداریٔ بے دینے را بر احترامِ آں سیدالانام علیہ التحیۃ والسلام رجحان داد[1] وبخوفِ ملامت بلکہ[2] بمقتضائے بدبختی وشامت درپئے اثباتِ آنچہ بر استخفافِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم دلالت دارد افتاد وایں ہمہ کفر وزندقہ است والحاد، اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِكَ بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ وَ اٰلِهِ الْاَمْجَادِ - واز[3] اثباتِ ایں مطالب در مقامِ رابع فراغ دست داد[4] فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ،

الحال سوادِ ظلمتِ کفر شکست وبیاضِ نورِ ایمان باشراق[5] پیوست فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى -

---

كَتَبَهُ الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ اِلٰى رَبِّهِ الْغَنِيِّ الْهَادِيْ

مُحَمَّدٌ فَضْلُ حَقٍّ بْنُ مُحَمَّدْ فَضْلِ اِمَامِ الْفَارُوْقِيِّ الْحَنَفِيِّ الْخَيْرَاٰبَادِيّ لَطَفَ[6] اللّٰهُ بِهِمَا فِي الْعَوَاقِبِ وَالْمَبَادِيْ بِحُرْمَةِ خَيْرِ مَنْ[7] نَادَى مِنَ النَّادِيْ[8] وَ اَجَابَ يَدَاهُ[9] الْمُنَادِيْ وَاَجْدٰى وَجَادَ عَلَى الْجَادِيْ بِالْكَرَمِ الْمُمَادِيْ[10] وَ اَنْعَمَ الْحَاضِرَ وَ الْبَادِيْ بِنَوْلِهِ الْحَاضِرِ[11] وَطَوْلِهِ الْبَادِيْ وَبَسَطَ الْاَيَادِيْ وَاَرْدَى الصَّوَادِيْ وَقَبَضَ اَرْوَاحَ الْاَعَادِيْ وَ

---

[1] دارد (ذ) [2] بلکہ × (ذ) [3] از × (ذ) [4] دارد (ذ) [5] باشراف (ذ) [6] لطفہما اللہ (ذ) [7] من × (ذ) [8] المنادی (پ) [9] نداہ (ذ) [10] المحادی (پ) [11] الحاصر (پ)

نُصِرَ بِالرُّعْبِ اِلٰی مَسِیْرَةِ شَهْرٍ مِّنَ الْقُرٰی وَالْبَوَادِیْ
صلی اللّٰه تعالیٰ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ نُجُوْمِ الدَّوَادِیْ [الفلوات ۱۲]
وَ شُفَعَآءِ یَوْمِ التَّنَادِیْ یَوْمَ لَا یَنْجُوْ مُتَقَیِّدٌ[1] وَّلَا یُقَیِّدُ
قَادِیْ مَآ اَطْرَبَ الْهَوَادِیْ[2] سَیِّدُ[3] الْحَادِیْ وَعَمَّ الْمُشْتَاقَ
الْفَرِیْدَ[4] الشَّادِیْ وَعَمَّ الْاٰفَاقَ صَوَابُ السَّوَادِیْ وَ
الْعَوَادِیْ وَسَمَّیْتُهٗ

بِتَحْقِیْقِ الْفَتْوٰی فِیْ اِبْطَالِ الطَّغْوٰی

وَاَرْجُوْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ یَّجْعَلَهٗ ذُخْرًا لِّمَعَادِیْ وَزَجْرًا لِّلْمُعَادِیْ[5]
فَاِنِّیْ لَآ اُرِیْدُ بِهٖ فَخْرًا بَیْنَ اَنْدَادِیْ بِکَتْبِ الْمُضَادِیْ
وَاِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا
بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ
خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ وَصلی اللّٰه علیٰ خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِیْنَ۔

۱۸ رمضان ۱۲۴۰ھ

(۳)	(۱)	(۲)
حاجی محمد قاسم	محمد فضل حق ۱۲۳۷ھ	المتوکل علی اللّٰه محمد شریف ۱۲۴۰ھ

---

[1] متقید بقید وقادی (ذ) [2] البوادی (پ) [3] تشد (پ) [4] العرید (پ) [5] للغادی (ذ) [6] به × (ذ) [7] ختم شد (پ)

(۶)	(۵)	(۴)
محمد رشید الدین	کریم اللہ	فقیر محمد حیات الآری

(۸)	(۷)
محمد رحمت	مخصوص اللہ

(۱۱)	(۱۰)	(۹)
محمد موسےٰ	محمد عبد اللہ	عبد الخالق

(۱۳)	(۱۲)
احمد سعید مجدّدی	خادم محمد

(۱۶)	(۱۵)	(۱۴)
صدر الدین	محمد حیات	محمد شریف

(۱۷)
رحیم الدین

(۱۸) لَمَّا تَأَمَّلْتُ وَ نَظَرْتُ فِیْہِ مِنْ دَعَاوٍ وَّوُجُوْھِھَا وَ
غَیْرِھِمَا نَظْرَ الْاِنْصَافِ مِنْ غَیْرِ الْعِنَادِ وَ الْاِعْتِسَافِ
وَجَدْتُہٗ حَقًّا لَا یَأْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ
خَلْفِہٖ فَخَتَمْتُ عَلَیْہِ

محبوب علی

کتبہ : یکے از فیض یافتگان سلسلہ خیر آباد تلمذاً
شاہ محمد چشتی عفی عنہ محلہ محمود پورہ قصور ۱۷ ۲ ۱۳۹۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریرِ اوّل

از خاتم الحکماء بطلِ حرّیت علامہ محمد فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ تعالےٰ

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی در تقویۃ الایمان عبارتِ شنیعہ در مسئلہ شفاعت نوشت،
علّامہ محمد فضلِ حق خیرآبادی بردّے اعتراض کرد و چند صفحات حوالہ قلم و قرطاس کرد،
ہمیں تحریر بار اول طبع کردہ می شود۔

مولوی محمد اسمٰعیل دھلوی در جوابش یک روزہ نوشت، حضرتِ علّامہ در ردّاِو
تحقیق الفتوٰی فی ابطال الطغوٰی تحریر کرد، وچوں در جوابش مولوی حیدر علی ٹونکی تلمیذ
مولوی محمد اسمٰعیل دھلوی، حرکتِ مذبوحی کرد، علّامہ در ردِّ او کتابِ مبسوط بنام اِمتناع النظیر
رقم فرمود، وآں کتاب خود مفقود النظیر واقع شد و کسے را در جوابِ او الیٰ یومنا ہٰذا جرأتِ
لب کشائی نشد۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْن

امّابعد! صاحبِ تقویۃ الایمان درفصلِ ثالث در ذکرِ ردّ الاشراک بعد بیانِ معنی شفاعت وجاہت آوردہ :

"اوس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کُن سے چاہے تو کروڑں نبی اور ولی اور جنّ اور فرشتے جبریل اور محمّد صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرڈالے......"

یعنی اللہ قادر است برآں کہ دریک آن از یک امرِ کُن کرورکس برابر محمد صلی اللہ علیہ وسلم از عدم بوجود آرد وَھُوَ خِلَافُ مَا اتَّفَقَ عَلَیْہِ جُمْھُوْرُ الْمُسْلِمِیْنَ زیراکہ مثلِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ممتنع الوجود است و ہر چیزیکہ وجودِ آں ممتنع باشد مقدورِ او حق سبحٰنہ وتعالیٰ نیست۔

امّابیانِ صغریٰ، پس میگویم کہ اگر مثلِ او ممکن باشد لامحالہ نبی خواہد بود از برائے آنکہ غیرِ نبی مماثلِ نبی نمی شود، نبیِّ مثلِ اُو امکان ندارد چہ او خاتم الانبیاء است ومعنی مرتبۂ خاتمیّت ہمین است کہ وجودِ مثلِ آں امکان نداشتہ باشد چراکہ اقصٰی مراتبِ کمالاتِ انسانی مرتبۂ نبوّت است ومتکامل مے شود ایں مرتبہ تا بمرتبۂ کہ مشتمل براقوٰی مراتبِ خواصِ ثلاثہ باشد کہ اقوٰی ازآں در حیّزِ امکان متصور نبود پس بالاتر ازیں مرتبہ ممکن نتواند بود۔

و ہمچو مرتبہ کہ بالاتر ازاں در مراتبِ وجودِ امکانی نبود، مرتبۂ وجودِ خاتم الانبیاء
است کہ نبوت چوں باآں مرتبہ رسد ختم شود۔ پس مرتبۂ معلولِ اول در سلسلۂ بدوی
ؤ مرتبۂ خاتم الانبیاء در سلسلۂ عودی موازی ہم باشند و قوسِ نزولی وصعودی آنجا
سربسر بگذارند و دائرۂ وجود براں تمام شود ہم چنانکہ در سلسلۂ بدو مابین اوّلِ
سلسلہ و واجب متصور نیست، واجب است کہ در سلسلۂ عود نیز مابین آخرِ سلسلہ
و مابین واجب الوجود مرتبہ متصور نباشد تاہمچنانکہ وجود ازو آمدہ باو عائد شود و مبدأ و
معاد ہر دو واجب الوجود باشد۔

و بوجہِ آخر گوئیم کہ اگر مماثلِ خاتم الانبیاء ممکن بود ضرور است کہ وقوعِ آں
مستلزمِ محال نباشد چہ از وقوعِ ممکن، محال ناشی نمیگردد و اینجا از وقوعِ مثلِ خاتم النبیین
کذبِ منطوقِ آیۂ کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ
رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کہ دلالت صریح بر امتناعِ وجودِ فعلی مثلِ محمد
صلے اللہ علیہ وسلم دارد لازم می آید وَ مَاهُوَ اِلَّا تَجْوِيْزُ الْكَذِبِ عَلَى اللّٰهِ
تَعَالٰى وَهُوَ مُحَالٌ لِاَنَّهٗ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مُحَالٌ
وظاہر است کہ آیۂ مذکورہ مثلِ آیاتِ وعید کہ مشروط بشروطِ معلومہ از آیاتِ دیگر و
احادیث ہستند، نیست کہ آنرا در قوتِ شرطیہ قرار دادہ استحالۂ لزومِ کذب رفع کردہ شود

اَمّا کبرائی دلیل، پس بیانش این است کہ قدرت عبارت است از
صحتِ فعل و ترک کما فی شرح العقائد العضدیۃ للمحقق الدوانی
و یا صفتے است کہ مؤثر باشد بروفقِ ارادہ کما فی شرح المواقف و شرح
التجرید الجدید و ضرور است کہ ہم چو صفت مقتضئ صحت باشد بالنسبۃ
الی الفاعل چرا کہ قادر ہمان است کہ صحیح باشد از وے فعل و ترک و قیدِ بالنسبۃ
الی الفاعل برائے آن است کہ فعل فی نفسہٖ ممکن صحیح است و قدرت، آں را ممکن و

صحیح نکردہ و اِلّا قلب لازم آید مگر آنرا ممکن صحیح بالنسبۃ الی الفاعل المثبت گردانیدہ پس قدرت نمی شود مگر بر ممکن و جملہ ممکنات دریں امر برابر اند زیرا کہ مقتضی برائے قدرت، ذاتِ حق تبارک وتعالےٰ است و مصحح برائے مقدوریّتِ اِمکان است ونسبت ذات طرف جمیع ممکنات علی السّویّہ است۔

وہرگاہ ثابت شد قدرتِ او بربعض، ثابت شد بر کل چہ اِمکان مشترک است میانِ کل ممکنات پس او سبحنہ وتعالےٰ را قدرت برآں چیز است کہ امکان داشتہ باشد، بر ممتنع و واجب قادر نیست وعجز کہ مقابلِ قدرت است ازیں امر لازم نمی آید چراکہ عدمِ قدرت بر ایجادِ ممتنع عجز نیست، بسبب آنکہ ممتنع قابلیتِ وجود ندارد و معنی آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَ وَاللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔ مفسرین بالاتفاق ہمیں گفتہ اند کہ مراد از کل شیئ کل ممکن است چہ محال بالاتفاق شَے نیست وَلَا قُدْرَۃَ عَلَی الْوَاجِبِ وَالْمُسْتَحِیْلِ۔ فِی الْبَیْضَاوِیِّ اَلْقُدْرَۃُ ھُوَ التَّمَکُّنُ مِنْ اِیْجَادِ الشَّیْءِ۔

وصاحبِ کشّاف کہ از اکابرِ معتزلہ است در تفسیرِ آیۂ اِنَّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ گفتہ؛

اَلْمَشْرُوْطُ فِیْ حَقِّ الْقَادِرِ اَنْ لَّا یَکُوْنَ الْفِعْلُ مُسْتَحِیْلًا فَالْمُسْتَحِیْلُ مُسْتَثْنیً فِیْ نَفْسِہٖ عِنْدَ ذِکْرِ الْقَادِرِ عَلَی الْاَشْیَآءِ کُلِّھَا فَکَاَنَّہٗ قِیْلَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ مُّسْتَقِیْمٍ قَدِیْرٌ وَ نَظِیْرُہٗ فُلَانٌ اَمِیْرٌ عَلَی النَّاسِ اَیْ عَلیٰ مَنْ وَرَآءَہٗ مِنْھُمْ وَلَمْ یُدْخِلْ فِیْھِمْ نَفْسَہٗ وَاِنْ کَانَ مِنْ جُمْلَۃِ النَّاسِ۔

(ط: بیروت ۱۲/۱ ص ۲۲۴)

وایں عبارت صریح دال است بر آنکہ معتزلہ نیز بر عدمِ قدرت واجب بر ممتنع قائل اند پس ثابت شد کہ وجودِ نظیرِ محمد صلے اللّٰہ علیہ وسلم از ممتنعات است

واللہ تعالیٰ بر ایجاد یک کس مثلِ آں رحمۃ للعالمین قادر نیست فضلاً اَنْ یُّوجِدَ الآفَ الآفٍ مِثْلَہٗ فِیْ اٰنٍ وَاحِدٍ۔

وغایۃ مایقال دریں مقام این است کہ بگوئی در صغریٰ دلیل کہ اگر مراد از امتناع امتناعِ ذاتی است فلانسلّم الصغریٰ زیرا کہ مثلِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ممتنع بالذات نیست امتناعِ آں بسبب آن است کہ ختمِ رسالتِ او باخبارِ اوسبحانہ ثابت شدہ وکذب در خبرِ اوسبحانہ محال و ممتنع بالغیر و امتناع بالغیر منافیِ امکانِ ذاتی نیست واگر مراد از امتناع امتناع بالغیر است پس صغریٰ مسلّم اما کلام در کبرائے دلیل میکنیم کہ ممتنع اینجا بکدام معنے است اگر اینجا ہم ممتنع بالغیر مقصود است پس حدِّ اوسط البتہ مکرر شد لیکن کبرٰے ممنوع چہ لانسلم کہ ہر چیزیکہ وجودِ آں ممتنع بالغیر باشد آں نیز مقدورِ اوسبحانہ تعالےٰ نباشد و درصورتے کہ مراد از ممتنع در کبرٰے ممتنع بالذات است آنگاہ درصحتِ کبرٰے شک نیست۔ اما حدِّ اوسط مکرر نہ گردید و اندراج لازم نیاید و ازینجا واضح شد کہ از وقوعِ مثلِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ محال لازم آمدہ است از جہتِ امتناع بالغیر است نہ از جہتِ امکانِ ذاتی۔

ومخفی نیست کہ ایں جواب منافیِ مقصودِ ما نمی تواند شد زیرا کہ ہم چو ممکن بالذات کہ عدمِ وقوعِ آں بنصِّ قرآنی ثابت شدہ باشد تعلقِ قدرت بوقوعِ آں و تعلقِ ارادہ کہ عبارت از تخصیصِ احد المقدورین بالوقوع است و تعلقِ خلق کہ عبارت از اخراجِ شے از عدم بہ فعلیت و وجود است بداں برابر تعلقِ قدرت و ارادہ و خلق بر ایجادِ ممتنع بالذات است و بالجملہ ممکن کہ بعدمِ وقوعِ آں حق سبحانہ تعالےٰ خود خبر دادہ باشد، وقوعِ آں ہمچو وقوعِ ممتنع بالذات غیر مقدور است وَلَوْ فَرَضْنَا کہ امتناع بالغیر ہم منافیِ تعلقِ قدرت بہ ممکن نیست و افرادِ کثیرہ ہم چو ذاتِ مظہرِ تجلیات، آں افضل المرسلین نظر بر نفسِ امکانِ ذاتی و تصورِ عقل مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ مُمْکِنٌ ذَاتِیٌ قطع نظر از امورِ خارجہ و لحاظِ

موانع از قدرتِ قادرِ ذوالجلال بوجود در آمدن می توانند باز در اظهارِ قدرتِ حق سبحٰنہ تعالٰے
بر ہمچو امورِ ممکنہ منصورہ صرفہ کہ عقل وقوعِ آنرا محض بلحاظ امکانِ ذاتی من حیث ہو
تجویز کند محض سرگرداں کردن عوام کالانعام و توہینِ عقائدِ ایں مردم است چہ
ہرگز عامیاں ایں معنٰے کہ مفادِ عبارتِ رسالۂ تقویۃ الایمان است نخواہند فہمید
مگر مردمِ خاص کہ از مفہومِ امکانِ ذاتی و امتناع بالغیر و مرتبۂ ماہیت من حیث
ہی و من حیث الخلط خبرے داشتہ باشند البتہ پے بہ معنٰے کہ مقصود صاحبِ رسالہ
از عبارتِ مرقوم الصدر است خواہند برد وازیں طائفہ عوام بعد آنکہ ایں اصل را
کہ از اعاظمِ اصولِ دین صاحبِ رسالہ آں را قرار دادہ است یاد گیرند و معنٰی
آں باذہانِ خالیۂ ایشاں انتقالش پذیرد جز آنکہ وجودِ افرادِ غیر متناہیۂ انبیاء را
مثلِ ذاتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمچو دیگر افرادِ انسانی قابلِ وقوع دانستہ باشند
ہدایتے دیگر متوقع نیست دریں صورت اگر برکس از افرادِ عامہ فہمائش رود کہ اعتقاد
بکذب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ برابر اعتقادِ صدقِ آں دارند کدام نقصان وچہ مضرت
است چہ قطع نظر از خصوصیت حاشیتین ایں قضیہ نیز بلاشبہہ وشک صدق وکذب را محتمل
است ومقامِ حیرت است کہ قطع نظر از اسارتِ ادب وگستاخی ومطلق اللسانے بجنابِ
آں برگزیدۂ کائنات کہ از تمثیل ایں مثال لازم می آید ومنکرانِ نبوت را ہم بسماعتِ آں
موئے برتن می خیزد ، برائے تفہیمِ عوام مردم کہ غرض از تالیفِ رسالہ بعبارتِ سلیس ریختہ
ہمیں بودہ است مثالے برائے بیانِ معنٰی قدرت شاملہ عامہ الٰہی سوائے امکانِ وجودِ کروڑ کساں
ہمچو محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیگر نبود؟ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ
بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ ۔ فقط

تمام شد تقریرِ اعتراض مولوی مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی
برعبارتِ تقویۃ الایمان

حصہ دوم
دنیائے نقابت کے
درخشندہ
ستارے
محمد اختر سعیدی
شہریار قدوسی
تسلیم احمد صابری
حامد علی سعیدی
محمد ہارون
عابد حسین
تسلیم رضا
شوکت جمیل

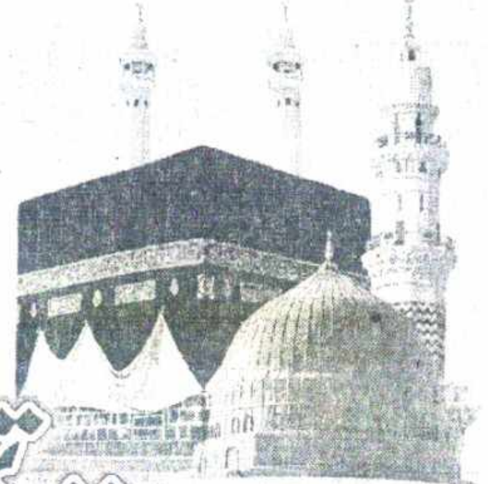

اسلامی بھائیو
اور بہنو

اصلاحی باتیں تمہارے لیے

محمد نوید شاکر چشتی

مکتبہ زین العابدین

اس پر پابندیاں آخر
کیوں؟
محمد زین العابدین

مکتبہ زین العابدین کی قابلِ مطالعہ کتابیں

نزد شالیمار گارڈن باغبانپورہ لاہور, 0332-4300213

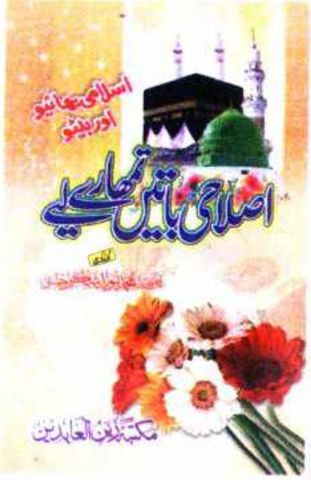

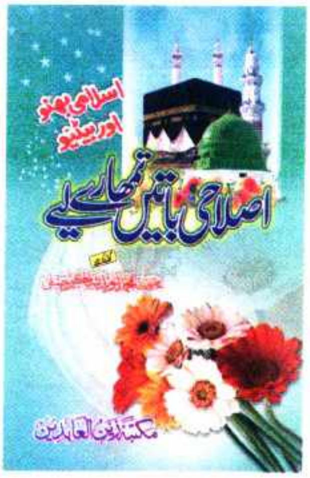

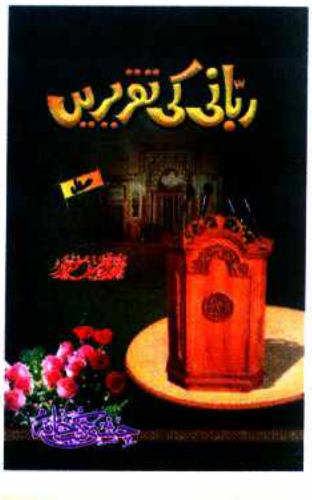

مکتبہ قادریہ۔ لاہور

Ph:042- 37226193, Cell:0321-7226193